باسمہٖ تعالیٰ

بالوں، ناخنوں اور مہندی وخضاب

کے

احکام

ترجمہ

هدايةُ النور فيما يتعلق بالاظفار والشعور

مفتی محمد سعد اللہ لاہوری علیہ الرحمۃ (۱۲۶۶ھ)

ترجمہ، تخریج وتعلیق

مفتی محمد امجد حسین

زیرِ نگرانی

مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

نام کتاب: بالوں، ناخنوں اور مہندی وخضاب کے احکام

مترجم: مفتی محمد امجد حسین

طباعتِ اوّل: محرم ۱۴۳۰ھ جنوری 2009ء۔ طباعتِ دوم: ستمبر 2013ء شوال ۱۴۳۴ھ

صفحات: ۲۱۶

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270
ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ فون: 042-37353255
کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔ فون: 051-5771798
دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631861
مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37228196
مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔ فون: 0992-340112
ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون: 061-4514929
ادارۃ المعارف: دار العلوم کراچی۔ فون: 021-35032020
مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔ فون 048-3226559
مکتبہ شہید اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد۔ فون: 0321-5180613
ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ فون: 051-2254111
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ فون: 061-4540513
مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔ فون: 041-8715856
کتب خانہ شمسیہ، نزد اریگیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔ فون: 0333-7827929
مکتبہ معارف القرآن، دار العلوم کراچی۔ فون: 021-35123130
تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔ فون: 051-5774634
مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 021-34856701
مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4212716
مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔ فون: 041-2601919
اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔ فون: 048-3712628
اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: 051-4830451
مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37232536
الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5553248

تاثرات ودعائیہ کلمات

مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم
مدیر
ادارہ غفران راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم وعزیزم مولانا مفتی محمد امجد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کی خواہش وایماء پر مجموعۂ رسائل ''ھدایۃ النور'' (فارسی) کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، جس کی پوری تفصیل اور پس منظر کا انہوں نے اپنے الفاظ میں پیش نامہ میں تذکرہ کر دیا ہے۔ بندہ کی سمجھ کے مطابق انہوں نے یہ ایک ایسی خدمت کی ہے جس کی عوام کو عموماً اور علماء کو خصوصاً بہت ضرورت تھی، بندہ کی مشاورت سے اس رسالہ پر انہوں نے تخریج کا بھی کافی محنت اور جدجہد سے کام کیا ہے۔

اور حواشی میں بعض دیگر مفید یا ضروری مسائل کا بھی اضافہ کیا ہے۔ [1]

اور رسالہ میں موجود تمام مسائل کا شروع میں خلاصہ بھی آسان انداز میں لکھ دیا ہے۔

اس طرح بندہ کے نزدیک یہ مضمون اب کافی حد تک جامع ہونے کے ساتھ ساتھ معتمد اور قابلِ اطمینان ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مترجم مذکور کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں اور لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

بندہ محمد رضوان۔ ۱۰/محرم/۱۴۳۰ھ، 08/ جنوری/ 2009ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[1] خواتین سے متعلق بعض مسائل حواشی میں مولانا محمد یونس صاحب زیدہ مجدہٗ کی ایک زیرِ طبع کتاب سے بندہ کی خواہش پر شامل کئے گئے ہیں۔ محمد رضوان۔

سرمایۂ بہار

بندہ یہ ترجمہ حضرت اقدس سیدی مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں پیش کر کے بہت فرحت وطمانیت محسوس کر رہا ہے کہ یہ انہی کی نظرِ عنایت کا فیض ہے

ے بگیر ایں ہمہ سرمایہ بہار ازمن
کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ ترماند

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش نامہ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ

بندہ محمد امجد حسین عرض کرتا ہے کہ رسالہ ''ھِدَایَۃُ النُّوْرِ فِیْمَا یَتَعَلَّقُ بِالْاَظْفَارِ وَالشُّعُوْرِ'' سارے انسانی بدن کے بالوں، ناخنوں اور خضاب کے متعلق شرعی احکام پر مشتمل بہت جامع مفید اور نادر رسالہ ہے۔ اسکے مؤلف خطۂ پنجاب کے ایک فقیہ عالمِ ربانی مفتی محمد سعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں۔

رسالہ کا سال تالیف ۱۲۶۶ھ بمطابق ۱۸۵۰ء ہے (قمری تاریخ مقدمہ کتاب میں خود مولف نے ذکر فرمائی ہے) مولف کے حالات وسوانح باوجود تلاش کے نہ مل سکے، یہ اصل رسالہ فارسی زبان میں ہے۔

مولف مفتی صاحب موصوف کی تعریف اور اس رسالہ کا تعارف رسالہ کے آخر میں بایں الفاظ مذکور ہے۔

> ''ایں رسالہ پر از موشگافیہائے عجیبہ ومملواز نکات غریبہ کار آمدانات وذکور مسمّٰی بہدایۃ النور تصنیف مولانا ومولی الکرام مخدومنا ومخدوم الانام سندا کا برروزگار، فخر کملائے ہر شہر و دیار علامہ دین پناہ مفتی مولوی محمد سعد اللہ دام ظلہٗ وعم فیضہٗ بمطبع محمدی واقع لاہور حسب فرمائش عائذ باللہ مولوی محمد فقیر اللہ رزقھم اللہ تعالیٰ رزقاً واسعاً''

اس سے مطبع کا بھی علم ہوا کہ اس زمانے میں لاہور میں مطبع محمدی نامی تھا وہاں سے شائع ہوا۔

سن اشاعت غالباً ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۸۸۸ء کے لگ بھگ ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ''ھدایۃ النور'' کا جو بوسیدہ نسخہ ہے (یہ ہمارے ہاتھ لگنا بھی ایک اتفاقی واقعہ یا یوں سمجھئے کہ تکوینی معاملہ تھا جس کا آگے ہم ذکر کریں گے) یہ ایک رسالہ نہیں بلکہ آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے جن میں

سے چار مطبع محمدیؔ لاہور، تین مطبع احمدیؔ لاہور اور ایک مطبع نولؔ کشور لکھنؤ کا چھپا ہوا ہے۔ مطبع احمدی اور مطبع نول کشور کے رسالوں پر سال طباعت بالترتیب ۱۳۰۴ھ، ۱۳۰۵ھ درج ہے جبکہ مطبع محمدی کے مطبوعہ رسالوں پر سال طباعت موجود نہیں اور یہ رسالے یکجا ہونے کے ساتھ ساتھ بوسیدگی میں بھی یکساں ہیں جس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ھدایۃ النور بھی اسی سن وسال یا اس کے قریب کے کسی سال کا چھپا ہوا ہے۔

دوسرے رسالوں کا بھی مختصر حال سن لیں، ان میں سے پہلا رسالہ حق ؔنما مغل شہزادہ داؔرا شکوہ (سلطان شاہجہاں کے بڑے بیٹے اور سلطان اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے بھائی) کا تصنیف کردہ ہے۔ رسالہ پر مولف کا نام یوں لکھا ہے:

’’از نتائج طبع وقاد عارف مقامات ومدارج توحیدی محمد داراشکوہ حنفی قادری‘‘

شہزادہ داؔرا شکوہ آزاد منش وحدت الوجودی صوفی تھا، فلسفہ وحدت الوجود سے گزر کر وحدت الادیان کا پرچارک بن گیا تھا کہ اسلامی عقائد والٰہیات اور ہندو ویدانت میں تطابق وتوافق ثابت کرنے کے درپے تھا اس سلسلہ میں اس نے مجمع البحرین نامی کتاب لکھی۔

اسی قسم کے نظریات وتصورات کی وجہ سے اسے ملحد وزندیق اور بے دین وواجب القتل قرار دیا گیا جیسا کہ اس کے متعلق کہا گیا کہ:

’’کفر واسلام رابرادر توام خوانده‘‘

یعنی کفر اور اسلام کو جڑواں بھائی کہتا تھا۔ تخت وتاج کے حصول کے سلسلہ میں دونوں بھائیوں میں بڑے معرکے بھی ہوئے جن میں اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ غالب رہے اور داراشکوہ گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔

داراشکوہ زندگی کے ابتدائی زمانے میں لاہور کے حضرت میاں میر رحمہ اللہ سے تعلق اور عقیدت رکھتا تھا معلوم نہیں اس وقت بھی یوگ اور ویدانتی خیالات کا حامل تھا یا نہیں۔

رسالہ حق نما میں اس قسم کی کوئی قابلِ اشکال چیز نظر نہیں آئی، اس رسالہ میں وعظ ونصیحت کے انداز میں اس نے مختلف جہانوں کا تذکرہ وتعارف کرایا ہے۔

رسالہ چار فصلوں پر مشتمل ہے ہر فصل میں ایک جہان یعنی عالَم کا ذکر ہے جو کہ یہ ہیں:

(۱)عالم ناسوت (۲)عالم ملکوت (۳)عالم جبروت (۴)عالم لاہوت

اور ساتھ ساتھ صوفیانہ اشغال ومراقبات اور حضرات صوفیاء کے کچھ اقوال ذکر کئے ہیں۔

رسالہ میں سال تالیف ۱۰۵۵ھ لکھا ہے۔ دوسرا رسالہ یہی ہدایۃ النور ہے۔

آگے تین رسالے توفیر الحق، نظام الاسلام اور تنبیہ الضالین حضرت نواب قطب الدین صاحب علیہ الرحمہ شارح مشکوٰۃ (مظاہر حق) کے ہیں جو لا مذہب فرقہ کے مغالطات کے جواب میں ہیں۔

چھٹا رسالہ مقدمہ جزری مع ترجمہ ہے مترجم مولوی غلام حیدر نامی بزرگ ہیں۔ ساتواں رسالہ مفتاح الصلوٰۃ نماز کے مسائل واحکام پر مشتمل بزبان فارسی بہت جامع رسالہ ہے، مولف مولانا فتح محمد صاحب برہان پوری نامی بزرگ ہیں۔

آٹھواں رسالہ ھدیۃ المکہ ہے یہ دراصل ایک فتویٰ ہے جو نواب قطب الدین خان علیہ الرحمہ مرحوم نے ہند میں رائج بعض شرکیہ افعال اور بدعات کے متعلق اس وقت کے مفتی حرم شریف مفتی شیخ عبداللہ سے لیا اور شائع کیا، یہ سب رسالے اس قابل ہیں کہ ان کی اشاعت ہو۔

اس رسالہ ھدایۃ النور کا اکابر اہل علم کی نظر میں مستند ومعتمد ہونے کا ایک ثبوت اس کا ترجمہ کرنے کے بعد دورانِ مطالعہ ایک دفعہ امداد الفتاویٰ سے ملا کہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ نے کنپٹی کی طرف سے سر اور چہرے کے حدود کے متعلق استفتاء کے جواب میں رسالہ ھدایۃ النور ہی سے متعلقہ بحث نقل کر کے اس کے مطابق جواب دیا۔ [۱]، نیز فتاویٰ محمودیہ ج۱۹ ص۳۹۶ (تبویبِ جدید) میں بھی اس کا حوالہ ہے۔

---

[۱] امداد الفتاویٰ کا متعلقہ فتویٰ ملاحظہ ہو:

سوال: کان اور پیپڑی کے درمیان جو بال سر سے شروع ہو کر داڑھی میں آتے ہیں، اس میں سر کی حد کہاں تک ہے، اور داڑھی کہاں سے شروع ہوتی ہے، تاکہ سر منڈاتے ہوئے وہاں تک منڈایا جائے، آیا کان کی پیپڑی تک یا وسط تک یا بالائی حصہ کان تک؟

الجواب: فی رسالہ ہدایۃ النور وصلعہ درحد سر داخل است وفیہا وصلعہ حد آں از جانب یمین ویسار تا استخوان صدغ ست اما صدغتان داخل سر ست کذافی خزانۃ الروایات وصدغ موضعیست مابین چشم وگوش بالائے استخوان بلندر خسار کہ قریب گوش باشد وفیہا الحی عبارت است از استخوان بلند صدغ وخسار اھ

ان عبارات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کنپٹی کے نیچے جو ہڈی ابھری ہوئی ہے یہاں سے داڑھی شروع ہے اور اس سے اوپر سر، پس سر کی حد تک منڈانا درست ہے، اور داڑھی کی حد سے درست نہیں۔

۱۶/ شوال ۱۳۳۳ھ (امداد الفتاویٰ، ج۴ ص۲۲۱ از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ)

گدڑی میں لعل

اب اس بوسیدہ نسخہ یعنی مجموعہ رسائل ھدایۃ النور وغیرہ کی دریافت کا قصہ سنئے:

ادارہ غفران ٹرسٹ کا قیام شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ بمطابق دسمبر ۱۹۹۸ء میں حضرت اقدس سیدی مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں عمل میں آیا۔

اس سے پہلے آپ تقریباً چھ سال (اگست ۹۲ء تا دسمبر ۹۸ء) جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر کے دارالافتاء اور تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے جبکہ جامعہ اسلامیہ میں دارالافتاء کا قیام اور اس کا ایک منظم ومربوط نظام آپ ہی کے ذریعے ہوا۔

بندہ امجد جامعہ اسلامیہ کے دور سے ہی حضرت اقدس سے تلمذ کی سعادت رکھتا ہے۔

بندہ نے حفظ، تجوید اور درجہ سادسہ تک کتب جامعہ ہی میں پڑھیں (سوائے درجہ ثالثہ کے)

شعبان ۱۸ھ میں بندہ دورہ حدیث سے فارغ ہوکر حضرت کی خدمت میں آ گیا اور دارالافتاء میں حضرت سے افتاء کی مشق میں مشغول ہوگیا۔

ایک سال بعد جب حضرت نے ادارہ غفران قائم کر کے یہاں دارالافتاء کا سلسلہ شروع فرمایا تو بندہ اور مفتی محمد یونس صاحب زیدمجدہم بھی افتاء کی مشق کی تکمیل کے لئے جامعہ اسلامیہ سے حضرت کی خدمت میں آ گئے۔

اس طرح ادارہ کے بالکل ابتدائی طالب علم ہونے کا اعزاز ہم دونوں کو حاصل ہوا، الحمدللہ علیٰ ذالک

ادارہ کے اس پہلے سال شوال ۱۴۱۹ھ کی بات ہے کہ حضرت کے متعلقین میں سے ایک صاحب جو ردی کا کام کرتے تھے، ایک دن چند بوسیدہ کتب ورسائل ردی میں ان کو ملے، اس میں عربی وفارسی عبارات وغیرہ دیکھ کر ان کو خیال ہوا کہ حضرت کو دکھادوں شاید کارآمد ہو، اس خیال سے وہ یہ رسالہ ہدایۃ النور لے کر ادارہ غفران حاضر ہوئے، بس وہ یہی مجموعہ رسائل تھا جس کی داستان پیچھے بیان ہوئی۔

ان رسائل میں ھدایۃ النور پر حضرت کی نگاہ انتخاب ٹھہر گئی کہ اس وقیع علمی ذخیرہ کا ترجمہ ہونا

چاہئے تاکہ اسے گوشۂ گمنامی سے نکال کر از سر نو منصۂ شہود پر لایا جاسکے۔

حضرت نے بندہ کے ذمہ اس کے ترجمہ کا کام لگایا۔

بندہ نے ذیقعدہ سے محرّم تک تقریباً تین ماہ میں دیگر مشاغل ومعمولات کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا کر کے فارسی سے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔

اس لحاظ سے بندہ اپنے مشقِ افتاء کے دوسرے تکمیلی سال کا اس کو مقالہ کی نوعیت کا کام سمجھتا ہے، گو کہ یہ سمجھنا: ''انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام''

کا مصداق ہے، لیکن مصر کی ایک بڑھیا یوسف علیہ السلام کی بولی لگنے والی نیلام منڈی میں جہاں مصر کے بڑے بڑے سرمایہ دار یوسف کی خریداری کے لئے اپنے خزانوں کا جائزہ لے رہے تھے وہاں اپنا کل اثاثہ سوت کی دو نلکیاں لے کر خریدارانِ یوسف میں محض اپنا نام شامل کرانے کا شرف حاصل کرنے پہنچ گئی تھی تو بندہ ناکارہ، بے ہمت و بے مایہ امجد بھی بازار علم وتحقیق میں اپنی یہ ''بضاعة مزجاة'' لے کر اس امید پر حاضر ہوا کہ کل اللہ کی بارگاہ میں اہل علم علماء راسخین اور وارثینِ شرعِ متین کی جوتیوں میں جگہ مل جائے تو یہ اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔

وَمَا ذَالِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ.

ع بلبل ایں ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

تَوَفَّنِيُ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيُ بِالصّٰلِحِيْنَ (سورہ یوسف ۱۰۱)

اس ترجمہ کی کمپوزنگ بھی اسی زمانے میں ہوگئی تھی لیکن بعد میں مشاغل ومصروفیات اس نوعیت کی پیش آتی رہیں کہ سالہا سال تک اس مسودہ پر یکسوئی سے مزید کام کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

پچھلے دو سالوں سے حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم نے ایک سے زیادہ دفعہ بندہ کو اس طرف متوجہ کیا اور رہنمائی فرمائی کہ اس رسالہ پر مزید فلاں فلاں کام کر کے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ تاکہ اس کی طباعت کی کوئی صورت کی جائے، لیکن بندہ کی بے ہمتی و سستی کا تو یہ عالم تھا کہ: ع

''زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد''

اگرچہ عذر لنگ تدریس وافتاء کی مشغولیات کا رہا لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے ع

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

بہر حال یہ جو کچھ کچا پکا ہے حضرت اقدس دامت برکاتہم کی رہنمائی اور توجہات کا نتیجہ ہے۔

یہ پہلی اشاعت اس کا نقشِ اول ہے (جو ترجمہ ہو چکنے کے تقریباً نو سال بعد ہو رہی ہے)

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت اقدس دامت برکاتہم جن کی جوتیوں سے اللہ تعالیٰ نے ہم خدام کو وابستہ فرما کر کرم نوازی فرمائی ہے، آپ قحط الرجال کے اس دور میں عبقری ہستی اور ''موَفَّق بالخیر'' ہیں اور اہلِ حق کا سرمایہ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے دین کی جو خدمت لے رہے ہیں وہ اس دَور میں قابل رشکِ بھی ہے اور قابلِ اطمینان بھی؛ حضرت اپنی ذات میں خود ایک ادارہ اور انجمن ہیں۔

مردم شناسی کا جوہر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وافر عطا فرمایا ہے، مختلف افراد و متعلقین سے ان کی صلاحیت اور مزاج کے مطابق مفید دینی کام لینے کا گر کچھ آپ ہی جانتے ہیں۔

کسی دانشور کے بقول زیادہ کام کرنا اچھے قائد اور راہنما کی صفت نہیں بلکہ اچھے کارکن کی صفت ہے، ہاں ہر ایک سے کام لینا اور اس کی صلاحیتوں کو صحیح مصرف میں استعمال کرنا یہ اچھے قائد کی پہچان ہے۔

جبکہ حضرت صرف کام لینے کا گُر ہی نہیں جانتے بلکہ اپنے ایک ایک لمحے کو بھی کارآمد بنانے اور زیادہ سے زیادہ بامقصد کاموں میں استعمال کرنے میں بھی بندہ کی نظر میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ تادیر قائم ودائم رکھیں اور آپ کی خدمات سے اسلام کو رونق عطا فرمائیں۔

بندہ نے ترجمہ کے علاوہ اس رسالہ پر مزید جو کام کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... تخریج روایات وعبارات وغیرہ مع اردو فتاویٰ سے استدلالات ومحاکمات حاشیہ میں۔

(۲)...... کتاب میں مذکور مسائل کو دلائل وتفصیلات سے الگ کر کے بطور خلاصہ شروع میں بھی رکھ دیا گیا تاکہ دلائل سے قطع نظر اصل مسائل جو کہ کتاب کا حاصل ہیں وہ آغاز میں ہی قارئین کے سامنے آجائیں۔

(۳)......بعض بعض مسائل میں جو کمزوری نظر آئی ان کی طرف حاشیہ میں مذہب کی اصل کتب کی عبارات کے حوالے سے اشارہ کر دیا گیا، اور مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

(۴)......حضور نبی کریم ﷺ کے عمروں کی تحقیق پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا نہایت عالی شان مضمون بطور ضمیمہ کتاب کے آخر میں شامل کیا گیا۔

(۵)......کتاب میں جن کتب، مصنفینِ کتب اور نامور اہلِ علم کا ذکر آیا ہے ان کے تراجم وتعارف پر مشتمل نہایت وقیع مضمون (جو بہت محنت سے مرتب کیا گیا) بطور ضمیمہ کتاب کے آخر میں شامل کیا گیا۔

(۶)......اپنے خواجہ تاش مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ کے ایک مجموعۂ مضامین ''خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام'' سے حاشیہ میں موقع بہ موقع اقتباسات لئے گئے ہیں۔

آخر میں بندہ (مترجم) اس کام میں معاونت کرنے والے اپنے ان احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہے:

(۱)......مولانا طارق محمود صاحب (جنہوں نے تخریج کے عمل میں بہت معاونت کی)

(۲)......مولانا محمد ناصر صاحب (جنہوں نے کمپوزنگ وغیرہ میں تعاون کیا)

(۳)......مکرم جناب محمد زکریا صاحب (جنہوں نے کمپوزنگ کے عمل میں معاونت کی)

(۴)......جناب عبدالوحید اختر صاحب (مالک، پنڈی پرنٹرز، سرکلر روڈ، راولپنڈی)

اللہ تبارک وتعالیٰ ان احباب کی اس سعی بلیغ کو مقبول وبارآور فرمائیں، بندہ کے لئے اور بندہ کے والدین کے لئے اس حقیر کاوش کو صدقۂ جاریہ اور باعثِ مغفرت وذخیرۂ آخرت بنائیں۔ ع

یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْداً قَالَ آمِیْنَا

بندہ محمد امجد حسین

۹/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ، 07/جنوری 2009ء

ادارہ غفران راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ از مؤلف ''ہدایۃُ النور''

ابروئے سخن رب ذوالمنن کے حمد وتوصیف کے رنگ عنابی سے رنگین ومزین ہو کہ جس نے نوعِ انسانی کوشعور (سمجھ) کی خوبیوں سے آراستہ فرمایا اور انسان کی آنکھ کی پُتلی کو بالکل سیاہ نقطے کے ذریعے نور کی چکا چوندی سے جگمگایا، اس کی نعمتوں کے شکر کی دھن میں میرا ہر بُن مُو بجائے خود ایک زبان ہے۔ لیکن جبکہ سبزہ بھی کوتاہی کے غم کی ہوا سے سرگرداں و پریشان ہے تو عجز کا اعتراف کرتے ہوئے پھر کیوں نہ کہا جائے۔

اگر میرا ہر بن مُو ایک زبان بن جائے — تیری توصیف کروں ہر داستان کے ساتھ
نہ پرو سکوں تیرے شکر کے موتی نہ ہو سکے — بیان بال برابر بھی تیرے جودوکرم کا

اور روئے بیان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلِ خاندان اور منتخب رُوزگار ساتھیوں پر درود کے رنگ گلابی سے مزین وآراستہ ہو کہ جنھوں نے گمراہی کی شب کے تاریک دلوں کو صبح ہدایت کی سپیدی سے روشن کر دیا اور کمالِ رسالت اور جمالِ ولایت کی تعریف کرنے والی زبانوں کو ایک دھن لگا دی۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد! یہ ایک رسالہ ہے موسوم ''بِھِدَایَۃُ النُّورِ فِیمَا یَتَعَلَّقُ بِالْاَظْفَارِ وَالشُّعُوْرِ'' کہ بندہ مجسم قصور وگناہ محمد سعد اللہ نے (اللہ تعالٰی اس کی عقبٰی کو دنیا سے بہتر کرے) اس کے وجود کے رنگ کو بعض دوستوں کی درخواست پر ۱۲۶۶ھ میں رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے دوران بیان کے صفحے پر بکھیرا اور اس کی ترتیب کے موتیوں کی لڑی کو پانچ ابواب کی دلہنوں کے گلے میں ڈالا۔

(۱)...... پہلا باب آدمی کے چہرے کے بالوں کے بیان میں ہے۔

(۲)......دوسرا باب چہرے کے ماسوا سارے بدن کے بالوں کے بیان میں ہے۔

(۳)......تیسرا باب ناخنوں کے بیان میں ہے۔

(۴)...... چوتھا باب عمومی متفرقات کے بیان میں ہے۔

(۵)...... پانچواں باب خضاب کے بیان میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر فصل اور باب میں حق اور درستگی کے القاء کرنے والے ہیں، اور ہر مشکل اور حساب کو آسان کرنے والے ہیں، اور اسی کی طرف رجوع کرنا ہے اور قرار پکڑنا ہے۔ فقط

خلاصۂ مسائل

ملحوظہ: کتاب میں پھیلے ہوئے مسائل کو بطور اختصار اور افادۂ عام کے اصل کتاب سے پہلے بھی ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ جو حضرات دلائل وتفصیلات میں نہ جانا چاہیں، وہ بھی بالوں وغیرہ کے متعلق ان تمام مسائل سے مستفید ہوسکیں (یاد رہے کہ خلاصۂ مسائل کے الفاظ اور ترتیب اصل کتاب کے مطابق نہیں ہے)......از مترجم

مسئلہ ۱: مَردوں کے لئے پورے سر کے بال رکھنا مسنون ہے اور ان کو منڈانا بھی جائز (مباح) ہے۔

مسئلہ ۲: قُزع یعنی سر کے کچھ بال منڈا دینا یا کٹوا دینا اور کچھ چھوڑ دینا یا کہیں سے کم کٹوانا کہیں سے زیادہ کٹوانا یہ تمام صورتیں جائز نہیں۔

مسئلہ ۳: بوقت ضرورت (مثلاً علاج وغیرہ کے موقعہ پر) قزع کی مرد وعورت دونوں کے لئے جواز اور گنجائش ہے۔

مسئلہ ٤: عورتوں کو سر منڈانا ہر صورت میں ناجائز ہے مگر علاج کی ضرورت سے گنجائش ہے۔

مسئلہ ٥: عورتوں کو مردوں کی مشابہت کرتے ہوئے سر کے بال کاندھوں تک کٹوانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ٦: بچی کے سر کے بال نو سال تک مونڈنا جائز ہے۔

مسئلہ ۷: سر کے بال چونا، بال صفا پاؤڈر، کریم وغیرہ سے صاف کرنا جائز ہے، مگر بہتر نہیں۔

مسئلہ ۸: سر منڈانے کا آغاز جس کا سر مونڈا جا رہا ہو اس کی دائیں جانب سے سنت ہے نہ کہ مونڈنے والے (یعنی نائی) کی دائیں جانب سے (وھو الاصح)

مسئلہ ۹: انسانی بدن کے کاٹے ہوئے بال پاک ہیں، اگر بال کٹواتے یا مونڈواتے ہوئے جسم یا کپڑوں پر پڑ جائیں تو نماز ان کے ساتھ درست ہے، اور کسی پاک چیز میں گر جائیں تو وہ ناپاک نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۱۰: سر کے بالوں کا جُوڑا بنا کر (بالوں کو جمع کر کے سر پر باندھنا) اسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے (اور یہ کراہت کا حکم اصلاً تو مَردوں کے لئے ہے البتہ بعض صورتوں میں عورت کے لئے بھی یہی حکم ہے)

مسئلہ ۱۱: عورتوں کے لئے غسلِ واجب کے وقت بٹے ہوئے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا کافی ہے (بال کھولنے کی ضرورت نہیں) مگر مَردوں کو جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

مسئلہ ۱۲: سر کے بالوں میں مانگ نکالنا سنت ہے اور سدل (مانگ نکالے بغیر بال پیچھے کو ڈالنا) بھی جائز ہے (اور یہ حکم مرد وعورت دونوں کے لئے ہے)

مسئلہ ۱۳: بالوں کو کاندھوں تک اور اس سے کم لمبا کرنا جائز ہے (بلکہ مسنون ہے، جبکہ اس کی نگہداشت رکھے)

مسئلہ ۱٤: سر کے بالوں کے ساتھ انسانی بال ملانا جس کو وصل کہتے ہیں یہ مرد وعورت ہر دو کے لئے ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

مسئلہ ۱۵: ملائے ہوئے بالوں کے ساتھ نماز کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے (گو کراہت کے ساتھ ہو)

مسئلہ ۱٦: عورتوں کو ریشمی یا غیر ریشمی پراندی وغیرہ سے بال باندھنا جائز ہے، خواہ رنگین ہو یا سادہ۔

مسئلہ ۱۷: عورتوں کو مصنوعی (غیر انسانی) بال سر کے بالوں کے ساتھ ملانا جائز ہے۔

مسئلہ ۱۸: اگر کسی غلام کی پیشانی پر بال نہ ہوں تو بائع (بیچنے والا) اس غرض سے کہ قیمت زیادہ لگے اس کی پیشانی پر بال لٹکا سکتا ہے اور اگر غلام خدمت کے لئے ہو تو اس طرح اس کے بالوں میں اضافہ کرنا جائز نہیں (اس زمانے میں شرعی غلام ناپید ہیں)

مسئلہ ۱۹: سر کے بالوں میں تیل وکنگھی نہ کرنا جس کی وجہ سے ان میں جوئیں پڑ جائیں اور میلے کچیلے ہو جائیں اور پراگندہ ہو کر آپس میں چپک جائیں جیسا کہ بعض ملنگوں کا طریقہ ہے یہ بدعت اور خلاف سنت ہے اور اس میں ہندو جوگیوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے (جو کہ حرام ہے)

ontact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ ۲۰: ایک مٹھی کی مقدار تک داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کو سنت کہنا اس معنی میں ہے کہ دین میں جاری شدہ طریقہ ہے اس اعتبار سے واجب پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ یا سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت کہا جاتا ہے۔

مسئلہ ۲۱: مٹھی سے زائد داڑھی کتروانا اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ معمولی دراز ہوگئی ہو اور اگر ابتداءً مٹھی سے بڑھنے کے زمانہ میں نہیں کاٹی، اور وہ مٹھی سے بہت زیادہ بڑھ گئی تو تب کاٹنا نہ چاہیئے۔

مسئلہ ۲۲: داڑھی مونڈنا حرام ہے اور اسی طرح مٹھی سے کم کٹوانا بھی حرام ہے۔

مسئلہ ۲۳: داڑھی کے باب میں مندرجہ ذیل دس چیزیں مکروہ وممنوع ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے بڑھ کر ہے:

(۱)......سیاہ خضاب کرنا، البتہ جہاد کی غرض سے جو خضاب کیا جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے (یعنی دشمن پر رعب کی غرض سے اپنے بڑھاپے کو چھپائے اور سیاہ خضاب کرکے اپنے آپ کو جوان ظاہر کرے تو مجاہد کے لئے اس کی اجازت ہے)

(۲)......داڑھی کو گندھک کے ذریعے سفید کرنا تاکہ کبرسنی، وقار، بزرگی اور تبحر علمی کا اظہار ہو۔

(۳)...... بے مقصد داڑھی اکھیڑنا یا ابتدائے جوانی میں اپنے آپ کو اَمرد (بے ریش نوعمر لڑکا) ظاہر کرنے کے لئے بال نوچنا۔

(۴)...... بڑھاپے سے ننگ وعار کرتے ہوئے سفید بال چننا۔

(۵)......ایک مٹھی کی مقدار سے داڑھی کو کم کرنا۔

(۶)......داڑھی کو زیادہ ظاہر کرنا اس طور پر کہ سر کے بالوں کی دولٹیں کنپٹی سے دراز کرکے کان کے نرمے کے پاس سے داڑھی میں ملائی جائیں۔

(۷)......ریاء ونمود اور نمائش کی خاطر کنگھی کرنا اور بالوں کو سنوارنا۔

(۸)...... زہد وورع ظاہر کرنے کے لئے داڑھی کو پراگندہ اور الجھی ہوئی چھوڑنا

ontact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(تا کہ لوگ یہ خیال کریں کہ زہد کی وجہ سے کنگھی پٹی کرنے میں مشغول نہیں ہوتا)

(۹)...... جوانی یا بڑھاپے کی وجہ سے داڑھی کی سیاہی یا سفیدی کو خود پسندی کی نظر سے دیکھنا۔

(۱۰)...... سرخ یا زرد خضاب اتباعِ سنت کی بجائے اپنے آپ کو صالحین میں شمار کرانے کی غرض سے کرنا (احیاء العلوم للغزالی)

مسئلہ ۲٤: داڑھی کے جو بال ٹوٹ جائیں ان کو دو ٹکڑے کر دینا بہتر ہے (یہ بظاہر جادوٹو نے سے بچاؤ کے لئے حفاظتی تدبیر کے طور پر حکم ہے، کیونکہ جس پر جادو کیا جاتا ہے، اس کے بال، ناخن وغیرہ بھی اس عمل میں استعمال ہوتے ہیں)

مسئلہ ۲۵: ریش بچہ (نچلے ہونٹ کے نیچے بالوں کا جو گچھا سا ہوتا ہے) کے بال کاٹنا، مونڈنا مکروہ ہے اس لئے کہ ریش بچہ داڑھی کا حصہ ہے۔

مسئلہ ۲٦: فنیکین یعنی ریش بچہ کے اطراف کے بال صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۲۷: لبوں (مونچھ) کا کتروانا اس طور پر کہ ہونٹ کے برابر ہو جائیں، سنت ہیں، اور مونڈانے میں اختلاف ہے، بعض بدعت کہتے ہیں، بعض اجازت دیتے ہیں، لہٰذا نہ مونڈانے میں احتیاط ہے (بہشتی گوہر ص ۱۱۵)

مسئلہ ۲۸: غازیوں کو قتال کے وقت مونچھیں بڑھانا جائز و مستحب ہے۔

مسئلہ ۲۹: داڑھی کے متصل سبالتین یعنی مونچھوں کے دونوں اطراف کے بال باقی رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۳۰: کسی کی مونچھیں گھنی ہوں کہ وضو کرتے ہوئے پانی ان کے نیچے جلد تک نہ پہنچتا ہو تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ اس صورت میں غسل (جنابت) نہ ہوگا، اہتمام کے ساتھ پانی نیچے جلد تک پہنچانا چاہیئے۔

مسئلہ ۳۱: ناک کے اندر کے بال چننا اور کاٹنا دونوں طرح جائز ہے۔

مسئلہ ۳۲: اَبرو یعنی بھنوؤں کے وہ زائد بال جو گھنے ہونے کی وجہ سے آنکھوں میں پڑتے

ہوں یا دیکھنے میں رکاوٹ بنتے ہوں ان کو کاٹنا جائز ہے،، مگر جو بال عام عادت کے مطابق ہوتے ہیں، انہیں کاٹ کر بھنؤوں کو باریک کرنا (جس کو آج کل پلکنگ ''Plucking'' کہتے ہیں) یہ جائز نہیں۔

مسئلہ ۳۳: دونوں اَبروؤں کے درمیان ناک کے اوپر سیدھ میں بال ہوں تو ان کو زیبائش کی غرض سے صاف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۳۴: چہرے کے وہ اضافی بال جو داڑھی اور چہرے کی خوبصورتی میں رکاوٹ بنتے ہوں ان کو دور کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۳۵: صرف گردن کے بال مونڈانا (گرچہ سر کے بال نہ مونڈائے) جائز ہے، لیکن بہتر نہیں۔

مسئلہ ۳۶: زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا، کاٹنا، اکھاڑنا سب جائز ہے مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی۔

مسئلہ ۳۷: زیرناف بال دور کرنے کے لئے چونا وغیرہ بال صفا پاؤڈر کا استعمال جائز ہے، مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی (البتہ مرد کے لیے اُسترے وغیرہ سے اور عورت کو کریم، پاؤڈر وغیرہ سے صفائی زیادہ بہتر ہے)

مسئلہ ۳۸: زوجین کے لئے ایک دوسرے سے ستر کا پردہ نہیں، لہٰذا اگر شوہر بیوی سے موئے زہار (زیرِ ناف بال) صاف کرنے کا مطالبہ کرے تو عورت پر اس کے حکم کی تعمیل لازم ہوگی۔

مسئلہ ۳۹: جمعہ کے دن مرد وعورت سب کو ناخن تراشنا مستحب ہے۔

مسئلہ ۴۰: ناخن انگلی کے سِروں سے بڑھ جانے کے باوجود جمعہ تک کاٹنے کو موخر کرنا مکروہ ہے (بظاہر مکروہِ تنزیہی ہے، جبکہ اس میں میل کچیل جمع نہ ہو اور نہ پانی نیچے جلد تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتے ہوں)

مسئلہ ۴۱: غازیوں کو بوقتِ جہاد ناخن لمبے کرنا جائز بلکہ مستحب ہے باوجودیکہ ان کا کٹوانا امور فطرت میں سے ہے اس لئے کہ اسلحہ سے اگر وہ خالی ہاتھ ہو جائیں تو ناخنوں سے ہتھیار کا کام

لے سکیں گے۔

مسئلہ ۴۲: ناخن دانتوں سے کاٹنا اچھا نہیں اور یہ برص کی بیماری کا بھی باعث بنتا ہے۔

مسئلہ ۴۳: رات کو ناخن کاٹنا جائز ہے۔

مسئلہ ۴۴: ہفتہ اور اتوار کے دن ناخن تراشنے سے پرہیز کرنا (جیسا کہ بعض لوگوں میں مشہور ہے) صحیح نہیں۔

مسئلہ ۴۵: داڑھی، مونچھ اور سر کے سفید بال چننا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۴۶: عورتوں کے لئے چہرے کے بال (پشم نما) چننا (تھریڈنگ) جائز نہیں، البتہ داڑھی یا مونچھ کے بال اُگ آئیں تو ان کو دور کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام نے نامصہ اور متنمصہ عورت کو بھی ملعون عورتوں میں شمار فرمایا ہے، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر اور تبدیلی کرنے والی قرار دیا ہے (نامصہ وہ عورت ہے جو دوسرے کے ابرو کے بال چنے اور متنمصہ وہ جو اپنے ابروؤں کے بال کسی سے چنوائے، اس مسئلہ میں کچھ مزید تفصیل ہے، جو کتاب کے اندر ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ ۴۷: ناخن اور مونچھیں تراشنا اور زیر بغل بال کاٹنا اور زیر ناف بال صاف کرنا اور جس شخص کا سر منڈانے کا معمول ہو اس کو سر مونڈنا یہ تمام اعمال ہر ہفتہ بجا لانا مستحب ہیں اور اس میں جمعہ کے دن کی رعایت رکھنا بھی مستحب ہے اور زیر بغل و زیر ناف بال ہفتہ بھر سے زیادہ کے وقفے سے بھی صاف کرسکتا ہے اور وقفے کی انتہائی حد چالیس دن ہے، چالیس دن سے زیادہ وقفہ جائز نہیں۔

مسئلہ ۴۸: جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، اُس کے لیے ذوالحج کا چاند نظر آنے سے اپنی قربانی ہونے تک جسم کے بال اور ناخن صاف نہ کرنا افضل و مستحب ہے تاکہ قربانی اس کے تمام اجزائے بدن کا عوض اور بدلہ ہو جائے۔

مسئلہ ۴۹: جسم کے بال اور ناخن اور جو کچھ بدن سے جدا ہو جیسے دانت، چور کا کٹا ہوا ہاتھ، دیگر منقطع شدہ اعضاء و پوست بدن، حیض و نفاس سے آلودہ ناکارہ کپڑے وغیرہ، خون اور جوئیں

ان کو دفن کر لینا افضل و مستحب ہے۔

مسئلہ ۵۰: بالوں اور ناخنوں کا منڈانا اور تراشنا حالت جنابت میں مکروہِ تنزیہی ہے۔

مسئلہ ۵۱ : سر اور داڑھی کو پراگندہ رکھنا اور تیل اور کنگھی سے اس کی نگہداشت نہ رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۵۲ : مردوں کو داڑھی، مونچھ صاف کر کے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنا حرام ہے اور ہاتھ، پاؤں میں مہندی لگانے میں اور لب ولہجہ آواز چال ڈھال اور لباس میں ان کی مشابہت کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۵۳ : داڑھی اور مونچھ وغیرہ کے بال مصیبت کے وقت یا کسی کی موت پر (سوگ کے طور پر) منڈانا جائز نہیں۔

مسئلہ ۵٤ : ٹھوڑی، ابرو اور مونچھوں کے بالوں میں پانی پہنچا دے (اگر غسل کر رہا ہو) یا سر کا مسح کر لے (اگر وضو کر رہا ہو) پھر یہ بال منڈا دے یا وضو کے بعد ناخن کاٹ لے تو ان تمام صورتوں میں دوبارہ ان مذکورہ جگہوں کو دھونے اور پانی پہنچانے کی ضرورت نہیں البتہ اگر ناخن اتنے بڑھ چکے ہوں کہ انگلیوں کے پورے بالکل چُھپ چکے ہوں (جس کی وجہ سے ان تک پانی نہ پہنچا ہو) تو ایسی صورت میں ان کو کٹوانے کے بعد انگلیوں کے پوروں تک پانی پہنچانا لازم ہوگا۔

مسئلہ ۵۵ : حجام کو کسی کے سر کے بال خلاف شرع طریقے پر کاٹنا یا داڑھی مونڈنا اگرچہ آدمی کی فرمائش اور مطالبے پر ہی ہو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ گناہ پر تعاون میں داخل ہے، اور اس پر اجرت ومعاوضہ لینا بھی حلال کمائی میں داخل نہیں۔

مسئلہ ٥٦ : سونے چاندی کے برتن سے سر اور داڑھی پر تیل لگانا مکروہ ہے اور اس کے حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اور اس کی اصل وجہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت ہے۔

مسئلہ ۵۷ : نبی علیہ السلام کے اصل موئے (بال) مبارک سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے برکت حاصل کرنا جائز ہے (اُسُدُ الغابہ میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ

السلام کے بال مبارک کو اپنی ٹوپی میں لگایا تھا، حصول برکت کے لئے، جنگی معرکوں میں اسے سر پر رکھتے تھے اور فتح یاب لوٹتے تھے) [1]

مسئلہ ۵۸: سرخ وزرد خضاب مردوں، عورتوں دونوں کے لئے جائز ومستحب ہے۔

مسئلہ ۵۹: بالکل سیاہ خضاب جو حقیقی سیاہی کے مشابہ ہو سوائے غازیوں کے باقی سب کے لئے ناجائز ہے۔

مسئلہ ٦۰: غازیوں کو کفار پر ہیبت طاری کرنے کی غرض سے سیاہ خضاب کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ٦۱: عورتوں کو ہاتھ پاؤں اور ناخنوں پر خضاب (مہندی) لگانا جائز ہے بشرطیکہ اس میں تماثیل وتصاویر نہ ہوں، اور مَردوں اور بچوں کو ہاتھ پاؤں اور ناخنوں پر کسی بھی قسم کی مہندی لگانا مکروہ ہے۔

مسئلہ ٦۲: غیر معمولی زیب وزینت، میک اپ کنواری عورت کے لئے جائز نہیں، شادی شدہ عورت کے لئے شوہر کی اجازت سے جائز ہے (اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے جو کتاب کے اندر ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ ٦۳: دانتوں کو بلاضرورت رنگین کرنا (خول چڑھا کر یا قلعی وغیرہ کرکے) مَردوں، عورتوں دونوں کو جائز نہیں۔

مسئلہ ٦٤: مہندی وکتم (مہندی کی طرح ایک بوٹی کا رنگ) کے الگ الگ رنگ (خضاب) سے زرد رنگ (خضاب) بہتر ہے اور تنہا مہندی کے رنگ سے مہندی وکتم سے مخلوط رنگ بہتر ہے۔

مسئلہ ٦۵: مُحرِم (حالتِ احرام والا) کو مقررہ وقت (حج وعمرہ کے احرام سے نکلنے کے صحیح موقع) سے پہلے سر اور بدن کے بال اور ناخن دور کرنا کسی بھی طرح سے ہو، جائز نہیں۔

مسئلہ ٦٦: مَردوں کے لئے حج وعمرہ سے حلال ہوتے وقت بال کٹوانے کے بجائے منڈوانا افضل ہے اگرچہ کم از کم ایک پورے کی لمبائی کے برابر کٹوانا بھی جائز ہے۔

---

[1] یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یقین یا غالب گمان سے حضور ﷺ کے موئے مبارک ہونا ثابت ہوجائے، اور ثابت ہونے کے بعد بھی اس سلسلہ میں غلو کرنا اور ان کے ساتھ سجدہ وعبادت والا معاملہ کرنا جائز نہیں، اعتدال اور حدود کو قائم رکھنا ضروری ہے، کیونکہ گناہ سے بچنا ضروری ہے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے برکت حاصل کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ۶۷: حج وعمرہ سے حلال ہوتے وقت جس محرم کے سر پر بال نہ ہوں اس کے لئے بھی سر پر استرا پھیرنا واجب ہے۔

مسئلہ۶۸: حج میں مردوں کے لئے سر کے بال مونڈنے اور کاٹنے دونوں کا جواز اس صورت میں ہے جب دونوں چیزیں ممکن ہوں اور اگر تلبید (بالوں کو سر پر کسی چیز سے چپکا لینا) وغیرہ کے عذر سے مونڈنے سے معذور ہو تو کاٹنا متعین ہے اسی طرح اگر زخم، پھوڑے وغیرہ کی وجہ سے نہ منڈا سکتا ہو تو بھی کٹوانا متعین ہو جائے گا، اور اگر سر پر زخم اتنے زیادہ ہوں کہ نہ منڈوا سکتا ہو اور نہ کٹوا سکتا ہو اور نہ ویسے استرا پھرا سکتا ہو تو یہ عمل اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ۶۹: مُحرم عورتوں کے لئے سر کے بال کٹوانے کا طریقہ یہ ہے کہ سر کے بالوں کے چوتھائی میں سے انگلی کے پورے کے برابر بال کٹوائیں۔

مسئلہ۷۰: عورتوں کے لئے حج وعمرہ سے فراغت پر بال منڈانا جائز نہیں بلکہ کٹوانا متعین ہے

مسئلہ۷۱: ’’خنثیٰ مشکل‘‘ حج وعمرہ میں سر کے بالوں کے کٹوانے میں عورت کے حکم میں ہے۔

مسئلہ۷۲: اگر کسی نے جبراً کسی جوان شخص کے سر کے بال مونڈ دیے اور اس کے بعد اس جوان کے سفید بال اُگ آئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مونڈنے والے پر کوئی جرمانہ لازم نہیں ہے، جبکہ صاحبین ثالث کے ذریعے ضمان وتاوان کی مقدار مقرر کرنے کو لازم قرار دیتے ہیں بشرطیکہ ضمان وتاوان کا مطالبہ کیا جائے۔

مسئلہ۷۳: اگر کسی نے زبردستی کسی بچے کے سر کے بال مونڈ ڈالے (خواہ وہ بال گھنگریالے بھی ہوں) اس کے بعد اس کی جگہ سفید بال اُگ آئے تو مونڈنے والے پر بقدر نقصان تاوان لازم آئے گا (یعنی بچے کو غلام فرض کر کے ان سفید بالوں کی صورت میں اور سابق قدرتی بالوں کی صورت میں اس کی قیمت دیکھی جائے گی جو فرق ہو اس کے بقدر تاوان مونڈنے والے پر لازم ہوگا) گھنگریالے اور غیر گھنگریالے ہونے کی صورتوں میں تفاوت کو نہیں دیکھا جائے گا اس لئے کہ بچوں کے سروں پر اغراضِ فاسدہ کے لئے بال چھوڑنا حرام ہے، اور حرام چیز شرعاً قابل قیمت شمار نہیں ہوتی (حاصل یہ کہ دوبارہ سفید بال اُگنا تو عیب شمار ہوگا، اس لئے تاوان آئے گا، جبکہ

مونڈے ہوئے بال گھنگریالے ہوں اور دوبارہ گھنگریالے بال نہیں اُگے تو یہ عیب شمار نہیں ہوگا، اس لئے تاوان لازم نہیں ہوگا)

مسئلہ ۷۴ : شرفاء اور علویوں کی طرح عام لوگوں کو پٹے چھوڑنا بوجہ ان کے شعار ہوجانے کے مکروہ ہے اور تلبیس میں داخل ہے (ہمارے اس زمانے میں ان طبقوں کا یہ شعار نہیں رہا، پس اس وجہ سے بظاہر کراہت بھی نہ ہوگی۔ واللہ اعلم)

مسئلہ ۷۵ :مَردوں کے حق میں سوائے حالتِ احرام کے بال بٹنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۷۶ : اگر کوئی کسی کی داڑھی زبردستی مونڈ ڈالے تو اس پر پوری دیت لازم ہوگی۔ [1] جبکہ گھنی ہو، اور اگر گھنی نہ ہو تو تاوان کا فیصلہ پنچایت کرے گی، البتہ کوسج کی ٹھوڑی پر جو چند بال اُگے ہوئے ہوں (ایک قول کے مطابق) ان کو مونڈنے سے کچھ بھی لازم نہیں آتا (کوسج وہ شخص ہوتا ہے کہ جوان ہونے کے باوجود اس کی داڑھی نہ آرہی ہو)

مسئلہ ۷۷ :اگر کوئی کسی شخص کی داڑھی کے کچھ بال زبردستی اکھیڑ ڈالے اور پھر ایک سال تک وہ بال دوبارہ نہ اُگیں تو دیت غائب وموجود بالوں پر تقسیم کریں گے اس تناسب سے غائب بالوں کی جتنی دیت بنے گی اکھیڑنے والے پر لازم ہوگی۔

مسئلہ ۷۸ :اگر کسی کو مجبوب بنادیا (یعنی اس کے آلۂ تناسل کو بمع خصیتین کے ضائع کردیا) جس کی وجہ سے اس کی داڑھی جھڑ گئی تو اس صورت میں بھی پوری دیت لازم ہوگی۔

مسئلہ ۷۹ :اگر کوئی زبردستی کسی کی مونچھیں مونڈ ڈالے پھر ایک سال تک بال دوبارہ نہ اُگیں تو حکومت عدل (حَکَم یا پنچایت کے ذریعے ضمان کی تعیین) لازم ہوگی اور اگر داڑھی مونچھ دونوں منڈوائے ہوں تو دونوں کا علیحدہ علیحدہ تاوان لازم ہوگا۔

---

[1] دیت کے تین نصاب ہیں، چاندی سے دس ہزار درہم کی مقدار یا اس کی قیمت (یہ تقریباً 34.02 کلوگرام چاندی بنتی ہے) سونے سے ایک ہزار دینار کی مقدار یا اس کی قیمت (یہ تقریباً 4.86 کلوگرام سونا بنتا ہے) اونٹوں سے سو اونٹ یا ان کی قیمت (یہ اونٹ پانچ قسم کے ہونگے، یک سالہ بیس اونٹنیاں، یک سالہ بیس اونٹ، دوسالہ بیس اونٹنیاں، تین سالہ بیس اونٹنیاں، چار سالہ بیس اونٹنیاں) یہ مرد کی دیت کا نصاب ہے، عورت کی دیت اس سے نصف ہے (احسن الفتاویٰ ج ۸)

مسئلہ ۸۰: اگر کسی نے زبردستی کسی کے دونوں ابرو تراش ڈالے تو پوری دیت لازم ہوگی۔ [۱] اگر ایک ابرو کو مونڈ ڈالا تو آدھی دیت لازم ہوگی اور ایک پلک کسی کی صاف کی تو چوتھائی دیت لازم ہوگی اور دونوں پلکیں صاف کیں تو آدھی دیت ہوگی۔

مسئلہ ۸۱: حمام والے کے ہاتھ سے نورہ (یعنی زیرِ ناف بالوں پر بال صفا پاؤڈر، کریم وغیرہ) لگوانا جبکہ نظر نہ پڑے، اس کا حکم دوسرے کے ستر پر دوا لگانے کی طرح ہے (راجح یہ ہے کہ ایسا کرنا بلا عذر جائز نہیں)

---

[۱] دیت کے تین نصاب ہیں، چاندی سے دس ہزار درہم کی مقدار یا اس کی قیمت (یہ تقریباً 34.02 کلوگرام چاندی بنتی ہے) سونے سے ایک ہزار دینار کی مقدار یا اس کی قیمت (یہ تقریباً 4.86 کلوگرام سونا بنتا ہے) اونٹوں سے سو اونٹ یا ان کی قیمت (یہ اونٹ پانچ قسم کے ہونگے، یک سالہ بیس اونٹنیاں، یک سالہ بیس اونٹ، دو سالہ بیس اونٹنیاں، تین سالہ بیس اونٹنیاں، چار سالہ بیس اونٹنیاں) یہ مرد کی دیت کا نصاب ہے، عورت کی دیت اس سے نصف ہے (احسن الفتاویٰ ج ۸)

بابِ اول

﴿اس میں پانچ فصلیں ہیں﴾

پہلی فصل: (سر کے بالوں کے متعلق)

اس میں ایک مقدمہ اور چند مسائل ہیں۔

مقدمہ ﴿سر کی حدود کے بیان میں﴾

جاننا چاہئے! سر کی ابتداء پیشانی کی جانب سے بال نکلنے کی جگہ سے ہوتی ہے اور اس میں اعتبار عام لوگوں کا ہے پس بعض لوگوں کی جو پیشانی پر ہی بال اُگ آتے ہیں یہ جگہ سر کے حدود میں داخل نہیں بلکہ چہرے کی حد میں داخل ہے (کیونکہ یہ پیشانی کا حصہ ہے) اور

''نَزْعَتَانِ'' اور ''صلع'' [1] سر کے حدود میں داخل ہے (پیشانی کے حدود میں داخل نہیں) اس لئے وضو میں اس کو دھونے کی ضرورت نہیں، اور ''نزعتان'' سے مراد پیشانی کے وہ دونوں اطراف ہیں کہ سر کا حصہ ہونے کے باوجود بعض لوگوں کے ان دونوں اطراف میں بال نہیں ہوتے، پس بال نہ ہونے سے مغالطہ کھا کر ان اطراف کو پیشانی کا حصہ نہیں سمجھنا چاہئے۔

اور ''صلع'' سے مراد پیشانی کے متصل سر کا بالکل ابتدائی حصہ ہے، بعض لوگوں کے اس حصہ پر بال نہیں ہوتے جس سے اس کے پیشانی کا حصہ ہونے کا گمان ہوتا ہے۔

لیکن شرعاً اس کو سر ہی کا حصہ شمار کیا جائے گا، اس لئے وضو میں اس کو چہرہ دھونے کے ساتھ نہیں

---

[1] الصَّلَعُ: محرکة انحسار شعر مقدم الرأس لنقصان مادة الشعر فی تلک البقعه وقصورها عنها واستیلاء الجفاف علیها...... صلع کفرح وهو اصلع وهی صلعاء ج صلع وصلعان وموضع الصلع الصَّلَعَةُ (القاموس المحیط ج۲ ص۹۹۰ بیروت)

(المغرب ج۱ ص۴۷۹، مجمل اللغة لابی حسین الرازی ص۴۱۵، الصحاح للجوهری ج۳ ص۵۲۳)

دھویا جائے گا۔

''نزعتان'' کی اس ہیئت کو اہلِ عرب پسند کرتے ہیں۔

اور لغت کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ جس مرد کی پیشانی کے دونوں جانب بال نہ ہوں اس کو ''انزع'' کہتے ہیں اور جو عورت ایسی ہو اس کو ''زعرا'' کہتے ہیں بجائے ''نزعا'' کے (حالانکہ ازروئے قاعدہ اس کو نزعا کہنا چاہئے) [1]

پس نزعتان نزع سے ماخوذ ہے یعنی الگ ہونا گویا کہ بال اس جگہ سے ہٹ گئے اور تہذیب میں یہ بھی مذکور ہے:

''اَلنَّزْعَتَانِ مِنَ الرَّأْسِ عِنْدَنَا وَعِنْدَجَمَاهِيْرِ الْعُلَمَاءِ وَاسْتَحَبَّ الشَّافِعِيُّ وَالْاَصْحَابُ غَسْلَهُمَا مَعَ الْوَجْهِ لِلْخُرُوْجِ مِنْ خِلافِ مَنْ قَالَ هُمَا مِنَ الْوَجْهِ'' [2]

ترجمہ: ''نزعتان سر کا حصہ ہیں ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے چہرے کے ساتھ اس کا دھونا مستحب قرار دیا ہے تاکہ جن لوگوں نے اس کو چہرے کا حصہ سمجھا ہے احتیاطاً ان کے قول پر بھی عمل ہو جائے''

اور صلع سے مراد پیشانی کے متصل سر کے سامنے کے حصہ پر بال نہ ہونا ہے جیسا کہ بعض لوگوں میں ایسا ہوتا ہے، بالوں سے خالی سر کا یہ حصہ صلع کہلاتا ہے۔

اصلع، صلعاء مثل احمر، حمراء اس کے صیغہائے صفت ہیں۔

اور آنکھ اور کان کے درمیان رخسار کی ابھری ہوئی ہڈی کی بالائی جانب کا حصہ جس کو صدغ کہتے

---

[1] النَّزَعَةُ: (محركة) موضع النزع من الرأس وانحصار الشعر من جانبي الجبهة وهو انزع وهي زعراء ولاتقل نزعاء وانزع ظهرت نزعتاه اذاانحسر من جانبي جبهة كما في المصباح الخ (القاموس المحيط ج۲ص۱۰۲۵)

(الصحاح للجوهري ج۳ص۵۸۴بيروت، المغرب ج۲ص۲۹۷)

[2] تهذيب الاسماء واللغات للنووي ج۴ ص ۲۴۶

وفي الدرالمختار: لكن يندب من الخروج من الخلاف ......لكن بشرط عدم لزوم الارتكاب مكروه مذهبه (درمع الشامي ج۱ ص۱۴۷، ايچ ايم)

ہیں یہ سر کا حصہ ہے۔

جس کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تلقین ہے جو انہوں نے نائی کو کی تھی:

’’ اَبْلِغِ الْعَظْمَيْنِ فَاِنَّهُمَا مُنْتَهَى اللِّحْيَةِ ‘‘ [۱]

ترجمہ: ’’سر کے بال کنپٹی کی دونوں ہڈیوں تک مونڈ ڈالو! اس لئے کہ وہاں تک داڑھی کی حد ہے‘‘

اور ان دونوں ہڈیوں کو عربی میں ’’فنیکین‘‘ بھی کہتے ہیں، جیسا کہ صاحبِ نہایہ نے حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

’’اَمَرَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اَنْ اَتَعَاهَدَ فَنِیْکَیَّ ‘‘ [۲]

ترجمہ: ’’جبرئیل علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فنیکین کی رعایت رکھوں ‘‘

اور گُدی کی جانب سر کی حد گردن تک ہے لیکن گردن سر کی حد سے خارج ہے اس لئے گردن کا مسح سر کے مسح میں داخل نہیں۔

البتہ موضع تحذیف یعنی وہ حصہ جو صدغ (کنپٹی) اور نزعتان (اطراف پیشانی) کے درمیان ہے جس پر ہلکے ہلکے بال ہوتے ہیں اس کے متعلق اختلاف ہے۔ [۳]

ابن سریج کے بقول یہ حصہ چہرے میں شامل ہے کیونکہ چہرے کی رنگت (سپیدی) اس حصہ میں نمایاں ہے۔

---

[۱] وقال عطاء يبلغ به الى العظمين الذين عند منتهى الصدغين لانهما منتهى نبات الشعر ليكون مستوعبا لجميع رأسه(عمدة القارى ج ۱۱ ،باب الحلق والتقصير عندالاحلال)

عن نافع عن ابن عمر انه كان يقول للحلاق اذا حلق فى الحج ابلغ الى العظمين (مصنف ابنِ ابى شيبه ج۴ص ۴۰۵،ماوجد ’’فانهما منتهى اللحية‘‘مترجم)

[۲] جاء نى جبرائيل فقال ان ربک يامرک ان تغسل الفنيک، قال وما الفنيک؟ قال الذقن(كنزالعمال ج۹ ص ۳۰۲ حديث نمبر ۲۶۱۰۵)

امرنى جبرئيل ان اتعاهد فنيكئى عندالوضوء. (نهاية فى غريب الاثر للجزرى ج۳،باب الفاء مع النون)

[۳] قلت صحح الجمهوران موضع التحذيف من الرأس(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج،باب الوضوء،ج۲ ص ۳۷۳)

اس وجہ سے شرفاء گھرانوں میں اس حصہ پر اگنے والے بالوں کو دور کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
اور اس جگہ کو موضع تحذیف کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس جگہ کے بالوں کو دور کیا جاتا ہے۔
''کتاب البرکہ'' میں لکھا ہے:

''قَدْتَعَوَّدَالنَّاسُ التَّحْذِيفَ وَلَابَأْسَ بِهٖ قَالَ الْغِزَالِيُّ وَهُوَالْقَدْرُالَّذِیْ اِذَا وُضِعَ الْخَيْطُ عَلٰی رَأْسِ الْاُذُنِ وَالطَّرْفُ الثَّانِیُ عَلَی الْجَبِيْنِ وَقَعَ فِیْ جَانِبِ الْجَبْهَةِ وَلَيْسَ مِنَ الْقُزَعِ فِیْ شَيْئٍ''

ترجمہ: ''لوگوں کی عادت موضعِ تحذیف سے بال دور کرنے کی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، امام غزالی فرماتے ہیں کہ تحذیف وہ جگہ ہے کہ اگر دھاگے کا ایک کنارہ کان کے سرے پر رکھا جائے اور دوسرا سرا پیشانی پر رکھا جائے تو پیشانی کی جانب کا مقام موضع تحذیف ہے اور یہ عمل (موضع تحذیف سے بال صاف کرنا) قـــزع میں داخل نہیں ہے'' (قزع کی تفصیل آگے آرہی ہے)

ابواسحاقؒ اور اس کے متبعین کے نزدیک یہ بال سر کے بالوں کے متصل ہونے کی بناء پر اسی کے حکم میں ہیں۔

وَهُوَالْمُوَافِقُ لِنَصِّ الشَّافِعِیِّ وَالْاَوَّلُ اَظْهَرُوَالثَّانِیُ اَشْهَرُ [1]

ترجمہ: ''یہ قول امام شافعی کی تصریح کے موافق ہے اور پہلا قول ظاہر کے زیادہ مناسب ہے جبکہ زیادہ مشہور دوسرا قول ہے''

اور امام نووی نے ''شرح منہاجؒ'' میں فرمایا ہے:

''صَحَّحَ الْجُمْهُوْرُاَنَّ مَوْضِعَ التَّحْذِيفِ مِنَ الرَّأْسِ''

ترجمہ: ''جمہور نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ موضع تحذیف سر کا حصہ ہے'' [2]

اور جلال الدینؒ محلی نے اس کی شرح میں فرمایا ہے:

---

[1] کذافی فتح العزیز شرح الوجیز للرافعی (ج ا ص ۳۹۹ ملخصاً بلفظہٖ)

[2] مترجم عرض کرتا ہے کہ جب صدغ (کنپٹی) بھی سر کا حصہ ٹھہرا تو موضع تحذیف جو اس سے بھی اوپر بجانب سر ہے، اس کا سر کا حصہ ہونا اس لحاظ سے بھی قرینِ قیاس ٹھہرتا ہے۔

’’لِاتِّصَالِ شَعْرِہٖ بِشَعْرِ الرَّأْسِ وَنَقَلَ الرَّافِعِیُّ فِیْ شَرْحَیْہِ تَرْجِیْحَہٗ عَنِ الْاَکْثَرِیْنَ‘‘

ترجمہ: ’’بوجہ ان بالوں کے سر کے بالوں کے ساتھ متصل ہونے کے اور رافعی نے اپنی دونوں شرحوں میں اکثر اہلِ علم سے اسی کی ترجیح نقل کی ہے‘‘

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ مواضعِ مذکورہ سر کی حد میں داخل ہیں پس ان جگہوں کے بالوں کو بھی سر کے بالوں کا حکم حاصل ہے یعنی سر منڈانے کے ساتھ ان کو منڈایا جائے ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۱: مردوں کے لئے پورے سر کے بال رکھنا مسنون ہے اور ان کو منڈانا جائز (مباح) ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج وعمرہ کے علاوہ سر منڈانا ثابت نہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بھی طرزِ عمل اور معمول اسی کے مطابق تھا۔

البتہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سر کے بال منڈاتے تھے اور مواہب میں مذکور ہے:

’’لَمْ یُرْوَ اَنَّہٗ ﷺ حَلَقَ رَأْسَہُ الشَّرِیْفَ فِیْ غَیْرِ نُسُکِ حَجٍّ اَوْ عُمْرَۃٍ فِیْمَا عَلِمْتُہٗ فَتَبْقِیَۃُ الشَّعْرِ فِی الرَّأْسِ سُنَّۃٌ وَمُنْکِرُھَا مَعَ عِلْمِہٖ یَجِبُ تَادِیْبُہٗ وَمَنْ یَسْتَطِعُ التَّبْقِیَۃَ یُبَاحُ اِزَالَتُہٗ‘‘

ترجمہ: ’’نبی علیہ السلام سے حج وعمرہ کے علاوہ جہاں تک مجھے معلوم ہے سر منڈوانا مروی نہیں، پس سر پر بال چھوڑنا سنت ہے اور جاننے کے باوجود اس کی سنّیت کا منکر لائق تعزیر ہے۔

اور جو کوئی بالوں کی نگہداشت (تیل، کنگھی وغیرہ) پر قادر ہو تب بھی اس کے لئے سر منڈانا مباح ہے‘‘

اسی طرح ’’روضہ‘‘ اور امام نووی کی ’’مجموع‘‘ میں یہ روایت مذکور ہے۔

اور ابنِ قیم نے بھی زاد المعاد میں نقل کیا ہے:

’’لَمْ یَحْلُقِ النَّبِیُّ ﷺ رَاْسَہُ الشَّرِیْفَ اِلَّا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ‘‘

ترجمہ: ''نبی علیہ السلام نے صرف چار مرتبہ سر مبارک منڈوایا'' [1]

عمرۂ قضا میں، فتحِ مکہ کے موقع پر، عمرۂ جعرانہ میں اور حجۃ الوداع کے موقع پر کہ ان ہی چار مواقع پر ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظّمہ میں حاضری کے مواقع میسر آئے۔

اور نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ ''باب ترجّل'' میں حدیث '' اُحْلُقُوْا کُلَّہٗ اَوِ اتْرُکُوْا کُلَّہٗ '' کے ذیل میں فرمایا ہے:

''فِی الْحَدِیْثِ اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ الْحَلَقَ فِیْ غَیْرِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ جَائِزٌ وَاِنَّ الرَّجُلَ مُخَیَّرٌ بَیْنَ الْحَلَقِ وَتَرْکِہٖ لٰکِنَّ الْاَفْضَلَ اَنْ لَّا یُحْلِقَ اِلَّا فِیْ غَیْرِاَحَدِ النُّسُکَیْنِ کَمَا کَانَ ﷺ یَفْعَلُہٗ وَاَصْحَابُہٗ وَانْفَرَدَ مِنْھُمْ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ'' [2]

ترجمہ: ''اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حج وعمرہ کے علاوہ بھی سر منڈانا جائز ہے اور آدمی کو سر منڈانے اور بال رکھنے میں اختیار ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ حج وعمرہ کے علاوہ سر نہ منڈائے جیسا کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنھم کا دستور تھا لیکن حضرت علی اس معاملہ میں منفرد تھے (کیونکہ آپ سر منڈاتے تھے)''

عینی شرح بخاری میں ہے:

''اِدَّعٰی ابْنُ عَبْدِالْبَرِّالْاِجْمَاعَ عَلٰی اِبَاحَۃِ حَلَقِ الْجَمِیْعِ وَھُوَ رِوَایَۃٌ عَنْ

---

[1] قال علی القاری فی المرقاۃ ج ۸ ص ۳۰۱ له ﷺ قدومات اربعة بمكة عمرة القضاء وفتح مكه و عمرة الجعرانه و حجة الوداع الخ (وكذافی جمع الوسائل)
وفيه نظرلان النبی عليه السلام حلق رأسه فی الحديبية ولم يثبت عنه عليه الصلاة والسلام حلق الرأس فی فتح مكة لعدم ادائه العمرة فی وقعة فتح مكه(مترجم)
ويؤيده لفظ زاد المعاد ايضا(علىٰ رغم مؤلف الكتاب) حيث قال:''دخل رسول الله ﷺ مكة بعدالهجرة خمس مرات سوى المرة الاولىٰ فانه وصل الى الحديبية وصد عن الدخول اليهاالخ (زادالمعاد ،فصل بعد فصل فی هديه فی حجه وعمره ج ۱ ص ۲۵۸) فليراجع ايضاًفتح البارى ج۵ ص ۴۱۵، كتاب الشروط،زرقانی شرح مواهب بحواله سيرة المصطفیٰ ج ۲ ص ۳۶۱)
فليراجع للتفصيل فی آخر الكتاب الضميمة الاولیٰ ''آنحضرت ﷺ کے عمروں کی تعداد''، مترجم

[2] مرقاۃ ج ۸ ص ۲۹۴۔

اَحْمَدَ ‘‘ [۱]

ترجمہ: ’’ابنِ عبدالبر نے پورے سر کے بال منڈانے کی اباحت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے‘‘

اور محدث دہلوی نے شرح صراط مستقیم میں فرمایا ہے کہ سر کے بال منڈانا مرد حضرات کے لئے بالاتفاق جائز ہے اور جو لوگ بالوں کو تیل لگانے اور درست رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں ان کے لئے (سنت کے مطابق) بال رکھنا افضل ہے۔ [۲]

اور ’’مدارج النبوۃ‘‘ میں فرمایا ہے کہ:

سر کے بال (سنت کے مطابق) رکھنا سنت ہے اور قدیم عرب کی یہی عادت تھی لیکن تیل کنگھی کے ذریعہ بالوں کی نگہداشت رکھنی چاہئے، اور اب تو عام وخاص اکثر لوگوں میں بال منڈانے ہی کا رواج ہے خصوصاً مشائخ، صوفیاء اور درویش صفت لوگ (مولف کی مراد اس سے اپنے زمانہ کے اہلِ ہند ہیں) بظاہر اس کی وجہ بالوں کی نگہداشت سے ان کی عدیم الفرصتی ہے۔

اور ’’منتھی الارادات‘‘ میں فقہ حنبلی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سر پر بال رکھنا سنت ہے مگر جب

---

[۱] عمدۃ القاری ج ۲۲ باب القزع.

[۲] اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ امداد الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’سنتِ مطلقہ وہ ہے جس کو حضور ﷺ نے بطورِ عبادت کیا ہے، ورنہ سنن زوائد سے ہوگا، تو بال رکھنا حضور ﷺ کا بطورِ عادت کے ہے نہ بطورِ عبادت کے؛ اس لیے اولیٰ ہونے میں تو شبہ نہیں، مگر اس کے خلاف کو خلافِ سنت نہ کہیں گے، اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نہ ہوتی، چہ جائیکہ وہ حدیث بھی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کے، جواز بلا کراہت ہونے کے اور خلافِ سنت نہ ہونے کے۔

پس جس حالت میں بالکل منڈا نا دینا جائز ہے تو قصر (یعنی نہ پورے منڈوانا اور نہ پورے رکھنا بلکہ چھوٹے کرنا، جبکہ سب طرف سے برابر ہوں) کرانے میں کیا حرج ہے؟

للاجماع علی التساوی حکم القصر والحلق لشعر الرأس فی مثل ھذا الحکم والی التساوی اشیر بقولہ تعالیٰ محلقین رؤسکم ومقصرین‘‘ (جلد۴ صفحہ ۲۲۴)

اور اسی طرح اس قول کے جواب میں کہ تقصیر حج کے ساتھ خاص ہے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’جواز تقصیر کا حج کے ساتھ مخصوص ہونا محتاجِ دلیل ہے‘‘ الخ (ایضاً صفحہ ۲۲۵)

اس کی نگہداشت نہ ہوسکے پھر سنت نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام احمد نے امام شافعی کی متابعت کرتے ہوئے فرمایا:

"لَوْنُقَوِّیَ عَلَیْہِ اِتَّخَذْنَاہُ وَلٰکِنْ لَہٗ کُلْفَةً وَمُؤْنَةً" [1]

ترجمہ: "اگر ہم بالوں کی نگہداشت کرسکتے تو رکھ لیا کرتے، لیکن بالوں کی پاسداری میں تکلیف ومشقت ہے"

اشکال: جب سر کے بال رکھنے کی مسنونیت ثابت ہوچکی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس سنت کو چھوڑ کر اباحت پر عمل کرنے کی کیا وجہ ہوئی باوجودیکہ حضرت علی اتباع سنت کے حریص اور شائق ہونے میں باقی صحابہ سے کم نہ تھے؟

حلِ اشکال: اس کی وجہ غسل کی تکمیل میں کامل احتیاط کو عمل میں لانا ہے جیسا کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث:

"مَنْ تَرَکَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ یَغْسِلْھَا فُعِلَ بِھَا کَذَا وَکَذَا مِنَ النَّارِ"

ترجمہ: "جس نے غسلِ جنابت میں ایک بال برابر جگہ بھی خشک چھوڑ دی اس کو جہنم میں ایسی ایسی سزا دی جائے گی"

روایت کرنے کے بعد فرمایا:

"فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَأْسِیْ" [2]

ترجمہ: "اس وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوگیا"

یعنی سر منڈانے کی وجہ مذکورہ وعید سے بچنے کے لئے کامل احتیاط کو عمل میں لانا ہے، زینت مقصود نہیں۔

پس گویا کہ آپ سنت کی ظاہری متابعت فوت ہونے کی وجہ اور عذر بیان فرمارہے ہیں۔

---

[1] شرح منتهی الارادات ج ۱ باب التسوک وغیرہ من سنن الفطرة

[2] سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۲۱۷، کتاب الطهارة، فی غسل من الجنابة جلد ۱

اور بعض علماء کے نزدیک بال منڈانا اور رکھنا دونوں سنت ہیں۔

دلیل میں نبی علیہ السلام کا یہ قول پیش کرتے ہیں:

"مَنِ اتَّخَذَ شَعْرًا فَلْيُحْسِنْ اِلَيْهِ اَوْلِيُحَلِّقْهُ" [۱]

ترجمہ: "جو کوئی بال رکھے تو ان کو اچھی طرح رکھے (دھوئے، تیل کنگھی وغیرہ کرے) ورنہ منڈادے"

اور اس کی تائید ابوداؤد میں مروی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے:

"مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ" [۲]

ترجمہ: "جس کسی کے بال ہوں اسے چاہئے کہ ان کی نگہداشت رکھے"

اور طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ:

سر منڈانے کو معمول بنانا سنت ہے اس لئے کہ یہ نبی علیہ السلام کی تقریری سنت کے قبیل سے ہے اور پھر خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سر منڈانے پر مواظبت (ہمیشگی) بھی تنہا سنت ہونے کے لئے کافی ہے۔

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ" [۳]

ترجمہ: "میرے اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو"

پس لامحالہ سر منڈانا بھی مسنون ہوا۔

البتہ ابنِ حجر اور ملا علی قاری نے اس پر رد فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل اس باب میں خاص طور پر نبی علیہ السلام اور ان کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کے برخلاف واقع ہوا ہے۔

---

[۱] رواہ الطبرانی فی الاوسط حدیث نمبر ۴۰۸۰ ج۹ ص ۱۳۳، و فی مجمع الزوائد باب ماجاء فی الشارب

[۲] الجامع الصغیر للسیوطی ج۶ حرف المیم حدیث نمبر ۸۹۷۴، ابو دائود ج۲ کتاب الترجل، باب فی اصلاح الشعر.

[۳] مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالسنۃ، ابن ماجہ ج ۱، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین.

لہٰذا موجبِ سنت نہ ہوا، اور باعثِ رخصت واباحت ہونے سے انکار نہیں۔

راقم الحروف (مصنف کتاب اس پر) کہتا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت نہ فرمانے کی بناء پر تقریر نبی میں داخل ہوا تو ضرور یہ سنت کہلائے گا۔

زیادہ سے زیادہ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے برعکس سر پر بال رکھنا بھی سنت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری میں روضہ زندویسی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"وَاِنَّ السُّنَّةَ فِیْ شَعْرِ الرَّأْسِ اِمَّا الْفَرْقُ وَاِمَّاالْحَلَقُ وَذَکَرَالطَّحْطَاوِیُّ اَلْحَلَقُ سُنَّةٌ وَنُسِبَ ذَالِکَ اِلَی الْعُلَمَاءِ الثَّلاَثَةِ" [۱]

ترجمہ: "تحقیق سنت طریقہ سر کے بالوں کے حق میں یہ ہے کہ یا تو بال رکھ کر درمیان سے سیدھی مانگ نکالی جائے اور یا پھر سر منڈایا جائے اور امام طحاوی نے سر منڈانے کو سنت کہا ہے اور یہ بات ائمہ ثلاثہ احناف کی طرف منسوب کی ہے (جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے)"

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ پورا سر منڈانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ خارجیوں کا شعار ہے۔ [۲]

اور ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے:

"اِنَّ الْخَوَارِجَ سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ وَکَانَ السَّلَفُ یُوْفِرُوْنَ شُعُوْرَھُمْ لاَ یَحْلِقُوْنَھَاوَکَانَتْ طَرِیْقَةُ الْخَوَارِجِ حَلَقَ جَمِیْعِ رُؤُوْسِھِمْ" [۱]

ترجمہ: "تحقیق خوارج کا شعار اور عادت سر منڈانا تھا اور سلفِ صالحین بال رکھتے تھے منڈاتے نہیں تھے اور خوارج کا طریقہ پورا سر منڈانے کا تھا"

---

[۱] و فی عالمگیری ج۵ کتاب الکراھیة، الباب التاسع عشر فی الختالحصاء و حلق المراة شعرھا ووصلھا شعر غیرھا

[۲] وادعی ابن عبدالبر اجماع علی اباحة حلق الجمیع وھو روایة عن احمد وروی عنه انه مکروہ لماروی عنه ان من وصف الخوارج (عمدة القاری ،باب تطییب المرأة زوجھاتحت حدیث ۵۹۲۰)

[۳] فتح الباری، ج ۸، کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالب و خالد بن الولید الی الیمن قبل حجة الوداع.

لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب سر منڈانے کی کراہت کا نہیں بلکہ اباحت کا ہے، اس لئے کراہت کا حکم ان کا محض ایک قول ہے۔

مسئلہ ۲: سر کے کچھ بال منڈا دینا اور کچھ چھوڑ دینا جائز نہیں، اور اس کو عربی میں قزع (بفتحتین) کہتے ہیں قزع السحاب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے، جو بادل کے متفرق ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔[۱]

اور صاحب محکم ومہذب سے نقل کیا گیا ہے:

"هُوَ اَخْذُ بَعْضِ الشَّعْرِ مِنَ الرَّأسِ"

ترجمہ: "قزع سر کے بعض حصے کے بال منڈانے کو کہتے ہیں"

اور اس کے بعد فرمایا:

"ظَاهِرُ كَلَامِهِ اَنَّ مُطْلَقَ الْبَعْضِ مَكْرُوْهٌ"

ترجمہ: "اس کے ظاہر کلام سے علی الاطلاق بعض سر منڈانے کی کراہت معلوم ہوتی ہے"

اور لفظ قزع اسم جنس یا جمع کا صیغہ ہے اور اس کی واحد قزعۃ (بفتح قاف و ایضا بضمہ) ہے اور قزع کی ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ صحیحین میں ابن عمر سے مروی ہے:

"سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَنْهٰى عَنِ الْقُزَعِ"[۲]

ترجمہ: "میں نے نبی علیہ السلام سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم نے قزع سے منع فرمایا"

اس حدیث کے راوی نافع جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں سے پوچھا گیا کہ:

قزع کے کیا معنی ہیں؟

تو فرمایا:

"يُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ بَعْضٌ"[۳]

---

[۱] القزع: ان یحلق رأس الصبی وتترک مواضع منه متفرقة غیر محلوقة تشبیها بقزع الشحاب (القاموس المحیط ج۲ ص۱۰۰۶، بیروت)

[۲] بخاری کتاب اللباس باب القزع، نسائی کتاب الزینة من السنن باب ذکر النهی عن ان یحلق بعض الشعر الصبی ویترک بعضه

[۳] کذا فی الصحیحین، مسلم ج۳، کتاب اللباس والزینة، باب الکراهة القزع حدیث نمبر ۲۱۲۰
القزع: وهو ان یحلق البعض ویترک البعض الخ (شامی ج۶ ص۴۰۷، کتاب الحظر والاباحة)

ترجمہ: ''بچے کے سر کے کچھ حصہ کے بال منڈا دینا اور کچھ حصہ کے چھوڑ دینا''

اور اسی طرح صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَأٰی صَبِیًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَأْسِہٖ وَتُرِکَ بَعْضُہٗ فَنَھَاھُمْ عَنْ ذَالِکَ فَقَالَ اِحْلِقُوْا کُلَّہٗ اَوِاتْرُکُوْا کُلَّہٗ'' [۱]

ترجمہ: ''نبی علیہ السلام نے ایک بچے کو دیکھا کہ جس کے سر کے کچھ حصہ کے بال مونڈے ہوئے تھے اور کچھ حصہ پر بال چھوڑے ہوئے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یا تو پورا سر منڈایا جائے یا سارے سر پر بال چھوڑے جائیں''

راقم السطور (مصنف کتاب) کہتا ہے کہ قزع جو اِن علاقوں (یعنی دیارِ ہند) میں مروج ہے آٹھ قسم پر ہے:

(۱)...... قزع کی پہلی قسم یہ ہے کہ صرف چند بال بچوں کے سر پر چھوڑ دیئے جائیں (یعنی چُٹیا چھوڑنا) جیسا کہ ہندوؤں میں رائج ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مناسک'' میں فرمایا ہے کہ بعض علماء اور جہلائے روم جو سر کے درمیان ایک چوٹی سی چھوڑ دیتے ہیں یہ نہایت قبیح امور میں سے ہے۔

اس لئے کہ قزع ممنوع ہے یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کے سرپرستوں کے لئے بھی بچوں کی قزع کرانا ممنوع ہے۔

اور سنن ابی داؤد میں حجاج بن حسان سے مروی ہے کہ:

''ان کے سر پر دو چوٹیاں تھیں''

---

[۱] **بحواله مشكوة باب الترجل فصل اول ، وفي النسائي ان النبي ﷺ رای صبيا حلق بعض رأسه و ترک بعض، فنهی عن ذالک وقال احلقوا كله اوالتركوا كله، كتاب الزينة من السنن الرخصة في حلق الرأس)**

وايضاً في مصنف عبدالرزاق كتاب اهل الكتابين باب القزع.

البتہ مشکوٰۃ باب الترجل فصل اول میں یہ حدیث مسلم شریف کے حوالے سے نقل ہوئی ہے۔

ontact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا برکت کی دعاء فرمائی، اور فرمایا:

"اِحْلِقُوا هٰذَیْنِ اَوْ قُصُّوْهَا فَاِنَّ هٰذَا زَیُّ الْیَهُوْدِ" [۱]

ترجمہ: "ان دونوں کو منڈوا دو یا کاٹ دو اس لئے کہ یہ یہود کی ھیئت ہے"

اور صاحب نصابؔ الاحتساب نے جنایاتؔ ذخیرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

"اِمْسَاکُ الْجَعْدِ فِی الْغُلَامِ حَرَام" هُوَالْمَرْوِیُّ عَنْ اَصْحَابِنَا لِاَنَّهُمْ اِنَّمَا یُمْسِکُوْنَ لِلْاَطْمَاعِ الْفَاسِدَة"

ترجمہ: "بچوں کے سر پر چوٹی رکھنا حرام ہے ہمارے علمائے احناف سے یہی مروی ہے اس لئے کہ یہ فاسد اغراض سے رکھی جاتی ہے"

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ قطع نظر اغراض فاسدہ کے حدیث نہی قزع اور حدیث صحیح مسلم جو کہ مذکور ہوئیں، کی رُو سے بھی یہ ممنوع ہے۔

اور نافع کی روایت میں بچہ کے سر کی تخصیص کرنا اس وقت کے رواج کے پیش نظر ہے ورنہ حدیث کے الفاظ میں عمومیت ہے (چھوٹے بڑے کی تخصیص نہیں) جیسا کہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ:

غالبًا بچے کی تخصیص کرنا اس وقت کے عام رواج کی رعایت سے ہے، ورنہ یہ عمل بچے اور غیر بچے دونوں کے حق میں ممنوع ہے اسی وجہ سے روایاتِ فقہیہ میں ممانعت عام ہے جن میں فرمایا ہے:

"قزع متفرق جگہوں سے سر منڈانے کو کہتے ہیں"

اور ممانعت کا خطاب بچے کے سرپرستوں کو ہے جیسا کہ مذکورہ بالا دوسری حدیث سے واضح ہے۔

(۲)......قزع کی دوسریؔ قسم یہ ہے کہ سر کے اردگرد کے بال منڈا دیے جائیں اور درمیان سے چھوڑ دیے جائیں خواہ وہ تراشے ہوئے بال چھوڑے ہوئے بالوں سے کم ہوں۔

جیسا کہ اہل بنگال کی عادت ہے اور اس کو گردہؔ (جیسے آج کل کا کٹورہ کٹ) کہتے ہیں یا وہ مونڈے ہوئے بال چھوڑے ہوئے بالوں سے زیادہ ہوں اور اس کو ہندی میں چٹلہ کہتے ہیں اور یہ بھی سر

---

[۱] ابو داؤد ج ۲ کتاب الترجل، باب ما جاء فی الرخصة حدیث نمبر ۴۱۹۶.

کے درمیان ہوتا ہے کبھی اگلے حصہ سر کی طرف مائل اور کبھی پچھلے حصہ سر کی طرف مائل ہوتا ہے اور اگر یہ (چھوڑے ہوئے بال) بالکل کم ہوں تو اس کو ہندی میں چٹیا کہتے ہیں۔

صاحب نصاب الاحتساب نے قزع ممنوعہ کی تفسیر میں ''متفق'' سے نقل کیا ہے:

''هُوَاَن يُّحلَقَ جَوَانِبُ الشَّعْرِ وَيُتْرَكُ وَسُطُهَااَوْعَلَى الْعَكْسِ'' [1]

ترجمہ: '' قزع یہ ہے کہ سر کے اردگرد کے بال منڈا دیئے جائیں اور درمیان کے چھوڑ دیے جائیں یا اس کے برعکس کیا جائے''

(۳)......قزع کی تیسری قسم یہ ہے کہ سر کے درمیان سے پیشانی تک بال منڈا دیے جائیں اور تین جانب سے بال چھوڑ دیے جائیں۔

اور اس کو اردو میں ببری (بابری) کہتے ہیں اور عربی میں ''قنزعة'' کہتے ہیں۔

امام نووی نے تہذیب میں فرمایا ہے:

''قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ هِیَ الشَّعْرُ حَوَالَيِ الرَّأْسِ وَاَنْشَدَ الْحَمِيدُالْاَرْقَطُ يَصِفُ الصَّلَعَ

ع كَاَنَّ طِسًّابَيْنَ قُنْزُعَتِهِ [2]

وَيُجْمَعُ عَلٰى قَنَازِعُ وَاَرَادُوْابِحَوَالَيِ الرَّأْسِ جَوَانِبَهِ''

ترجمہ: ''اہلِ لغت نے کہا ہے کہ قنزعہ سر کے اردگرد چھوڑے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں حمید ارقط''

(شاعر) صلع کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

''گویا کہ اردگرد کے بالوں کے درمیان وہ ایک طشتری ہے''

اور اس کی جمع ''قنازع'' آتی ہے، اور ''حوالی رأس'' سے مراد سر کے اطراف ہیں''

اور بعض سر میں متفرق جگہوں پر چھوڑے ہوئے بالوں پر قنازع کا اطلاق کرتے ہیں یا جو بال لمبے

---

[1] ویجوز حلق الرأس وترک الفودین ان ارسلهما وان شدهما علی الرأس فلا، کذافی القنیة (الهندیة، ج۵ص۳۵۷)

[2] تهذیب الاسماء واللغات للنووی ج ۴ ص ۱۴۸

چھوڑ رکھے ہوں وہ مراد لیتے ہیں۔

(۴)......قزع کی چوتھی قسم یہ ہے کہ سر کے دائیں اور بائیں دونوں جانب بال چھوڑ دیے جائیں اور درمیان میں پیشانی سے گدی تک بال منڈادیے جائیں اور اس کو اردو میں پٹے کہتے ہیں۔ [۱]

(۵)......قزع کی پانچویں قسم یہ ہے کہ بال سر کے ایک جانب دائیں یا بائیں سے چھوڑ دیے جائیں۔ جیسا کہ بعض کج روسپاہیوں کا شیوہ ہے کہ جو عام لوگوں کے برخلاف اپنی وضع قطع رکھتے ہیں اور اس قسم کے لوگوں کو اردو میں ''بانکے'' کہتے ہیں بانک کی مناسبت سے جو ایک ٹیڑھے ہتھیار کا نام ہے اور جو شخص اس طرح بال رکھتا ہے اس کو یک پٹہ کہتے ہیں۔ [۲]

(۶)......قزع کی چھٹی قسم یہ ہے کہ گدی کے بال منڈائے جائیں اور باقی چھوڑ دیے جائیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے:

'' وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ یَکْرَہُ اَن یُّحْلَقَ قَفَااِلَّا عِنْدَالْحَجَامَۃِ [۳]

ترجمہ: ''امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ گدی کے بال منڈائے جائیں البتہ فصد کھلوانے (پچھنے لگوانے) کی غرض سے جائز ہے''

(۷)......قزع کی ساتویں قسم یہ ہے کہ پیشانی کے اطراف سے بال منڈائے جائیں اور باقی بال چھوڑ دیے جائیں۔

جیسا کہ بعض اربابِ تکلف، زیبائش کے لئے ایسا کرتے ہیں اور اسی نوع میں داخل ہے وہ جو بعض پنجاب کے لوگ پیشانی کے اطراف کے بال چن لیتے ہیں اور خوشنما سا محراب بناتے ہیں اور

---

[۱] شائد تصنیفِ کتاب کے زمانے میں یہ رواج ہو ورنہ اب تو نہ یہ رواج ہے اور نہ پٹے کی اصطلاح اس معنی میں استعمال ہوتی ہے بلکہ ذرا مختلف معنی میں اب مستعمل ہے (مترجم)

[۲] مغلوں کے عہد زوال اور انگریزی سلطنت کے ابتدائی زمانے میں لکھنو کے بانکے تاریخی شہرت رکھتے ہیں جو آوارہ مزاج شریف زادے ہوتے تھے اور اپنی وضع قطع، صورت، سیرت اور عادات اطوار میں اسلامی ہندوستان کے زوال کا پورا پورا نمونہ تھے۔ یہ قوم کے ادبار وانحطاط کی عبرت انگیز تصویر پیش کرتے تھے ان کا تذکرہ مولانا عبدالحلیم شرر کے بعض مضامین میں کافی تفصیل سے ملتا ہے (مترجم)

[۳] کذا فی الینابیع و ایضاً فی الھندیہ ج۵ کتاب الکراھیہ الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء و حلق المراۃ شعرھا ووصلھا شعر غیرھا

اس میں ایسی عمدہ کاریگری دکھاتے ہیں کہ دائیں بائیں بالوں کی دولٹیں جو کانوں کے سامنے لمبی چھوڑی ہوتی ہیں وہ پیشانی پر نہیں آتیں۔ [۱]

لیکن تجارتی غلام کی پیشانی کے بال زیادہ منافع کی غرض سے مذکورہ طریقہ پر کاٹنے سنوارنے میں کوئی حرج نہیں۔

صاحب ہدایہ نے ''التجنسیس والمزید'' میں اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے:

''لَابَأْسَ لِلتَّاجِرِ حَلْقُ شَعْرِ جَبْهَةِ الْغُلَامِ لِاَنَّهُ يَزِيْدُ فِى الثَّمَنِ فَاِنْ كَانَ الْعَبْدُ لِلْخِدْمَةِ وَلَايُرِيْدُ بِهِ التِّجَارَةَ لَايُسْتَحَبُّ اَن يُّفْعَلَ ذَالِكَ'' [۲]

ترجمہ: ''تاجر کو زیادہ قیمتی بنانے کی غرض سے غلام کی پیشانی کے بال منڈانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر غلام تجارت کے لئے نہ ہو خدمت کے لئے ہو تو پھر ایسا کرنا مناسب نہیں''

(۸)......قزع کی آٹھویں قسم یہ ہے کہ کنپٹی (صدغین) کے بالوں کو داڑھی آنے سے پہلے دونوں جانب سے رخساروں پر لٹکا دیا جاتا ہے یا داڑھی آنے کے بعد ان بالوں کو اس کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ رامپور وغیرہ علاقوں کے بعض افغانوں (پٹھانوں) کی عادت ہے اور ان بالوں کو اردو محاورے میں زلف کہتے ہیں۔

شرح عین العلم میں لکھا ہوا ہے:

''يُكْرَهُ زِيَادَةُ الشَّعْرِ فِى الْعَارِضَيْنِ بِاِرْسَالِ الصَّدَغِ الْمُتَجَاوِزَةِ عَنْ عَظْمِ اللُّحىٰ اَلْمُنْتَهِيَةِ اِلٰى نِصْفِ الْخَدِّ، هٰكَذَا فِى الْاِحْيَاء'' [۳]

ترجمہ: مکروہ ہے رخساروں پر بال بڑھانا کنپٹی کے اوپر بالوں کو بڑھانے کی صورت میں جو لٹک کر داڑھی کی انتہا والی ہڈی سے تجاوز کر کے رخسار کے آدھے تک آجاتے ہیں۔

---

[۱] کانوں کے اوپر دائیں بائیں سر کے بالوں کی دولٹیں جو کانوں کے سامنے نیچے کو لٹک کر حسن کو دوبالا کرتی تھیں ''کاکل'' بھی ان کو کہا جاتا تھا، نزاکت پسند لوگ ان کی تراش خراش اور لٹکانے میں پوری کاری گری دکھاتے تھے (مترجم)

[۲] فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الهندیه ج۳ ص ۴۱۴ کتاب الحظر والاباحة، باب ما یکره من الثیاب والحلی والزینة. وایضا فی الهندیة کتاب الکراهیة ،باب التاسع عشر ج۵ ص ۳۵۹.

[۳] وهو ان یزید فی شعر العارضین من الصدغین وهو من شعر الرأس حتی یجاوز عظم اللحی وینتهی الی نصف الخد وذلک یباین هیئة اهل الصلاح(احیاء العلوم ج ا ص ۱۵۴)

اور ظاہر یہ ہے کہ قزع کی یہ تمام اقسام قزع کی ممانعت والی حدیث میں داخل ہیں۔

اشکال: قزع کی ممانعت کا حکم بعض حصہ سر کے منڈانے اور بعض کو چھوڑنے کے بارے میں عام ہے۔ لیکن بعض روایات فقہیہ سے وسطِ سر کو منڈا کر اردگرد بال چھوڑنے کا جو ''قزع ہی کی ایک نوع ہے اگرچہ ان علاقوں میں رائج نہیں'' اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

صاحب کنز العبّاد نے مفید المستفید میں فرمایا ہے:

''وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِی السِّیَرِ الْکَبِیرِ لَابَأْسَ لِلرَّجُلِ اَن یَّحْلِقَ وَسْطَ رَأْسِهٖ وَیُرْسِلَ شَعْرَهٗ مِنْ غَیْرِ اَن یَّفْتِلَ وَاِنْ فَتَلَهٗ فَذَالِکَ مَکْرُوْهٌ لِاَنَّهٗ یَصِیْرُ مُشَابِهًا بِبَعْضِ الْکَفَرَةِ فَاِنَّ مِنَ الْکَفَرَةِ مَن یَّفْعَلُ ذَالِکَ'' [۱]

ترجمہ: ''امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں فرمایا ہے کہ وسط سر سے بال منڈا کر باقی بالوں کو لمبا چھوڑے رکھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ان بالوں کو بٹنا مکروہ ہے اس لئے کہ بٹنے میں بعض کفار سے مشابہت ہو جاتی ہے کیونکہ کفار میں سے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں''

اور یہ روایت مطالب المومنین، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں بھی ذخیرہ کے حوالے سے منقول ہے۔ [۲]

حلِ اشکال: قزع کی ممانعت مکروہ تنزیہی پر محمول ہے۔ [۳]

اور مذکورہ روایت میں لابأس سے بھی کراہت تنزیہی مفہوم ہوتی ہے، بسا اوقات کراہتِ تنزیہہ کو اس لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خزانۃ الروایات میں ہے:

'' لَفْظُ لَابَأْسَ دَلِیْلٌ عَلیٰ اَن یُّسْتَحَبَّ غَیْرُهٗ '' [۴]

ترجمہ: ''لفظِ لابأس اس بات کی دلیل ہے کہ مستحب اس کے علاوہ ہے''

اور دیگر فقہاء کا خاص اس صورت کو صراحت سے مکروہ کہنا بھی اسی بات کا قرینہ ہے۔

---

[۱] هوموجود بلفظه عن الذخيرةفی ردالمحتار ج٦ ص٤٠٧

[۲] الهندية ج٥ ص٣٥٧، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر

[۳] کذافی المرقاۃ ج۸ ص۲۹۴

[۴] فكلمة لابأس وان كان الغالب استعمالها فيما تركه اولیٰ لكنها قد تستعمل فی المندوب كما صرح به فی البحر من الجناز والجهاد فافهم(ردالمحتار مع الدر ج ١ ص ١١٩)

صلوٰۃِ مسعودیؔ میں ہے کہ اردگرد سے بال چھوڑ کر درمیان سے مونڈنا یا اردگرد سے مونڈ کر درمیان سے چھوڑنا مکروہ ہے۔

اور نیز اس کی تائید صاحبؔ نصاب کے قزع کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے جو قزع کی کراہت کے بیان کے بعد انہوں نے کی ہے، فرمایا:

''هُوَاَن يُّحْلَقَ جَوَانِبُ الشَّعْرِوَيُتْرَكَ وَسْطُهَااَوْعَلَى الْعَكْسِ '' [1]

ترجمہ: ''قزع یہ ہے کہ اطراف کے بال منڈا کر وسط میں چھوڑ دیے جائیں یا اس کے برعکس کیا جائے''

اشکال: تاویل مذکور سے روایتِ مذکورہ کا جواب اور قزع کی ممانعت کے حکم کے ساتھ اس کی مطابقت بھی ہوگئی۔

لیکن بعض دیگر ایسی روایاتِ فقہیہ میں ''لابأس'' جیسے الفاظ کے بغیر بھی قزع کی بعض اقسام کو جائز قرار دیا ہے۔

ان میں سے قنیہؔ کی یہ عبارت بھی ہے:

''وَيَجُوزُ حَلْقُ الرَّأْسِ وَتَرْكُ الْفَودَيْنِ اِنْ اَرْسَلَهُمَا وَاِنْ شَدَّهُمَا عَلَى الرَّأْسِ فَلَا'' [2]

ترجمہ: ''سر کو مونڈ کر ہر دو جانب لمبے بال (مینڈھیاں) چھوڑ دینا جائز ہے جبکہ ان کو کھلا چھوڑا جائے اور اگر سر پر باندھا جائے پھر جائز نہیں''

حلِ اشکال: اس روایات کے اس اصل ممانعت والی روایت کے مخالف ہونے سے قطع نظر بھی یہ حکم ائمہ فقہاء میں سے کسی کی طرف منسوب نہیں اور قنیہؔ یا جنہوں نے قنیہؔ سے نقل کیا ہے ان کے سوا یہ بات کسی جگہ دیکھی نہیں گئی۔

---

[1] فحلق البعض مع ترک البعض مکروہ مطلقا تنزیها بلاعذر لرجل اوامرأة ذکره النووی فی القفا واالناصیة اوالوسط خلافا لبعض (بریقةمحمودیة شرح طریقة محمدیة جزء۴ص ۸۲)

[2] ومثل هذا فی الهندیة ج۵ص۳۵۷: ولابأس للرجل ان یحلق وسط رأسه ویرسل شعره من غیر ان یفتله ،ناقلا عن الذخیرة.

اور اس کی بھی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ نفس جواز کراہت تنزیہی کے معارض نہیں۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ممانعت قزع کی یہ حکمت ذکر کی ہے تا کہ مونڈنے میں یکسانیت برقرار رہے اور تخلیق خداوندی میں تغیر نہ ہوجائے۔ [1]

باقی رہا یہ کہ سر منڈانے میں بھی تغیر لازم آتا ہے تو چونکہ وہ منقول ومنصوص ہے اس لئے مستثنٰی ہوا۔

اور بعض کے نزدیک ممانعت کی علت (بجائے تغیر خلق اللہ کے) ہوا وَہوس کے پیروکاروں کے ساتھ مشابہت کا ہونا ہے۔

مسئلہ ۳: بوقت ضرورت (مثلاً علاج وغیرہ کے موقعہ پر) قزع مرد وعورت دونوں کے لئے ممنوع نہیں ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا ہے:

''اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی کِرَاهَةِ الْقُزَعِ اِذَا کَانَ فِیْ مَوَاضِعَ مُتَفَرَّقَةٍ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ الْمَدَاوَاةُ اَوْنَحْوُهُمَا'' [2]

ترجمہ: ''علماء کا قزع کی کراہت پر اتفاق ہے جبکہ وہ متفرق جگہوں سے ہو البتہ علاج وغیرہ ضرورت کے تحت گنجائش ہے''

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ (عبارتِ مذکورہ میں) مواضعِ متفرقہ کی تخصیص اس وقت کی جاری عادت کی رعایت سے ہے ورنہ قزع کے معنیٰ اور اس کی کراہت عام ہے، کما سبق۔

یہی وجہ ہے کہ محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں فرمایا ہے:

''حلق بعض سر مکروہ است مگر بجہت علاج''

یعنی سر کے بعض حصہ کا مونڈنا مکروہ ہے سوائے علاج کے۔

مسئلہ ٤: عورتوں کو سر منڈانا ہر صورت میں ناجائز ہے مگر علاج کی ضرورت سے گنجائش ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

---

[1] فان قلت ماالحکمة فی النهی عن القزع قلت تشویه الخلقة وقیل زی الیهود وقیل زی اهل الشر والدعارة (عمدة القاری ،باب تطییب المرأة زوجها)

[2] صحیح مسلم بشرح النووی ، کتاب اللباس والزینة باب کراهة القزع

"نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا [۱]

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے"

صاحب ھدایہ نے اس کی علت یوں بیان فرمائی ہے کہ:

عورت کے حق میں سر کا مونڈنا مثلہ ہونا ہے، جیسا کہ مرد کے حق میں داڑھی مونڈنا مثلہ ہونا ہے۔

اس وجہ سے یہ مسئلہ ہے کہ ظلماً کسی کی داڑھی اور سر اس طور پر مونڈنے سے کہ ایک سال تک بال نہ آئیں دیت لازم آتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لَوْحَلَقَتِ الْمَرْأَةُ رَاْسَهَا فَاِنْ فَعَلَتْ لِوَجْعٍ اَصَابَهَا لَا بَأْسَ بِهٖ وَاِنْ فَعَلَتْ ذَالِكَ تَشْبِيهًا بِالرِّجَالِ فَهُوَ مَكْرُوْهٌ" [۲]

ترجمہ: "عورت اگر اپنا سر منڈائے تو اگر کسی تکلیف کی وجہ سے جو اسے پہنچی ہے علاج کے لئے منڈائے تب تو کوئی حرج نہیں اور اگر مردوں کے ساتھ مشابہت کی غرض سے ہو تو مکروہ ہے" [۳]

مسئلہ ۵: عورتوں کو مردوں کی مشابہت کرتے ہوئے سر کے بال کاندھوں تک کٹوانا

---

[۱] رواہ نسائی کتاب الزینة من السنن باب النهی عن حلق المرأة رأسها، ترمذی ج۲ ابواب الحج والعمرة عن رسول الله ﷺ باب ماجاء فی کراهیة الحلق للنساء، مشکوٰة ج ۱ ص ۷ ۹ باب الحلق الفصل الاول وفی ذیلهٖ فی المرقاة ج۵ ص ۳۶۲ ای فی التحلل او مطلقاً الا لضرورة فان حلقها مثلة کحلق اللحیة للرجل.

[۲] عالمگیری ج۵ ص ۳۵۸، باب التاسع عشر فی الختان (کَذَافِی الْکُبْرٰی وَهٰکَذَا فِی الْخُلَاصَةِوَالتَّجْنِیْسِ)

[۳] بال کٹوانے کو جائز قرار دینے والی بعض خواتین کو مسلم شریف کی ایک حدیث سے غلط فہمی ہوئی ہے جس کی بناء پر امہات المومنین کی طرف بال کٹوانے کے عمل کو منسوب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب امہات المومنین سے بال کٹوانا معلوم ہو رہا ہے تو پھر عام مسلم خواتین کے لئے بھی بال کاٹنا جائز ہونا چاہئے۔

مسلم شریف کی اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنی عبیداللہ بن معاذ العنبری ثنا ابی ثنا شعبة عن ابی بکر بن حفص عن ابی سلمة بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جائز نہیں۔

فائدہ: بعض خواتین کے بالوں کے اختتام یعنی کناروں اور سروں پر بالوں کے دوسرے یا دومنہ ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے بالوں کی افزائش بند ہوجاتی ہے اور ایسے بالوں میں کنگھا کرنے میں بھی مشکل پیش آتی ہے اگر ان بالوں کے سروں کو کاٹ دیا جائے تو پھر بال بڑھنے شروع ہوجاتے

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

عبدالرحمٰن قال دخلت علیٰ عائشه انا و اخوها من الرضاعة فسئالها عن غسل النبی صلی اللہ علیه وسلم من الجنابة فدعت باناء قدر الصاع فاغتسلت و بیننا وبینها ستر وأفرغت علیٰ رأسها ثلاثا قال وکان ازواج النبی صلی اللہ علیه وسلم یأخذن من رء وسهن حتیٰ تکون کالوفرة (مسلم ج ۱ ص ۱۴۸ کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة)

تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ اولاً تو اس حدیث کا بال کٹوانے والا مفہوم یقینی نہیں بلکہ اس میں دوسرے مفہوم کا امکان بھی ہے۔ چنانچہ احادیث کے شارحین فرماتے ہیں کہ بعض ازواج مطہرات اپنے لٹکے ہوئے بالوں کو سمیٹ کر گدی یا سر پر باندھ لیتی تھیں اور مینڈھیاں وغیرہ نہیں بناتی تھیں جس کی وجہ سے ان کے بال کندھوں سے کچھ نیچے تک کٹے ہوئے بالوں کی طرح معلوم ہوتے تھے اور کانوں سے نیچے نہ آتے تھے اور یہاں تک کی مقدار کے بالوں کو عربی میں ''وفرہ'' کہا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت ازواج مطہرات اپنے بالوں کو کترواتی نہیں تھیں جیسا کہ اس دور میں عورتیں کرتی ہیں اور آج کل بھی بعض عورتیں غسل کے وقت سر دھونے کے بعد اس طرح بالوں کو سمیٹ کر گدی پر باندھ لیتی ہیں (ملاحظہ ہو فتح الملہم شرح صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء ج ۳ ص ۱۵۶ نیز ملاحظہ ہو بوادر النوادر ص ۳۷۲)

اس مطلب کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ بال دیکھنے کا واقعہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غسل کرنے کے بعد کا ہے۔ راوی نے ان کے بالوں کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ کترواتی ہیں ورنہ درحقیقت وہ بال گدی پر بندھے ہوتے تھے۔ نیز امام مسلم رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو غسل کے دوران استعمال ہونے والے پانی کی مستحب مقدار کے باب میں لائے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تو محرم ہیں لیکن بقیہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے محرم نہیں ہیں اس لئے بقیہ ازواج مطہرات کے بالوں کے بارے میں تو نہ راوی ابوسلمہ عبدالرحمٰن کا مشاہدہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کا ثبوت ہے البتہ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ راوی نے جمع کے صیغے کے ساتھ واقعہ کا تذکرہ کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایک سے زیادہ ازواج مطہرات کا ہے لیکن یہ شبہ بھی بے معنیٰ ہے، کیونکہ جمع کا صیغہ احترام اور ادب کے طور پر صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بولا گیا ہے اور مراد تنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بال چونکہ بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے تھے، جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہے چنانچہ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میری عمر چھ سال کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہوا پھر ہم (ہجرت کرکے) مدینہ آئے تو بنی حارث بن خزرج (کے مکان) میں اترے پھر مجھے (اتنا شدید) بخار آیا کہ میرے سر کے بال گرنے لگے اور وہ کانوں تک رہ گئے الخ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۵۱، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۶۰۵) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہیں تو ایسی صورت میں بالوں کی افزائش کے لئے بالوں کے سرے معمولی طور پر کاٹنا جائز ہے، کیونکہ یہ علاج میں داخل ہے (مترجم)

’’قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَعَنَ اللهُ الْمُجَمِّمَاتِ مِنَ النِّسَاءِ اللّٰتِی یَتَّخِذْنَ شُعُوْرَهُنَّ جُمَّةً تَشْبِیْهاً بِالرِّجَالِ ‘‘ [۱]

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو مَردوں کی مشابہت کرتے ہوئے بال

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بال کٹواتی نہ تھیں بلکہ بیماری کی وجہ سے آپ کے بال جھڑ گئے تھے جس کی وجہ سے راوی کو کٹے ہوئے معلوم ہوئے۔

اس کے علاوہ اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ ’’اس بات کا احتمال ہے کہ بڑھاپے کی حالت میں بال کم ہوگئے ہوں‘‘ اور راوی نے اپنے فہم کے مطابق یہ سمجھا ہو کہ ازواج مطہرات بال کترواتی ہوں لہٰذا اسے ’’اَخذ‘‘ کے لفظ سے بیان کردیا جبکہ درحقیقت بال بڑھاپے کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر کم ہوگئے ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ خاص طور پر زیادہ عمر ہوجانے کے بعد اکثر عورتوں کے بال کنگھی کرنے سے گرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ چھوٹے ہوجاتے ہیں، اور دیکھنے والے کو کٹے ہوئے بالوں کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کثرت سے عمرہ کرنے اور ہر عمرہ کے بعد احرام سے نکلنے کے لئے بال کٹوانے سے چھوٹے ہوگئے ہوں اور دیکھنے والے راوی نے اس حالت میں ان کو دیکھ کر مذکورہ واقعہ نقل کیا ہو۔

اسی طرح اس روایت میں ’’کالوفرۃ‘‘ کے الفاظ آئے ہیں جس میں بہت سے جائز احتمالات پائے جاتے ہیں مثلاً ’’وفرہ‘‘ وہ بال ہیں جو مونڈھوں سے نیچے ہوں اور روایت میں تو مثل وفرہ کے الفاظ آئے ہیں جو اس سے بھی نیچے ہوں گے (ملخص از امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۱۸ و امداد الاحکام ج ۴ ص ۳۵۷، بتغیر)

غرضیکہ اتنے سارے جائز و درست احتمالات کے ہوتے ہوئے اور حدیث پاک کے ایسے بے تکلف مفہوم کے ہوتے ہوئے جس سے دیگر صحیح احادیث اور امت کے اجماعی تعامل سے ٹکراؤ بھی پیدا نہ ہو اور شریعت کا کوئی عمومی ضابطہ بھی نہ ٹوٹتا ہو حدیث پاک کو ایک مروجہ فیشن کی تائید کے لئے پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ چند معذوری والی استثنائی صورتوں کے علاوہ خواتین کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں شریعت کا عمومی حکم یہ ہے کہ سر کے بال کٹوانا کئی وجوہات کی بناء پر ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

(ماخوذ از ’’خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام، مرتبہ: مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ)

[۱] کذافی النهایة للجزری (کماقال المؤلف) لکن لفظالنهایة مختلف عن نقل المؤلف وهوهذا:

ومنه الحدیث: (لعن الله المجممات من النسآء) هن اللاتی یتخذن شعورهن جمة تشبیهابالرجال (النهایة فی غریب الاثر، باب الجیم مع المیم) انتهیٰ.

(لکن ماوجدت هذااللفظ فی الحدیث. مترجم.)

والله اعلم بالصواب

کاندھے سے نیچے کاٹ لیتی ہیں“

اور بزازیہ میں ہے:

کہ اگرچہ خاوند کی رضامندی سے ہو تو بھی ناجائز ہے اس لئے کہ (ازروئے حدیث) اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ [۱]

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں شرح السنۃ سے نقل فرمایا ہے:

”اَمَّا النِّسَاءُ فَاِنَّهُنَّ يُرْسِلْنَ شُعُوْرَهُنَّ لَايَتَّخِذْنَ جُمَّةً“ [۲]

ترجمہ: ”عورتوں کے لئے بال لمبے چھوڑے رکھنا متعین ہے، وہ کاندھوں کے برابر سے نہیں کاٹیں گی“

جب ان مذکورہ روایتوں سے سر کے بالوں کا آخر تک لمبے چھوڑنا عورتوں کے لئے مخصوص ہونا ظاہر ہوگیا۔

تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مردوں کے لئے اس حد تک بال لمبے کرنا ممنوع ہے تاکہ عورتوں کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے۔

مسئلہ۶: مُحرِم (حالتِ احرام والے) کو مقررہ وقت سے پہلے سر اور بدن کے بال اور ناخن دور کرنا کسی بھی طرح سے ہو جائز نہیں سراج الوھاج میں محرِم کے متعلق مذکور ہے:

”وَلَايَحْلِقُ رَأْسَهُ وَلَاشَعْرَ بَدَنِهٖ وَيَسْتَوِىْ فِىْ ذَالِكَ الْحَلْقُ بِالْمُوْسٰى وَالنُّوْرَةِ وَالْقَلَعِ بِالْاَسْنَانِ وَغَيْرِهٖ وَلَا يَقُصُّ مِن لِّحْيَتِهٖ“ [۳]

ترجمہ: حاجی حالت احرام میں نہ سر کے بال اتارے گا نہ باقی بدن کے خواہ استرہ کے ساتھ ہو یا چونہ (نورہ) کے ساتھ یا دانتوں کے ساتھ اکھیڑ کر، اور نہ ہی داڑھی کاٹے گا۔

اور عالمگیری میں سرخسی کے حوالہ سے لکھا ہے:

---

[۱] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۴۷۹۵

فی الدرالمختار: زادفی البزازیة وان باذن الزوج لانه لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق الخ (شامی کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، ج۶ ص ۴۰۷ و امدادالفتاویٰ ج۴ ص ۲۲۸)

[۲] مرقاۃ المفاتیح، باب الترجل، ج۱۳ ص ۱۹۹

[۳] عالمگیری ج ۱ ص ۲۲۴، الباب الرابع فیما یفعله المحرم بعد الاحرام

"وَلَا يَأْخُذُ مِنْ ظُفُرِهٖ شَيْئًا" [۱]

ترجمہ: "احرام والا ناخنوں میں سے کچھ بھی نہ کاٹے گا"

مسئلہ۷: مَردوں کے لئے حج کے دوران مقررہ وقت پر بال کٹوانے کے بجائے منڈوانا افضل ہے، اگرچہ کٹوانا بھی جائز ہے:

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مُحَلِّقِيْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ" [۲]

ترجمہ: "اپنے سروں کے بال منڈانے والے اور کٹوانے والے ہیں"

اور نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ"

ترجمہ: "اے اللہ تعالیٰ منڈوانے والوں پر رحم فرما!

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "وَالْمُقَصِّرِيْنَ ؟"

"اور کٹوانے والوں پر بھی؟"

تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جملہ ہی ارشاد فرمایا، یہاں تک کہ انہوں نے چوتھی بار "وَالْمُقَصِّرِيْنَ ؟" کے ساتھ استفسار کیا تب آپ نے والمقصرین کہہ کر محلقین کے لئے رحم کی دعا میں ان کو شامل فرمایا [۳]

(یعنی چوتھی بار اس طرح دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ وَالْمُقَصِّرِيْنِ")

فتاویٰ عالمگیری میں شرح طحاوی سے نقل فرمایا ہے:

"يُحَلِّقُ اَوْيُقَصِّرُ وَالْحَلْقُ اَفْضَلُ" [۴]

اور کافی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

---

[۱] عالمگیری ج ۱ ص ۲۲۴

[۲] سورۃ الفتح، پارہ نمبر ۲۶، آیت نمبر ۲۷.

[۳] بخاری، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، حدیث نمبر ۱۶۱۲.

[۴] فتاویٰ عالمگیری، کتاب المناسک وفیہ سبعۃ عشر بابا، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج.

"وَحَلْقُ الْكُلِّ اَفْضَلُ اِقْتَدَاءً ا بِالنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم" [۱]

ترجمہ: "پورے سر کو منڈانا افضل ہے نبی علیہ السلام (کے عمل) کی اتباع کی وجہ سے"

مسئلہ۸: حلق کے وقت جس مُحرِم کے سر پر بال نہ ہوں اس کے لئے سر پر استرا پھیرنا واجب ہے ہمارے مذہب کا صحیح قول یہی ہے۔ [۲]

اورامام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ [۳]

مسئلہ۹: سر کے بال چونہ (نورہ) سے صاف کرنا جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں سر کے بالوں کے بیان میں سراج الوھاج کے حوالے سے منقول ہے:

"وَلَوْ حَلَقَ بِالنُّورَةِ اَجْزَأَ" [۴]

ترجمہ: "سر کے بالوں کو نورہ (چونہ، بالصفا پاؤڈر وغیرہ) سے صاف کیا تو بھی جائز ہے"

مسئلہ ۱۰: حج میں مَردوں کے لئے سر کے بال مونڈنے اور کاٹنے دونوں کا جواز اس صورت میں ہے جب دونوں چیزیں ممکن ہوں۔

اوراگر تلبید (بالوں کو سر پر کسی چیز سے چپکایا ہوا ہونے) وغیرہ کے عذر سے مونڈنے سے معذور ہو تو کاٹنا متعین ہے۔

اسی طرح اگر زخم، پھوڑے وغیرہ کی وجہ سے نہ منڈا سکتا ہو تو کٹوانا متعین ہو جائے گا۔

اوراگر سر پر زخم اتنے زیادہ ہوں کہ نہ منڈوا سکتا ہو اور نہ کٹوا سکتا ہو اور نہ ویسے استرا پھرا سکتا ہو تو یہ (حلق وقصر کا) عمل اس احرام والے کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ [۵]

مسئلہ ۱۱: احرام والی عورتوں کے لئے سر کے بال کٹوانے کا طریقہ یہ ہے کہ (کم ازکم) چوتھائی

---

[۱] عالمگیری ج ا ص ۲۳۱،باب کیفیة اداء الحج

[۲] عالمگیری ج ا ص ۲۳۱،باب کیفیة اداء الحج

[۳] المنهاج مع شرحہٖ مغنی المحتاج ،فصل فی مبیت بالمزدلفة.

[۴] عالمگیری ج ا ص ۲۳۱،باب کیفیة اداء الحج

[۵] کذافی العالمگیریه، ج ا ص ۲۳۱،باب کیفیة اداء الحج وفی الدرالمختار مع الشامی ۲/۱۶ ۵ویجب اجراء الموسی علی الاقرع وذی قروح ان امکن والاسقط. مترجم

سر کے بال انگلی کے پورے کے برابر کٹوائیں۔ [۱]

اور فتاویٰ عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ:

یہ ضروری ہے کہ عورت انگلی کے پوَرے سے کسی قدر زیادہ بال کاٹے اس لئے کہ بالوں کے سرے سب کے سب برابر نہیں ہوتے (چھوٹے بڑے ہوتے ہیں)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تین بالوں کے بقدر مونڈ کر یا کاٹ کر یا اکھیڑ کر یا جلا کر دور کرنا کافی ہے۔ [۲]

مسئلہ ۱۲: عورتوں کے لئے حج میں بال منڈانا جائز نہیں بلکہ کٹوانا متعین ہے۔

سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ عَلٰی النِّسَاءِ الْحَلْقُ اِنَّمَا عَلٰی النِّسَاءِ اَلتَّقْصِیْرُ" [۳]

ترجمہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے سر مونڈنا (جائز) نہیں بلکہ ان کے لئے کٹوانا ہی متعین ہے (یعنی حج میں)"

ھدایہ میں ہے:

"وَلَا تُحَلِّقُ رَأْسَھَا وَلٰکِنْ تُقَصِّرُ" [۴]

ترجمہ: "عورت سر کے بال نہیں منڈائے گی بلکہ کٹوائے گی"

جلال الدین محلی رحمہ اللہ نے شرح منہاج میں شرح مہذب سے نقل فرمایا ہے:

"یُکْرَہُ لِلْمَرْأَۃِ الْحَلْقُ" [۵]

---

[۱] کذافی المناسک لعلی قاری ص ۲۲۹، فصل فی الحلق والتقصیر، واما التقصیر فاقله قدر الغلة من شعر ربع الرأس.

[۲] عالمگیری ج ۱ ص ۲۳۱، الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج

[۳] ابو داؤد ج ۱ کتاب المناسک باب الحلق والتقصیر

[۴] لان النبی علیه السلام نهی النساء عن الحلق وامرهن بالتقصیر ولان حلق الشعر فی حقها مثلة کحلق اللحیة فی حق الرجال (هدایة ج ۱ ص ۲۵۵)

[۵] مغنی المحتاج الیٰ معرفة الفاظ المنهاج میں اس طرح عبارت ہے:

(وتقصر المرأة) ولاتؤمر بالحلق اجماعا بل یکره لها الحلق علی الاصح فی المجموع (فصل فی المبیت بالمزدلفة)

ترجمہ: ''عورت کے لئے بال مونڈنا مکروہ ہے''

مسئلہ۱۳: ''خنثیٰ مشکل'' حج میں سر کے بالوں کے کٹوانے میں عورت کے حکم میں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں تبیین کے حوالے سے منقول ہے:

''اَلْخُنْثٰی الْمُشْکِلُ کَالْمَرْأَةِ'' [۱]

اور محلی نے شرح منہاج فقہ شافعی میں عجلی سے نقل فرمایا ہے:

''اِنَّ التَّقْصِیرَ لِلْخُنْثٰی اَفْضَلُ کَالْمَرْأَةِ''

ترجمہ: ''خنثیٰ (ہیجڑے) کے لئے عورتوں کی طرح بال کٹوانا افضل ہے''

مسئلہ۱۴: بچی کے سر کے بال نو سال تک مونڈنا جائز ہے۔

شرح مختصر خلیل میں منقول ہے:

''وَکَذَالِکَ بِنْتُ تِسْعٍ اَوْعَشْرٍ تُقَصَّرُوَلَا تُحْلَقُ اِلَّا بِعُذْرٍ وَاِنْ کَانَتْ صَغِیْرَةً جَازَلَهَا الْحَلْقُ وَالتَّقْصِیرُ'' [۲]

ترجمہ: ''اور اسی طرح نو یا دس سال کی بچی کے بال کٹوائے اور منڈوائے نہ جائیں البتہ کوئی عذر ہو تو جائز ہے اور اگر بچی (اس مذکورہ عمر سے) چھوٹی ہو تو منڈانا اور کٹوانا دونوں جائز ہیں''

مسئلہ۱۵: سر منڈانے کا آغاز جس کا سر مونڈا جا رہا ہو اس کی دائیں جانب سے سنت ہے نہ کہ مونڈنے والے (یعنی نائی) کی دائیں جانب سے۔

صحیحین میں ہے:

''قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِلْحَلَّاقِ خُذْ وَاَشَارَ اِلَی الْجَانِبِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ الْاَیْسَرِ'' [۳]

---

[۱] عالمگیری ج ا ،کتاب المناسک الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج

[۲] وهو سنة المرأة ای التقصیر یتعین فی حقهن ،ولو کانت بنت عشرسنین اوتسع ،واما الصغیرة فیجوز لها ان تحلق بخلاف الکبیرة فانه یحرم علیها ان تحلق رأسها(شرح مختصر خلیل للحرشی ، باب احکام الحج والعمرة)

اس مسئلہ میں امداد الاحکام (جلد۲ صفحہ۲۴۱) میں شامی وغیرہ کے حوالہ سے کچھ مزید تفصیل بھی ہے،من شاء فلیراجع ۔

[۳] مسلم کتاب الحج باب بیان ان السنة یوم النحر ان یرمی الخ

ترجمہ: ”نبی علیہ السلام نے نائی سے فرمایا لو (بال کاٹنا شروع کرو) اور اشارہ کیا (اپنے سر کے) دائیں جانب پھر بائیں جانب کو“

اور فتح القدیر میں ہے:

”وَهُوَ الصَّوَابُ وَاِنْ كَانَ خِلَافُ الْمَذْهَبِ“ [۱]

ترجمہ: ”یہی (ترتیب) درست ہے اگر چہ مذہب کے خلاف ہے“

اور صاحب بحر نے فرمایا ہے کہ مذہب احناف یہ ہے کہ مونڈنے والے کی دائیں جانب مراد ہے نہ کہ جس کے بال مونڈے جارہے ہوں اس کی دائیں جانب۔

لیکن امام صاحب سے صحیح قول یہی مروی ہے کہ جس کے بال مونڈے جارہے ہوں اس کی دائیں جانب مراد ہے۔ [۲]

اور صاحبِ نہر نے نقل فرمایا ہے کہ ملتقط کی روایت سے بھی جس کا سر مونڈا جارہا ہو اس کی دائیں جانب مراد ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

اور وہ روایت یہ ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب مجھے مکہ معظمہ میں (حج کے دوران) سر منڈانے کا اتفاق ہوا تو میرے نائی نے تین چیزوں میں میری درستگی کی:

ایک یہ کہ جب میں قبلہ کی طرف پشت کرکے بیٹھا تو اس نے کہا قبلہ رو ہو کر بیٹھو۔

دوسرے یہ کہ جب میں نے سر کی بائیں جانب منڈانے کے لئے اس کے آگے کی تو اس نے کہا کہ دائیں جانب سے پہل کرو۔

اور تیسرے یہ کہ فارغ ہو کر جب میں نے جانے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا کہ اپنے بالوں کو دفن کرو۔ [۳]

---

[۱] فتح القدیر کی عبارت اس طرح ہے:
وهو خلاف ماذكر فى المذهب وهذاالصواب (فتح القدير ج۵ ص۲۱۷، باب الاحرام)

[۲] النوع العاشران عند ابى حنيفة يبدأ بيمين الحالق ويسار المحلوق قاله الكرمانى فى (مناسكه) وعند الشافعى يبدأ بيمين المحلوق والصحيح عندابى حنيفة مثله (عمدة القارى باب الحلق والتقصير عندالاحلال)

[۳] (كذا فى الخانية بهامش الهندية ج۳ ص۴۱۴)

اور صاحب نصاب الاحتساب نے یہ حکایت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس روایت میں حلق (سر منڈانے) کے مذکورہ آداب کے علاوہ اور بھی کافی فوائد (نکات) ہیں:

ایک یہ کہ نصیحت کو ضرور سننا چاہئے خواہ نصیحت کنندہ کم درجے والا ہو، اس لئے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے نائی کے حکم کی اطاعت کی۔

دوسرے یہ کہ ہر عاقل کو اپنی کوتاہی سے رجوع کر چکنے کے بعد اس کے بیان کرنے سے شرم وعار نہیں کرنی چاہئے، تاکہ دوسرے بھی دیکھ کر ایسا ہی کریں۔

تیسرے یہ کہ کبھی فعل کا حکم دینے کو خود اس فعل کے کرنے سے (مجازاً) تعبیر کیا جاتا ہے۔

جیسے کہا جاتا ہے ''بَنَی الْاَمِیْرُ الْقَصْرَ'' بجائے ''اَمَرَ الْاَمِیْرُ بِبِنَاءِ الْقَصْرِ'' (امیر نے محل بنایا'' بجائے یہ کہنے کے ''امیر نے محل بنانے کا حکم دیا)

کیونکہ محل تو معمار بناتے ہیں، امیر صرف حکم دیتا ہے؛ لیکن مجازاً بنانے کی نسبت امیر کی طرف کر دی جاتی ہے۔

خصوصاً ایسے کام جو عموماً آدمی خود نہیں کرتا؛ اس لئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''حَلَقْتُ رَأْسِیْ''

''میں نے اپنا سر منڈایا''

بجائے یہ کہنے کے:

''اَمَرْتُ الْحَلَّاقَ اَنْ یُّحَلِّقَ''

''میں نے نائی کو حکم دیا کہ میرا سر مونڈے''

اور اسی طرح لبیں لینے اور ناخن تراشنے اور زیر بغل بال لینے میں دائیں سے ابتدا کرنا بھی مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ ۱۶: انسانی بدن کے کاٹے ہوئے بال پاک ہیں اس لئے نماز ان کے ساتھ درست ہے برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے (کہ وہ ناجائز قرار دیتے ہیں)

---

[1] کذافی جامع الرموز، وایضاً فی المرقاۃ شرح مشکوٰۃ اختصاراً ج۵ ص ۳۶۱

ملتقطِ ناصری میں مذکور ہے کہ:

امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک دفعہ بہت سے بالوں کے ساتھ جو سر منڈانے کی وجہ سے ان کے کپڑوں پر گر گئے تھے نماز ادا کی۔

حالانکہ ان کے مذہب میں ان بالوں کے ساتھ نماز جائز نہیں جب ان سے (اپنے اجتہاد کے خلاف) ایسا کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:

"بُلِيْنَا فَرُبَمَا انْحَطَطْنَا اِلٰى مَذْهَبِ اَهْلِ الْعِرَاقِ"

ترجمہ: "ہم تنگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو بسا اوقات اہلِ عراق (احناف) کے مذہب کی طرف جھک جاتے ہیں"

اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ مذہب (مجتہد فقیہ) کو ضرورت کے وقت دوسرے کے مذہب پر عمل جائز ہے۔

اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اتارے ہوئے بال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں ناپاک نہیں اور نماز کے جواز سے مانع نہیں، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے مذہب میں ہیں۔

اور امام ممدوح یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہبِ اہل عراق کے لینے کو انحطاط کے لفظ سے تعبیر کرنے سے مراد سہولت وآسانی کا حاصل کرنا ہے نہ کہ رتبہ اجتہاد سے انحطاط مراد ہے۔

اس لئے کہ امام ممدوح کی شان اس سے بلند ہے۔

بالوں کے بارے میں عام طور پر مشہور تو دونوں مذاہب کا مذکورہ اختلاف ہے۔

لیکن عینی نے شرح صحیح بخاری میں اُس حدیث کی شرح میں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر منڈانے کے بعد بال حاضرین میں تقسیم کرنے کا ذکر ہے، اس کے برخلاف لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"اِنَّ فِيْهِ طَهَارَةَ شَعْرِ الْاٰدَمِيِّ وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَخَالَفَ فِيْ ذَالِكَ اَبُوْجَعْفَرَ التِّرْمِذِيُّ مِنْهُمْ فَخَصَّصَ الطَّهَارَةَ بِشَعْرِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَذَهَبَ اِلٰى نِجَاسَةِ شَعْرِهٖ غَيْرُهٗ" [1]

---

[1] عمدة القاری ج ۱ باب الحلق والتقصير عند الاحلال

ترجمہ: اس حدیث سے انسان کے بالوں کی پاکی ثابت ہوتی ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحیح مذہب بھی یہی ہے اور ابوجعفر الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اختلاف کیا ہے پس انہوں نے پاکی نبی علیہ السلام کے بالوں کے ساتھ مخصوص قرار دی ہے اور اس کے علاوہ دوسروں کے بالوں کی عدمِ طہارت کا قول کیا ہے

مسئلہ ۱۷: اگر کسی نے جبراً کسی جوان شخص کے سر کے بال مونڈ دیئے اور اس کے بعد اس جوان کے سفید بال اُگ آئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مونڈنے والے پر کوئی جرمانہ لازم نہیں ہے۔

جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ ثالث کے ذریعے تاوان مقرر کرنے کو لازم قرار دیتے ہیں۔ [۲]

اور ثالث (حَکَم) کے ذریعے فیصلہ کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ جس کے جبراً بال منڈائے گئے ہیں اس کو غلام فرض کر کے بالوں کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور پھر بالوں کے بغیر اس کی قیمت لگائی جائے گی۔

دونوں حالتوں میں اس کی قیمت میں جو فرق ہوگا اتنی مقدار میں تاوان جبراً بال منڈانے والے پر لازم ہوگا۔

مسئلہ ۱۸: اگر کسی نے زبردستی کسی بچے کے سر کے گھنگریالے بال مونڈ ڈالے، اس کے بعد اس کی جگہ سفید بال اُگ آئے تو مونڈنے والے پر بقدر نقصان تاوان لازم آئے گا۔

یعنی بچے کو غلام فرض کر کے بالوں کی صورت میں اور بال نہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت دیکھی جائے گی جو فرق ہوگا اس کے بقدر تاوان مونڈنے والے پر لازم ہوگا۔

صرف گھنگریالے اور غیر گھنگریالے ہونے کی صورتوں میں فرق کو نہیں دیکھا جائے گا اس لئے کہ بچوں کے سروں پر اغراض فاسدہ کے لئے بال چھوڑنا حرام ہے، اور حرام چیز شرعاً قابلِ قیمت شمار نہیں ہوتی۔

---

[۲] ولو حلق رأس شاب فنبت لاشیئ علیه فی قول ابی حنیفة وقال صاحباه فیه حکومة عدل (خانیه بهامش الهندیة، کتاب الجنایات، ج۳ص ۴۳۶)

مسئلہ ۱۹: سر کے بالوں کا جُوڑا بنا کر (بالوں کو جمع کر کے سر پر باندھنا اور یہ کراہت کا حکم مردوں کے لئے ہے) اسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے (اس کو عربی میں عقص کہتے ہیں) [۱]

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب تہذیب میں ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے:

''اَلْعَقْصُ ضَرْبٌ مِّنَ الضَّفْرِ وَھُوَانْ یَّلْوِیَ الشَّعْرَعَلَی الرَّأْسِ'' [۲]

---

[۱] **جوڑا باندھنا**

جوڑا باندھنے کی دو شکلیں عموماً عورتوں میں رائج ہیں ایک شکل یہ کہ سر کے بالوں کو گدی پر اکٹھا کر کے جوڑا بنالیا جائے یا تو اس لئے کہ غسل سے فراغت کے بعد تیل لگانے اور کنگھی کرنے کی ابھی فرصت نہیں ہے اور بالوں کی حفاظت مقصود ہے اور یا اس وجہ سے کہ نماز میں بالوں کو اچھی طرح چھپانا مقصود ہے تو ایسی صورت میں گدی پر بالوں کا جُوڑا بنالینا جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں اسی طرح گھر کے کام کاج میں سہولت کے لئے یا شوہر کو خوش کرنے کے لئے گدی پر جوڑا باندھ لیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن فیشن کی غرض سے یا غیر محرموں کو دکھانے کی غرض سے ایسا کرنا جائز نہیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ بعض خواتین بطور فیشن اجنبی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے بالوں کو اکٹھا کر کے سر پر جُوڑا بنالیتی ہیں یہ ناجائز ہے اس لئے کہ ایک حدیث شریف میں ایسی عورتوں کے لئے سخت وعید بیان کی گئی ہے۔

البتہ اگر کسی عورت کا مقصود فیشن پرست عورتوں کی مشابہت اور اجنبی مردوں کو اپنا سر دکھلانا اور ان کی اپنی طرف مائل کرنا نہ ہو، بلکہ کسی ضرورت کی وجہ سے سر پر بالوں کا جوڑا بنالے تو بظاہر اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

بالوں کو کھلا چھوڑ دینا

بعض خواتین بالوں میں کنگھی کر کے گدی پر بالوں میں پونی باندھ لیتی ہیں یا کلپ لگالیتی ہیں اور بقیہ بالوں کو کمر پر بغیر مینڈھیاں بنائے کھلا چھوڑ دیتی ہیں یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ ایسا کرنے سے غیر مسلم یا نافرمان اور فیشن زدہ خواتین کے ساتھ مشابہت نہ ہوتی ہو نیز بے پردگی وغیرہ سے حفاظت کا اہتمام ہو۔

مینڈھیاں بنانا

مینڈھیاں بنانا عورتوں کو جائز ہے خواہ جس طرح بنائیں اور جتنی چاہیں بنائیں لیکن اس میں بھی اس بات کی رعایت ضروری ہے کہ کافرہ اور نافرمان عورتوں کی مشابہت نہ ہو اور نمائش مقصود نہ ہو بلکہ آرائش کے لئے بنائی جائیں۔

چٹیا بنانا

بالوں کو بٹ کر ان کی چٹیا بنالینا خواتین کے لئے جائز ہے بعض خواتین دو چوٹیاں بنالیتی ہیں یہ اصل میں فیشن ہی معلوم ہوتا ہے جس کی کوئی نظیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں نہیں ملتی۔

لیکن اگر فیشن کے طور پر نہ ہو بلکہ بالوں کی کثرت کی وجہ سے ضرورت کے لئے دو چٹیا بنالیں تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ کافر اور نافرمان عورتوں کی مشابہت نہ ہوتی ہو۔

(ماخوذ از ''خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام، مرتبہ: مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ)

[۲] تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج۴ ص۶۵

ترجمہ: ’’عقص مینڈھیاں بنانے (بال بٹنے) کی ایک خاص صورت ہے وہ یہ کہ بال سر کے اوپر لپیٹے جائیں‘‘

اورلیثؔ سے نقل کیا ہے:

’’اَلْعَقْصُ اَنْ تَاْخُذَالْمَرْأَةُ كُلَّ خُصْلَةٍ مِنْ شَعْرٍ فَتُلَوِّيْهَا ثُمَّ تَعْقِدُهَا حَتّٰى يَبْقِىَ فِيْهَا التَّوَا ثُمَّ تُرْسِلُهَا‘‘ [1]

ترجمہ: ’’عقص یہ ہے کہ عورت اپنے بالوں کو کئی حصے کر کے ہر حصے کو علیٰحدہ بٹ لے پھران کو باندھ لے اس طور پر کہ ان میں وہ علیٰحدہ علیٰحدہ لپٹاؤ برقرار رہے پھران بالوں کو لمبا چھوڑ دے (پیچھے کو لٹکا لے)‘‘

اورجزریؔ نے نہایہؔ میں فرمایا ہے:

’’اَلْعَقِيْصَةُ: اَلشَّعْرُ الْمَعْقُوْصُ وَهُوَ نَحْوُمِنَ الْمَضْفُوْرِ وَاَصْلُ الْعَقْصِ اللَّيُّ وَاِدْخَالُ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ فِىْ اُصُوْلِهٖ‘‘ [2]

ترجمہ: ’’عقص باندھے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں اور وہ بٹے ہوئے بالوں کی ایک قسم ہے اور اصل میں عقص لپیٹنے اور بالوں کے کنارے انہی لپٹے ہوئے بالوں کی جڑوں میں داخل کرنے کو کہتے ہیں‘‘

اورمُغربؔ میں ہے:

’’(اَلْعَقْصُ) مِنْ بَابِ ضَرَبَ جَمْعُ الشَّعْرِ عَلَى الرَّأْسِ وَقِيْلَ لَيُّهٗ وَاِدْخَالُ اَطْرَافِهٖ فِىْ اُصُوْلِهٖ‘‘ [3]

ترجمہ: ’’عقص باب ’’ضَـــرَب‘‘ کا صیغہ ہے بمعنیٰ بالوں کو سر پر جمع کرنا اور بعض کا قول ہے کہ بالوں کو لپیٹنا اوران کے اطراف کوان کی جڑوں میں داخل کرنا ہے‘‘

اوراس کی کراہت کی دلیل حدیث ابی رافع ہے:

---

[1] تهذيب الاسماء واللغات للنووی ج۴ ص ٦٥

[2] النهاية فی غريب الاثر ج۳ ص ۵۳۰ باب العين مع القاف

[3] المُغرب ج۳ ص ۹۸ ۴باب العين مع القاف

''اَنَّهٗ مَرَّ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَهُوَ يُصَلِّیْ وَقَدْ عَقَصَ ضَفْرَتَهٗ فِیْ قَفَاهُ فَحَلَّهَا فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الْحَسَنُ مُغْضِبًا فَقَالَ اَقْبِلْ عَلٰى صَلٰوتِکَ وَلَا تَغْضَبْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ ذَالِکَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ [1]

ترجمہ: ''ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس سے گزرے جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے بالوں کا جُوڑا بنا کر گدی پر باندھ رکھے تھے تو انہوں نے کھول دیا اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصہ بھری نظر سے ان کو دیکھا تو انہوں نے کہا اپنی نماز میں مشغول رہیں، غصہ سے پرہیز کریں، میں نے نبی علیہ السلام سے سنا، فرماتے تھے ایسا کرنا شیطان کا حصہ ہے''

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حدیث نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

حَدِيْثُ اَبِیْ رَافِعٍ حَسَنٌ

اور اہل علم کا اس پر عمل ہے، اور اس میں یہ بھی ہے:

''كَرِهُوْا اَنْ يُّصَلِّیَ الرَّجُلُ وَهُوَ مَعْقُوْصٌ شَعْرَهٗ'' [2]

ترجمہ: ''اہلِ علم (فقہاء) جوڑا باندھے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں''

اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت میں یہ بھی ہے:

''اِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِیْ يُصَلِّیْ وَهُوَ مَكْتُوْفٌ'' [3]

ترجمہ: ''جوڑا باندھ کر نماز پڑھنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو نماز پڑھ رہا ہو اس حال میں کہ اس کے ہاتھ کاندھوں سے بندھے ہوئے ہوں''

جزری فرماتے ہیں، مراد یہ ہے کہ:

جب بال کھلے ہوئے ہوں تو سجدہ میں بال بھی لٹکے ہوئے ہوں گے تو نمازی کو ان بالوں کے سجدہ کا

---

[1] رواه الترمذی ج ۱ ابواب الصلوٰة، باب ما جاء فی کراھیة کف الشعر فی الصلاة

[2] ترمذی باب ماجاء فی کراھیة کف الشعر فی الصلاة.

[3] نسائی ج ۲ کتاب الافتتاح باب مثل الذی یصلی ورأسه معقوص.

ثواب ملے گا اور جب بندھے ہوئے ہوں گے تو گویا کہ بالوں نے سجدہ نہیں کیا اور مشابہت ان کی کاندھوں پر باندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ہو جائیگی۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے:

''وَلَاتَعْقُصْ شَعْرَکَ وَاَنْتَ تُصَلِّیْ فَاِنَّهٗ کِفْلُ الشَّیْطَانِ . [1]

ترجمہ: ''نماز میں اپنے بالوں کا جوڑا مت باندھو اس لئے کہ یہ شیطان کا حصہ ہے''

(یعنی اس طریقہ پر شیطان نماز سے اپنا حصہ نکال لیتا ہے اور نماز ناقص ہو جاتی ہے، مترجم)

اور عقص کی چند صورتیں ہیں:

(۱)......ایک یہ کہ بال سر کے درمیان کھوپڑی پر جمع کئے جائیں اور گوند وغیرہ سے چپکا دیئے جائیں

(۲)......دوسرے یہ کہ گیسوؤں کو سر کے درمیان لپیٹ دیا جائے جیسا کہ خواتین بعض اوقات اس طرح کرتی ہیں۔

(۳)......تیسرے یہ کہ بالوں کو گدی پر یا پیشانی پر یا وسط سر میں جمع کر کے کسی رسی یا کپڑے کے ٹکڑے سے باندھ دیا جائے۔

(۴)......چوتھے یہ کہ بالوں کو گدی پر جمع کر کے ان کے سروں کو ان کی جڑوں میں داخل کر دیا جائے

فتاویٰ عالمگیری میں منجملہ مکروہاتِ نماز کے یہ بھی آیا ہے:

''وَیُکْرَهُ عَقْصُ شَعْرِهٖ وَهُوَ جَمْعُ الشَّعْرِ عَلَی الرَّأْسِ وَشَدُّهٗ بِشَیْئٍ حَتّٰی لَایَنْحَلَّ کَذَا فِی التَّبْیِیْنِ وَاخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ عَلٰی اَقْوَالٍ فَقِیْلَ اَنْ یَّجْمَعَهٗ وَسْطَ رَأْسِهٖ ثُمَّ یَشُدَّهٗ وَقِیْلَ اَنْ یَّلُفَّ ذَوَائِبَهٗ حَوْلَ رَأْسِهٖ کَمَایَفْعَلُهُ النِّسَآءُ وَقِیْلَ اَنْ یَّجْمَعَهٗ مِنْ قِبَلِ الْقَفَا وَیُمْسِکَهٗ بِخَیْطٍ اَوْخِرْقَةٍ وَکُلُّ ذَالِکَ مَکْرُوْهٌ (کَذَا فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ نَاقِلًا عَنْ غَایَةِ الْبَیَانِ) '' [2]

ترجمہ: ''مکروہ ہے جوڑا بنانا اور اس کی صورت یہ ہے کہ بالوں کو سر پر جمع کر کے کسی چیز

---

[1] رواه عبدالرزاق ج۲ باب القرأة فی الرکوع والسجود.

[2] فتاوی هندیه ج ۱ ص ۱۰٦، فصل فیما یکره فی الصلاة وفیمالایکره

سے باندھ لیا جائے تاکہ کھل نہ جائیں جیسا کہ تبیینؔ میں ہے اور اس کی تعریف میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، بعضؔ کے بقول وہ وسطِ سر پر بال جمع کر کے ان کو باندھنا ہے اور بعضؔ نے کہا ہے کہ گیسو سر کے اردگرد لپیٹ دیے جائیں جیسے عورتیں کرتی ہیں اور بعضؔ نے کہا کہ گدی کی جانب بال جمع کر کے ان کو دھاگے یا کپڑے سے باندھ لیا جائے اور یہ سب صورتیں مکروہ ہیں''

راقمُ الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ مذکورہ احادیث اور روایات (فقہیہ) سے مستنبط ہوتا ہے کہ جوڑا باندھنا (عقص) اپنی ذات میں مکروہ نہیں ہے صرف حالتِ نماز میں مکروہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء اس کو مکروہاتِ نماز کی بحث میں ذکر کرتے ہیں۔

اور اس بات کی تائید ملا علی قاری رحمہ اللہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو درجِ ذیل حدیث کی شرح کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا ہے:

''کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلٰی نِصْفِ اُذُنَیْہِ'' [1]

ترجمہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کے نصف تک ہوتے تھے''

فرماتے ہیں:

'' وَالْمُرَادُمِنْ ھٰذَا الشَّعْرُ ھُوَالَّذِیْ جَمَعَ وَعَقَصَ ''

ترجمہ: ''اس سے مراد وہ بال ہیں جو جمع کر کے باندھے تھے''

پس معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کبھی کبھار بالوں کا جوڑا باندھتے تھے تو ضرور یہ عمل اپنی ذات میں مکروہ نہ ہوا۔

البتہ نماز کی حالت میں نہی وارد ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۰: عورتوں کے لئے غسل کے وقت بٹے ہوئے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا کافی ہے (بال کھول کر ان کو دھونا ضروری نہیں) بخلاف مردوں کے۔

---

[1] نسائی میں یہ حدیث ان الفاظ میں منقول ہے:
کان شعر النبی ﷺ الیٰ نصف اذنیہ (نسائی کتاب الزینۃ من السنن ،اتحاد الجمۃ)

صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ (ﷺ) اِنِّي اِمْرَأَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي فَاَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا اِنَّمَا يَكْفِيْكَ اَنْ تَحْثِيَ عَلٰى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ" [1]

ترجمہ: "میں نے کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ) میں ایسی عورت ہوں کہ سر کے بالوں کی مینڈھیاں سخت باندھتی ہوں تو کیا غسلِ جنابت کے لئے ان کو کھولا کروں۔ تو فرمایا کہ: مت کھولا کر تیرے لئے بس اتنا کافی ہے کہ سر پر تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے پانی بہائے"

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین حصر کے لئے نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ پانی اچھی طرح بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔

ہدایہ میں ہے:

"لَيْسَ عَلَى الْمَرْأَةِ اَنْ تَنْقُضَ ضَفَائِرَ هَا فِي الْغُسْلِ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اُصُوْلَ الشَّعْرِ وَلَيْسَ عَلَيْهَا بَلُّ ذَوَائِبِهَا هُوَ الصَّحِيْحُ." [2]

ترجمہ: "غسل میں عورت کے لئے مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں جبکہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے اور اس کے لئے مینڈھیوں کا تر کرنا ضروری نہیں، یہی صحیح ہے"

پس معلوم ہوا کہ عورت کے لئے بٹے ہوئے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے البتہ جو بال بٹے ہوئے نہ ہوں ان تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔ [3]

اور مردوں کے لئے غسل کرتے ہوئے سب بالوں میں پانی پہونچانا ضروری ہے اگرچہ وہ بٹے ہوئے ہوں۔ [4]

مسئلہ ۲۱: سر کے بالوں میں مانگ نکالنا مسنون ہے اور سدل (مانگ نکالے بغیر بال پیچھے کو

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۹، باب حکم ضفائر المغتسل

[2] هدايه ج ۱ ص ۳۰، فصل فی الغسل

[3] کذافی الهندية

[4] کذافی محیط السرخسی

ڈالنا) منسوخ ہے۔ ۱؎

اور بعض کے نزدیک مانگ نکالنا افضل ہے اور سدل بھی جائز ہے ۲؎

اور فرق (مانگ) سے مراد یہ ہے کہ سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کانوں کے پیچھے سے سینے کی طرف لٹکا دیے جائیں اور سدل یہ ہے کہ مانگ نکالے بغیر بال پیچھے کو ڈال دیئے جائیں۔

فتاویٰ غرائب میں ہے:

"وَالْفَرْقُ اَنْ يُّقْسَمَ بِنِصْفَيْنِ وَيُرْسِلَ نِصْفًا مِنْ جَانِبِ يَمِيْنِهٖ عَلَى الصَّدْرِ وَنِصْفًا مِنْ جَانِبِ يَسَارِهٖ عَلَى الصَّدْرِ وَالسَّدْلُ اِرْسَالُ الشَّعْرِ حَوْلَ الرَّأْسِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّقْسَمَ بِنِصْفَيْنِ وَكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَ قُدُوْمِ الْمَدِيْنَةِ يَسْدُلُ وَكَذَا الْمُسْلِمُوْنَ ثُمَّ اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَهٗ بِالْفَرْقِ فَفَرَقَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْمُسْلِمُوْنَ.

ترجمہ: ''فرق (مانگ) یہ ہے کہ بال دو حصے کر کے دائیں بائیں جانب سے سینے پر ڈال دیے جائیں اور سدل سر کے اردگرد بال دراز چھوڑنے کو کہتے ہیں نصفا نصف کئے بغیر اور نبی علیہ السلام ہجرت کے بعد مدینہ کے ابتدائی زمانے میں سدل کیا کرتے تھے اور مسلمان بھی ایسا ہی کرتے تھے، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور نبی علیہ السلام کو فرق کی خبر دی اس کے بعد نبی علیہ السلام اور تمام مسلمان فرق پر عمل کرنے لگے''

اور ''صراطِ مستقیم'' میں صاحبِ قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ سدل میں بالوں کو گدی پر جمع کرنا معتبر ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ابتداء میں بال گدی کی طرف سے پیچھے ڈالتے تھے اس کے بعد فرق یعنی مانگ نکالنے لگے۔

صحیحین میں ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

۱؎ قاله العسقلانى .قال القاضى عياض نسخ السدل فلايجوز فعلهٗ مرقاة ج۸ ص ۲۹۳

۲؎ الحاصل ان صحيح المختار جواز السدل والفرق افضل ، المرقاة ،ج۸ ص ۲۹۳

”کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلَ الْکِتَابِ فِیْمَالَمْ یُؤْمَرْفِیْهِ وَکَانَ اَهْلُ الْکِتَابِ یَسْدِلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یَفْرُقُوْنَ رُؤُوْسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم نَاصِیَتَهٗ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدَهٗ. [1]

ترجمہ: ”نبی علیہ السلام جن چیزوں میں آپ پر وحی نہیں آئی ہوتی تھی، ان میں اہلِ کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے اور اہل کتاب سدل کرتے تھے اور مشرکین سر کے درمیان مانگ نکالتے تھے پس آپ سدل فرمانے لگے بعد میں فرق کو اختیار فرمایا“

اور محدث دہلوی رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ فرق (مانگ) کو اختیار کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اجتہاد سے تھا تا کہ اہلِ کتاب کی مخالفت ہوجائے کیونکہ ابتدائے اسلام میں اہل کتاب کی موافقت ان کی تالیفِ قلب کی غرض سے تھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اور ان کی تالیفِ قلب سے بے نیاز کردیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ادیان پر غالب کردیا تب بعض امور میں ان کی مخالفت کی اور بعض میں موافقت کی۔

اور جن عبارات میں یہود کی موافقت کا ذکر ہے ان سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے معاملات میں اختیار رکھتے تھے۔

کیونکہ اگر شریعت کا حکم اس معاملے میں موجود ہوتا تو حتمی طور پر اس پر عمل لازم ہوتا (اختیار نہ ہوتا) اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ اگر بال منتشر ہوتے تو مانگ نکالتے ورنہ ویسے بال پیچھے ڈالدیتے یعنی سدل یا مانگ کے لئے تکلف نہ فرماتے۔

اور شرح صراطِ مستقیم میں لکھا ہے کہ مختار یہ ہے کہ بالوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے تھے نہ سدل سے غرض رکھتے تھے نہ فرق سے اور سدل وفرق دونوں جائز ہیں اور فرق افضل ہے۔

مسئلہ ۲۲: بالوں کو کاندھوں تک اور اس سے کم بھی دراز کرنا جائز ہے بلکہ مسنون ہے، اس لئے کہ نبی علیہ السلام کے بالوں کے متعلق روایات مختلف وارد ہوئی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول روایت میں ہے:

---

[1] بحوالہ مشکوٰۃ باب الترجل فصل اول و مرقاۃ ج۸ ص ۲۹۲

"کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلٰی نِصْفِ اُذُنَیْہِ" [۱]

ترجمہ: "آنحضرت ﷺ کے بال کانوں کے نصف تک تھے"

اور جمعُ الوسائل" میں ہے کہ یہاں "نِصف" سے مطلقاً بعضِ اُذن مراد ہے تا کہ کانوں کے محاذات میں کم وبیش ہر صورت کو شامل ہو جائے، دوسری روایت میں آیا ہے:

"کَانَ یَبْلُغُ شَعْرُہٗ شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ" [۲]

ترجمہ: "آپ ﷺ کے بال کانوں کے نرمہ تک پہنچتے تھے"

اور ایک روایت میں ہے:

"وَکَانَ لَہٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّۃِ وَدُوْنَ الْوَفْرَۃِ" [۳]

ترجمہ: "نبی علیہ السلام کے بال کاندھوں سے کما وپر اور کانوں کے نرمہ سے نیچے تک تھے"

یعنی ابھی کاندھوں تک جس کو جمہ کہتے ہیں نہیں ہوتے تھے لیکن کانوں کے نرمہ سے نیچے تک آجاتے تھے یعنی کاندھوں اور کانوں کے درمیان ہوتے تھے اور اس کو لمہ کہتے ہیں یعنی کاندھوں کے قریب (کیونکہ المام قربت کے معنیٰ میں ہے)

اور مذکورہ تینوں حدیثوں کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے شمائل میں نقل فرمایا ہے اور ان میں سے تیسری کی موافقت بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے:

"بَیْنَ اُذُنَیْہِ وَعَاتِقِہٖ" [۴]

ترجمہ: "یعنی کانوں اور کاندھوں کے درمیان"

جزری نے نہایہ میں نقل فرمایا ہے، جمہ سر کے بال کاندھوں تک ہونا، اور وفرہ سر کے بال کانوں کے نرمہ تک ہونا اور کبھی جمہ کا اطلاق بالوں پر مطلقاً ہوتا ہے۔

جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

---

[۱] شمائلِ ترمذی، کیف کان شعر رسول اللہ ﷺ

[۲] شمائلِ ترمذی ج ۱ ۳۰، کیف کان شعر رسول اللہ ﷺ

[۳] ترمذی باب ماجاء فی الجمۃ واتخاذ الشعر

[۴] بخاری، حدیث نمبر ۵۴۵۴، الجعد

''كَانَتْ جُمَّتُهُ تَضْرِبُ قَرِيْبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ '' [۱]

ترجمہ: ''نبی علیہ السلام کے بال کاندھوں کے قریب کو چھوتے تھے''

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

''لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ '' [۲]

ترجمہ: ''یعنی آپ ﷺ کے بال کاندھوں سے لگتے تھے''

اور امِّ ھانی کی روایت میں آیا ہے:

''لَهُ اَرْبَعُ غَدَائِرَ'' [۳]

ترجمہ: ''نبی علیہ السلام کے بالوں کی چار لٹیں تھیں''

دو دائیں جانب، دو بائیں جانب اور ان تین روایتوں کو بھی ترمذی نے شمائل میں روایت کیا ہے۔ [۴]

اور یہ چھ روایتیں بظاہر ایک دوسرے کے متعارض واقع ہوئی ہیں جس کی وجہ سے محدثین اور شراحِ حدیث نے ان کی تطبیق میں بہت کچھ موشگافیاں کی ہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بالوں کا جو حصہ ابتدائے سر سے شروع ہوتا تھا وہ کانوں کے نصف تک پہنچتا تھا اور جو بال اس کے بعد والے حصہ سے شروع ہوتے تھے وہ کانوں کے نرمہ تک پہنچتے تھے اور اسی ترتیب سے سر کے پچھلے حصہ والے بال تھے کہ وہ کاندھوں تک پہنچتے تھے۔

اور جمعُ الوسائل میں فرمایا کہ یہ وجہِ تطبیق، تکلفاتِ بعیدہ میں سے ہے اس لئے کہ بظاہر یہ روایات نبی علیہ السلام کے مجموعی بالوں کے بارے میں ہیں نہ کہ بالوں کے علیحدہ علیحدہ حصوں کے بارے میں۔

اور امام نووی نے ابنِ بطال کی پیروی میں کہا ہے کہ یہ اختلافِ احوال اختلافِ زمان پر مبنی ہے اس

---

[۱] كذافي دلائل النبوة للبيهقي حديث نمبر ۱۵۵، بتغير اللفظ

[۲] كذافي سنن الترمذي باب ماجاء في الرخصة في الثوب الاحمر للرجال، حديث نمبر ۱۶۴۶.

[۳] سنن ابي داؤد حديث نمبر ۳۶۵۹ في الرجل يقص شعره.

[۴] شمائلِ ترمذي باب ماجاء في شعر رسول الله ﷺ ص ۳۴

لئے کہ اگر بال کاٹنے میں تاخیر ہو جاتی تو کانوں کے نرمے تک پہنچ جاتے اور اگر جلدی حجامت بنواتے تو کانوں کے نصف تک ہی رہتے تھے، وعلٰی ھذا لقیاس.[۱]

اور اس تطبیق میں بھی تأمل ہے اس لئے کہ نبی علیہ السلام سے (عام حالات میں) سر منڈانا سوائے ایک دفعہ کے ثابت نہیں[۲]

پس وجہِ تطبیق میں مناسب قول یہ ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے حج وعمرہ میں سر منڈایا تو اس کے بعد قریب تر زمانے میں کانوں کے نصف تک تھے اور پھر بتدریج کاندھوں تک پہنچے اور راویوں میں سے ہر ایک نے اپنے مشاہدہ کے مطابق بیان کیا۔

لہٰذا ہر ایک کی روایت اپنی جگہ درست ہے۔[۳]

اور محدّث دہلوی رحمہ اللہ نے ''مدارج'' میں فرمایا ہے کہ کبھی تیل لگاتے اور کنگھی کرتے تو بال دراز ہوتے اور ویسے عام حالات میں چھوٹے نظر آتے، باقی مَردوں کے حق میں بالوں کو کاندھے سے مزید بڑھانا اس کا حکم سوائے مرقاۃ کے کسی روایت میں نہیں دیکھا گیا۔

مرقاۃ میں ہے:

''لَاشَکَّ اَنَّ طُوْلَ الشَّعْرِ لَیْسَ مَذْمُوْمًا وَلَا جَاءَ اَمْرٌ بِقَطْعٍ مَازَادَ عَلٰی مِقْدَارٍ مَعْلُوْمٍ مِنْہُ''[۴]

ترجمہ: ''بلاشبہ بالوں کو زیادہ لمبا کرنا برا نہیں اور کسی معین مقدار سے زیادہ کاٹنے کے بارے میں نبی علیہ السلام سے کوئی حکم وارد نہیں ہوا''

اور نیز شرح ''منتہی الارادات'' فقہ حنبلی میں ہے:

''وَلَابَأْسَ بِزِیَادَۃٍ عَلٰی مَنْکِبَیْہِ''

ترجمہ: ''بالوں کو کاندھوں سے زیادہ لمبا چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں''

---

[۱] قاله علی القاری فی شرح الشمائل وهٰكذا فی المواهب ،وفی المرقاة ج۸ص ۳۰۹

[۲] کماوقع فی الصحیحین

[۳] قاله علی القاری

[۴] مرقاة المفاتیح، باب الترجل، ج۸ص ۳۰۹

اور سنن ابی داؤد میں حضرت انسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''میرے سر پر پٹے چھوڑے ہوئے تھے تو میری والدہ نے فرمایا کہ تیرے یہ پٹے نہیں کٹواؤں گی اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے بطور لاڈ پیار کے (جیسے بچوں سے کیا جاتا ہے) ان کو پکڑا تھا اور کھینچا تھا پس حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے ان بالوں کو نبی علیہ السلام کے دستِ مبارک کے مس کرنے کی وجہ سے بطور تبرک کے باقی رکھا تھا'' [۱]

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ ارسال علی الاطلاق (یعنی عورتوں کی طرح لمبے بال چھوڑنا) جائز نہیں بوجہ اس کے عورتوں کی خصوصیت ہونے کے اور مردوں کی ان کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کے

اشکال: سنن ابی داؤد میں نبی علیہ السلام سے منقول ہے:

''**نِعْمَ الرَّجُلُ خَرِيْمُ الْاَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلَ جُمَّتِهٖ وَاِسْبَالَ اِزَارِهٖ**'' [۲]

ترجمہ: ''خریم اسدی اچھے آدمی ہیں اگر سر کے بال ان کے زیادہ لمبے نہ ہوتے اور پائجامہ (ٹخنوں سے) نیچے نہ لٹکاتے''

جب اس ارشاد مبارک کا خریم اسدی کو علم ہوا تو انہوں نے اپنے بال کانوں کے برابر تک کٹوا لئے اور ازار کو آدھی پنڈلی تک کر دیا''

یہ حدیث واضح طور پر حد مذکورہ سے زائد بالوں کو بڑھانے کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔

حلِ اشکال: یہ حدیث، اسدی اور اس جیسے حضرات کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ انہوں نے فخر و ناز کی غرض سے بال اس طرح رکھے تھے پس ممانعت کی علت یہی فخر و بڑائی ہے۔ [۳]

اور اس کی تائید ''مدارج'' میں مرقوم اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

---

[۱] عن انس قال کانت لی ذوائبه فقالت لی امی لااجزها کان رسول اللہ ﷺ یمدها ویاخذها (بحواله مشکوٰۃ مع مرقاۃ ج۸ص ۳۰۱، باب الترجل، الفصل الثانی

[۲] سننِ ابی داؤد حدیث نمبر ۳۵۶۲، باب ماجاء فی اسبال الازار. کذافی المشکوٰۃ ج۲ ص ۱۱ ۵ باب الترجل الفصل الاول.

[۳] کذافی المرقاۃ ج۸ص ۳۰۹

''جس کو تو دیکھے کہ بالوں کے بڑھانے اور سنوارنے میں بے حد تکلف کرتا ہے تو یہ بھی مکروہ ہے''

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ اسدیؒ نے خود بھی نبی علیہ السلام کے کراہت فرمانے کی یہی وجہ سمجھی اور اپنے بال کانوں کے برابر تک کٹوا دیے۔

اور اگر وجہ کراہت مطلقاً بالوں کو دراز چھوڑنا فرض کیا جائے تو چونکہ صاحب معاملہ اپنے معاملے کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے تو اس بناء پر چاہیئے تھا کہ کانوں سے بال بڑھانا جائز نہ ہوتا حالانکہ یہ بالاتفاق جائز ہے۔

جیسا کہ نبی علیہ السلام کے بالوں کا کانوں سے متجاوز ہونا (پیچھے مذکور ہوا) معلوم ومشہور ہے۔

اسی لئے ملا علی قاری علیہ رحمۃ نے مرقاۃ میں فرمایا ہے کہ بال بڑھانا مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۳: سر کے بالوں کے ساتھ آدمی کے بال ملانا جس کو وصل کہتے ہیں جیسے کہ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے یہ مرد وزن ہر دو کے لئے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کی بناء پر ممنوع ہے: [۱]

---

[۱] **انسان یا خنزیر یا کسی اور جانور کے بالوں کی وگ استعمال کرنا**

انسانی بالوں کی یا خنزیر کے بالوں کی وگ لگوانا جائز نہیں حرام ہے خواہ وگ کے بال مشین کے ذریعہ اس طرح لگوائے جائیں کہ وہ جسم کے ساتھ مستقل پیوست ہو جائیں اور جسم سے الگ نہ ہو سکتے ہوں یا اس طرح نہ لگوائیں بلکہ عارضی طور پر لگوائیں کہ جب چاہیں اسے پہن لیں اور جب چاہیں اسے اتار لیں کسی صورت میں انسانی بالوں یا خنزیر کے بالوں کی وگ لگوانا جائز نہیں۔

خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کے بالوں کی بنی ہوئی وگ یا مصنوعی بالوں کی وگ لگانا اور لگوانا شرعاً جائز ہے خواہ مستقل طور پر پیوست کر کے لگائی جائے یا عارضی طور پر لگائی جائے دونوں صورتوں میں کچھ حرج نہیں (ماخوذ از ''خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام)

وگ کے بالوں پر مسح اور غسل کا حکم

مصنوعی بال اگر کسی جھلی وغیرہ میں پیوست ہوں اور وہ جھلی سر کے بال صاف کر کے کسی لیس دار مادے سے سر پر چپکا دی جائے اور کچھ کچھ عرصے بعد نیچے سے بال بڑھنے کے بعد یہ جھلی ڈھیلی ہو جانے پر اتار کر دوبارہ پھر یہی عمل کیا جاتا رہے، تو چونکہ یہ جھلی جسم کا حصہ نہیں اور یہ جھلی یا اس کے نیچے کا لیس دار مادہ سر کی جلد تک پانی پہنچنے یا مسح کا اثر پہنچنے سے مانع ہوتی ہے، اس لئے اس جھلی والے بال لگانے کی صورت میں واجب غسل اور وضو مکمل نہیں ہوگا، جس کی وجہ سے نماز وغیرہ صحیح نہیں ہوگی، البتہ اگر سر کی قدرتی جلد میں ہی بالوں کی پیوند کاری کی جائے تو اس صورت میں چونکہ سر کی جلد تک غسل اور وضو میں مسح کے لئے کوئی چیز مانع نہیں، اس لئے غسل اور وضو صحیح ہو جائے گا، اور یہی حکم عام وِگ کا بھی ہے، جو بلا تکلف سر پر رکھی اور اتاری جاسکتی ہے، کہ وضو اور غسل کے لئے اسے اتار کر سر پر پانی پہنچانے سے وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا (مریض ومعالج کے شرعی احکام)

" لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ " [۱]

ترجمہ: " اللہ تعالیٰ واصلہ اور مستوصلہ عورت پر لعنت فرماتے ہیں "

واصلہ وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے بالوں میں بال ملائے، اور مستوصلہ وہ عورت ہے جو کسی عورت سے اپنے بالوں میں بال ملوائے اور یہ حکم عورت و مرد دونوں کو شامل ہے۔ [۲]

باقی حدیث میں خاص طور پر عورت کا ذکر کرنا جاری عادت کی بنا پر ہے کہ عرب کی عورتیں عام طور پر بالوں میں وصل کرتی تھیں (ورنہ ممانعت مرد و عورت دونوں کو عام ہے)

صاحب ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں:

" عورتوں کیلئے بالوں میں اونٹ کی صوف (اون) کے وصل کرنے کی اجازت ہے "

امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الآثار میں مذکور ہے:

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَابَأْسَ بِالْوَصْلِ فِي الرَّأْسِ اِذَا كَانَ صُوْفًا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ " [۳]

ترجمہ: " ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ صوف کا وصل کرنے میں کوئی حرج نہیں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول امام صاحب کا ہے "

اور موطا میں فرماتے ہیں:

" وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا " [۴]

ترجمہ: " یہی امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے "

---

[۱] نسائی کتاب الزینة باب المستوصله، ابن ماجه ج ۱ کتاب النکاح باب الواصلة والواشمة

[۲] قاله القاری فی المرقاة ج۸ص ۲۹۵: لعن اللہ الواصلة التی توصل شعرها بشعر آخر والمستوصلةای التی تطلب هذا الفعل من غيرها وتامر من يفعل بهاذلک وهی تعم الرجال والمرأة

[۳] کتاب الأثار ص ۱۹۷.

[۴] یکره للمرأة ان تصل شعراً الیٰ شعرها او تتخدو قصة شعر ولا باس بالوصل فی الرأس اذا کان صوفاً فاما الشعر من شعور الناس فلا ينبغی وهو قول ابی حنيفه فالعامة من فقهائنا رحمهم الله تعالیٰ(موطاء محمد ابواب السیر، باب المرأة تصل شعرها بشعر غیرها)
وایضًا فی المرقاة ج۸ص ۲۹۵

مطالبُ المومنین میں ہے کہ:

آدمی چونکہ اپنے سارے اجزاء کے ساتھ قابلِ احترام ہے اس لئے اس کے بالوں کو وصل کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں اور انسان کے سوا کسی اور چیز کے بال عورت کے لئے جبکہ اس کا شوہر اور آقا نہ ہو تب بھی اس کو وصل کرنا ناجائز ہے اور اگر شوہر یا آقا ہو تو ان کی اجازت سے جائز ہے (وھوالاصح) [1]

مسئلہ ۲٤: ملائے ہوئے بالوں کے ساتھ عورت کی نماز ہو جاتی ہے۔ [2]

مسئلہ ۲۵: عورتوں کو ریشم یا کسی اور سرخ دھاگے سے بال باندھنا جائز ہے، محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، بالوں کو ریشم وغیرہ کی سرخ ڈوری سے باندھنا جو بالوں کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتی بلا کراہت جائز ہے۔ [3]

مسئلہ ۲٦: عورتوں کو دھاگے کی قسم کے مصنوعی بال سر کے بالوں کے ساتھ ملانا جائز ہے توضیح الحواشی میں بالوں کے ساتھ بال ملانے کے بیان کے بعد مذکور ہے:

"وَاَمَّا اِذَا وَصَلَتْ بِغَيْرِهٖ مِنْ خِرْقَةٍ وَغَيْرِهَا فَـلَا يَدْخُلُ فِي النَّهْيِ"

ترجمہ: "البتہ اگر بالوں کی بجائے کپڑے کے ٹکڑے یا کسی اور اس طرح کی چیز کو بالوں کے ساتھ وصل (ملایا) جائے تو وہ ممانعت میں داخل نہیں"

---

[1] واما الشعر الطاهر من غير الادمی فان لم يكن لها زوج ولاسيد فهو حرام ايضا وان كان فثلاثة اوجه اصحها ان فعلته باذن الزوج والسيد جاز (مرقاة ج۸ص ۲۹۵)

[2] كذافي الهندية: في جواز صلاة المرأة مع شعرغيرها الموصول اختلاف بينهم والمختار انه يجوز كذافي الخانية (ج۵ص ۳۵۸)

[3] **پراندی کا استعمال**

بالوں کی چٹیا بنا کر ان میں پراندی ڈال لینا بلا کراہت جائز ہے لیکن نمود و نمائش یا فیشن کی خاطر (موتیوں وغیرہ سے آراستہ پراندی) باندھنا ناجائز ہے خصوصاً اجنبی مردوں کی نگاہیں پڑنے والے موقع پر کھڑے ہونے یا ایسی جگہ آنے جانے سے اس کی قباحت و برائی میں اضافہ ہو جاتا ہے اس لئے ایسے امور سے پرہیز لازم ہے۔

کلِپ لگانا

خواتین کے لئے ہیئر کلپ کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ نمود و نمائش مقصود نہ ہو اور اپنی مالی حیثیت کے موافق خریدا جائے۔

(ماخوذ از "خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام، مرتبہ: مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ)

مسئلہ ۲۷: اگر کسی غلام کی پیشانی پر بال نہ ہوں تو بائع (بیچنے والا) اس غرض سے کہ قیمت زیادہ لگے اس کی پیشانی پر بال لٹکا سکتا ہے اور اگر غلام خدمت کے لئے ہو تو اس طرح اس کے بالوں میں اضافہ کرنا جائز نہیں۔ [۱]

مسئلہ ۲۸: سر کے بالوں میں تیل و کنگھی نہ کرنا جس کی وجہ سے ان میں جوئیں پڑ جائیں اور میلے کچیلے ہو جائیں اور پراگندہ ہو کر آپس میں چپک جائیں۔ [۲]

جیسا کہ بعض ملنگوں کا طریقہ ہے یہ بدعت اور خلافِ سنت ہے اور اس میں ہندو جوگیوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے۔

مسئلہ ۲۹: شرفاء اور علویوں کی طرح پٹے چھوڑنا بوجہ ان کے شعار ہو جانے کے دوسروں کے لئے مکروہ ہے اور تلبیس میں داخل ہے۔ [۳]

اس سے معلوم ہوا کہ علامت کے طور پر مردوں کو پٹے رکھنا مکروہ نہیں ہاں مشابہت کے طور پر چھوڑنا مکروہ ہے جیسا کہ حریم اسدی کی حدیث سے زینت اور فخر کی غرض سے چھوڑنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

مسئلہ ۳۰: مَردوں کے حق میں سوائے حالت احرام کے بال بٹنا مکروہ ہے۔

صاحبِ توضیح الحواشی نے حدیث ''لَا تَشَبَّهُوْا بِالتَّلْبِيْدِ'' کی شرح میں فرمایا ہے:

'' اَیْ لَا تَضْفِرُوْا شَعَرَكُمْ كَالْمُتَكَبِّرِيْنَ فَاِنَّهٗ مَكْرُوْهٌ فِیْ غَيْرِ الْاِحْرَامِ ''

''تکبر کرنے والوں کی طرح بالوں کی مینڈیاں نہ بناؤ اس لئے کہ سوائے حالتِ احرام کے یہ مکروہ ہے''

---

[۱] كذا فی المطالب والهنديه ناقلاعن المحيط، فتاویٰ قاضی خان علیٰ حامش الهنديه ج ۳ ص ۴۱۴

[۲] سر میں تیل کی مالش اور بالوں میں تیل لگانا مردوں، عورتوں دونوں کے لئے جائز ہے، حضور اقدس ﷺ سے تیل لگانا بطور عادت کے ثابت ہے اس لحاظ سے اگر اتباع سنت کی نیت سے سر میں تیل لگایا جائے تو یہ عمل باعثِ ثواب بھی ہوگا علاوہ ازیں طبی لحاظ سے بھی سر میں تیل لگانا مفید ہے چنانچہ سر میں قدرتی تیل کی مالش سے خواتین بہت ساری بیماریوں سے بچ سکتی ہیں الخ (ماخوز از ''خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام، مرتبہ: مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ)

[۳] كذافی الاحیاء۔ ملحوظ رہے کہ اس زمانے میں ہمارے ان دیار میں شرفاء اور صحیح العقیدہ علویوں کا تو یہ شعار نہیں رہا اس لئے معلول بعلت مذکورہ، کراہت کا حکم بھی باقی نہ رہے گا (مترجم)

فصلِ دوم

داڑھی کے احکام کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ لحیہ عبارت ہے ٹھوڑی اور دونوں رخساروں کے بالوں سے۔ [1]

اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لُحی نچلے جبڑے کو کہتے ہیں اور یہ بال اسی پر اگتے ہیں۔

چنانچہ عرب کہتے ہیں:

"رَمَاهُ بِلُحٰی جَمَلٍ" [2]

ترجمہ: "اس کو اونٹ کے نچلے جبڑے کیساتھ مارا"

اور بعض نے کہا ہے کہ **لُحی** کنپٹی اور رخسار کے درمیان کی اونچی ہڈی کو کہتے ہیں۔

اور داڑھی کے بال چونکہ لحی نامی اس ہڈی پر ختم ہوتے ہیں اس مناسبت سے ان تمام بالوں کو لحیہ سے موسوم کیا گیا۔

غرائب میں ہے

"كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لِلْحَلَّاقِ اَبْلِغِ الْعَظْمَيْنِ فَاِنَّهُمَا مُنْتَهَى اللِّحْيَةِ يَعْنِىْ حَدَّهَا وَلِذَالِكَ سُمِّيَتْ لِحْيَةً لِاَنَّ حَدَّهَا اللُّحٰى . [3]

ترجمہ: "عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نائی سے کہتے کہ کنپٹی کی ہڈی تک بال صاف کرو کیونکہ یہ داڑھی کی حد ہے اور اسی وجہ سے اس کو لحیہ کہتے ہیں کہ اس کی حد لُحی نامی کنپٹی کی اسی ہڈی پر ہوتی ہے"

---

[1] اللحية بالكسر شعر الخدين و الذقن (القاموس المحيط ج۳ ص ۱۷۴، باب اللعو السيئ الخلق ، و الفسل ،والشره الحريص)

[2] كذافى المغرب باب اللام مع الحاء المهملة

[3] عن نافع عن ابن عمر انه كان يقول للحلاق اذاحلق فى الحج ابلغ الى العظمين (مصنف ابنِ ابى شيبه ج ۲ ، كتاب الحج، فى الحج اين هو)

مسئلہ ۳۱ : ایک مٹھی کی مقدار تک داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کو سنت کہنا اس معنی میں ہے کہ دین میں جاری شدہ طریقہ ہے اس اعتبار سے واجب پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔
یا سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت کہا جاتا ہے۔ [۱]
باقی اس کا وجوب نبی علیہ السلام کے اس قول سے ثابت ہے
''اُحفُوا الشَّوَارِبَ وَاعفُو اللُّحٰی'' [۲]
ترجمہ: ''مونچھوں کو ترشواؤ (باریک کرو) اور داڑھی بڑھاؤ''
اور اعفا سے مراد داڑھی کو بغیر مونڈنے اور کاٹنے کے اپنے حال پر چھوڑنا ہے یا خوب گھنی کرنا ہے۔ [۳]
باقی ایک مٹھی کی مقدار کی تعیین عمرو بن شعیب کی روایت سے ثابت ہے:
''اِنَّهٗ ﷺ کَانَ یَاخُذُ مِنۡ لِحۡیَتِهٖ طُوۡلاً وَعَرۡضًا'' [۴]
ترجمہ: ''نبی علیہ السلام طول وعرض سے اپنی داڑھی کے بال لیتے تھے''
یعنی ہر جانب سے داڑھی کی اصلاح کرتے تھے اور صاحبِ مفاتیح اور غرائب نے اس حدیث کے آخر میں لفظ:
''اِذَا زَادَعَلٰی قَدۡرِ الۡقُبۡضَةِ''
(جب مٹھی کی مقدار سے بڑھ جاتے تھے) بھی نقل کیا ہے۔ [۵]
اشکال: قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفاء میں حلیہ شریف کے بیان میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں''

---

[۱] کذافی اشعة اللمعات
[۲] رواه الترمذی ابواب الاستیذان والآداب عن رسول الله ﷺ باب ما جاء فی اعفاء اللحیة، مسلم کتاب الطهارة باب خصال الفطرة
[۳] وهو المأول علیه عندنا کذا فی غایة البیان
[۴] یہ حدیث شریف ترمذی میں بایں الفاظ منقول ہے:
ان النبی ﷺ کان یاخذ من اللحیته من عرضها وطولها، ابواب الاستیذان والآداب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم باب ماجاء فی الاخذ من اللحیة حدیث نمبر ۲۶۸۶
[۵] وفی ردالمحتار: (قوله والسنة فیها القبضة) وهو ان یقبض الرجل لحیته فمازاد علیٰ قبضة منها قطعه کماذکره محمد فی کتاب الآثار عن الامام الخ (شامی ج۶ ص۴۰۷)

"كَثُّ اللِّحْيَةِ تَمْلَأُ صَدْرَهٗ" ؎۱

ترجمہ: "نبی علیہ السلام کی داڑھی گھنی تھی جوسینہ کوبھردیتی تھی"

یہ روایت گذشتہ روایت کے منافی ہے تطبیق کیا ہوگی؟

حل اشکال: یہ اختلافِ احوال اختلافِ زمانہ پر محمول ہے چنانچہ پچھلی روایت کے الفاظ "اِذَا زَادَ عَلٰی قَدْرِ الْقُبْضَةِ" سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

یا مراد یہ ہے کہ چوڑائی میں سینہ کوبھردیتی تھی جیسا کہ بعض شارحین کے کلام سے بھی واضح ہوتا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

"اَلْكَثُّ عِبَارَةٌ عَنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ وَلِهٰذَا عَقِبَهٗ بِقَوْلِهٖ يَمْلَأُصَدْرَهٗ

ترجمہ: "کث سے مراد بالوں کا گھنا ہونا ہے اس لئے اس کے بعد "یملأ صدرہ" کا لفظ لایا گیا ہے" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۸ص۲۹۸)

اور باقی "وظائف النبی میں جو یہ لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کی داڑھی مبارک خلقتاً چار انگلیوں کے برابر لمبی تھی کہ اس سے کم زیادہ نہ ہوتی تھی۔

محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قول کی کوئی سند نہیں پائی گئی۔

اور نیز یہ ترمذی شریف کی مذکورہ حدیث اور شفاء کی مذکورہ عبارت کے بھی منافی ہے۔

اور ہدایہ کی کتاب الصوم میں ہے:

"لَايَفْعَلُ لِتَطْوِيْلِ اللِّحْيَةِ اِذَا كَانَتْ بِقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَهُوَ الْقُبْضَةُ" ؎۲

ترجمہ: "داڑھی جبکہ مسنون مقدار میں ہو جو کہ ایک مٹھی ہے تو اس کی مزید درازی کے لئے کوئی تدبیر نہ کی جائے گی"

اور نہایہ حاشیہ ھدایہ میں ہے

"اَللِّحْيَةُ عِنْدَنَا طُوْلُهَا بِقَدْرِ الْقُبْضَةِ وَمَا وَرَاءَ ذَالِكَ يَجِبُ قَطْعُهٗ

؎۱ شفاء جلد ۱ ص ۶۰

؎۲ هدايه ج ۱ ص ۲۲۱، كتاب الصوم باب مايوجب القضاء والكفارة .

هٰكَذَارُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ كَانَ يَاْخُذُ مِنَ اللِّحْيَةِ طُوْلَهَا وَعَرْضَهَا اَوْرَدَهُ اَبُوْ عِيْسٰى فِىْ جَامِعِهٖ وَقَالَ مِنْ سَعَادَةِ الرَّجُلِ خِفَّةُ لِحْيَتِهٖ وَكَانَ عَبْدُاللهِ ابْنُ عُمَرَ يُقَصِّرُ عَنْ لِحْيَتِهٖ وَيَقْطَعُ مَاوَرَاءَ الْقُبْضَةِ ذَكَرَهُ فِى الْاٰثَارِ عَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَبِهٖ اَخَذَاَبُوْحَنِيْفَةَ وَاَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ كَذَا ذَكَرَهُ اَبُوالْيُسْرِ فِىْ جَامِعِهِ الصَّغِيْرِ. [1]

ترجمہ:''ہمارے نزدیک داڑھی کی لمبائی کی مقدار ایک مٹھی ہے اور جو اس سے زیادہ ہو اس کا کاٹنا واجب ہے اسی طرح نبی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ داڑھی کے طول وعرض سے بال لیتے تھے ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں اس کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ داڑھی کا ہلکا ہونا آدمی کی سعادت مندی کی علامت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی میں سے کم کرتے تھے اور ایک مٹھی سے زائد کاٹ لیتے تھے اس کو ابن عمر کے حوالے سے آثار میں ذکر کیا ہے''

اشکال : مذکورہ روایات (فقہیہ) سے ایک مٹھی سے زائد داڑھی کے کاٹنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

جبکہ حدیث ''اُعْفُوْا اللُّحٰى ''جو صحیحین کے حوالے سے ماقبل میں مذکور ہوئی اس کے معارض ہے کیونکہ اعفاءلحیہ کا مدلول عام ہے ایک مٹھی اور اس سے زائد کی مقدار دونوں کو شامل ہے جس کا مقتضاء مطلقاً داڑھی کو بڑھانا ہے ایک مٹھی کی مقدار پر یہ کسی طور پر بھی دلالت نہیں کرتی۔

حل اشکال: فقہاء کاملین نے اس اشکال کو دو طریقوں سے حل کیا ہے۔

طریقِ اول:ایک وہ جس کی طرف صاحب فتح القدیر گئے ہیں وہ یہ کہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان سے مٹھی سے زائد کاٹنا ثابت ہے۔

چنانچہ بخاری میں ہے:

---

[1] نهايه برهامش فتح القدير ج۲ص ۲۶۹ :يقول المترجم:مسئلة اللحية فى النهاية مفصلاً بتحقيق انيق وهذا الاقتباس ملخصامنه.وايضا نقل منه فى المرقاة شرح المشكوٰة ج۸ص۲۹۸، باب الترجل،كتاب اللباس.ردالمحتار ج۶ص۴۰۷

”كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ“ [۱]

پس قطع نظر اس سے کہ راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو جیسا کہ یہاں بھی ایسا ہی ہے یہ بات بھی ہے کہ یہی عمل دوسرے راوی سے خود نبی علیہ السلام کے بارے میں بھی منقول ہے۔

لہٰذا مذکورہ حدیث (ان دونوں وجوہات کے پیش نظر) منسوخ سمجھی جائے گی۔

جیسا کہ ہمارے نزدیک اصول ہے۔ [۲]

اور آخری درجہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مراد ”اِعْفَاءُ“ سے پوری کاٹنے یا اکثر کاٹنے کی نفی ہے، جیسا کہ ہندیوں عجمیوں اور ولائتیوں کا طریقہ ہے۔

اور اس معنیٰ کی تائید صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔

”جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ“ [۳]

ترجمہ: ”مونچھوں کو (باریک) ترشواؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ مجوس کی مخالفت کرو“

اس لئے کہ آخری جملہ بیانِ علت کے محل میں ہے اور ابنِ ہمام کے اس کلام کی تائید ”صاحبِ اختیار شارحِ مختار“ کے قول سے بھی واضح ہوتی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

”قَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِعْفَاءُ اللُّحٰى تَرْكُهَا حَتّٰى تَكُثَّ وَتَكْثُرَ“ [۴]

البتہ یہ طریقہ خلفاء راشدین جیسے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے عمل سے متصادم ہے کہ ان کی داڑھی مٹھی کی مقدار سے زائد تھیں۔

ابن عبد البر نے استیعاب میں اور عسقلانی نے اصابہ میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[۱] بخاری حدیث نمبر ۵۴۴۲، تقلیم الاظفار (وهكذا رواه ابو داؤد والنسائى ومحمد بن الحسن فى آثاره وقال وبه ناخذ)

[۲] الراوى اذا عمل بخلاف روايته او افتى بخلافه لايبقى حجة الخ (عمدة القارى ج۳ ص ۴۱، ارشاد اصول الحديث ص ۱۸۷)

[۳] صحيح مسلم حديث نمبر ۳۸۳، باب خصال الفطرة

[۴] واعفاء اللحى قال محمد عن ابى حنيفة تركها حتى تكث وتكثر، والتقصير فيها سنة (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهية، فصل احكام سنن الفطرة، جزء ۴ ص ۲۰۸)

کے حالات میں نقل فرمایا ہے:

"كَبِيرُ اللِّحْيَةِ عَظِيمُهَا" [1]

اور امام نووی نے "تہذیب الاسماء" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی کے بیان میں فرمایا ہے "كَانَتْ كَثَّةً طَوِيلَةً"

ترجمہ: "آپ کی داڑھی گھنی اور دراز تھی" [2]

اور محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج میں فرمایا ہے:

"کہا جاتا ہے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی سینہ کو بھر دیتی تھی اور اسی طرح امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی بھی تھی"

نیز فقہاء کرام بھی داڑھی کو مطلقاً بڑھانے کو جائز ومباح قرار دیتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ [3]

طریق دوم : (اشکال مذکور کا دوسرا جواب) مراد وجوب سے وجوبِ استحسانی (یعنی مستحب ہونا) ہے یا مراد اس سے سنتِ موکدہ ہے جس کا درجہ واجب کے قریب ہے۔ [4]

اسی وجہ سے غرائب میں فرمایا ہے:

"وَقَدْ اَخَذَ مَا تَحْتَ الْقُبْضَةِ اِبْنُ عُمَرَ وَ جَمَاعَةٌ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَ اسْتَحْسَنَهُ الشَّعْبِيُّ وَ ابْنُ سِيْرِيْنَ" [5]

ترجمہ: "ابن عمر اور تابعین کی ایک جماعت مٹھی سے زائد داڑھی کو کاٹ لیتے تھے اور شعبی اور ابن سیرین نے نہ کاٹنے کو مستحسن کہا ہے"

اور بزازیہ میں ہے:

---

[1] الاستيعاب فی معرفة الاصحاب ج ا ص ۳۲۰

[2] تهذيب الاسماء واللغات للنووی ج ا ص ۴۸۱ وهكذا فی مفتاح النجاة ونزل الابرار للبدخشی

[3] كمافی الحميدية

[4] اوالمراد به انه سنة مؤكدة قريبة الى الوجوب والافلايصح منه علیٰ اطلاقه(مرقاة ج۸ص۲۹۸)

[5] فی الاحياء قداختلفو فيما طال من اللحية فقيل ان قبض الرجل على لحيته واخذ ماتحت القبضة فلابأس به وقد فعله ابن عمروجماعة من التابعين واستحسنه الشعبی وابن سيرين وكرهه الحسن وقتادة ومن تبعهاالخ(نقلا فی المرقاة ،باب الترجل ،فصل الاول ج۸و۲۹۸)

"یَنۡبَغِیۡ لِلرَّجُلِ اَنۡ یَّاۡخُذَ مِنۡ لِحۡیَتِہٖ اِذَا طَالَ وَمِنۡ اَطۡرَافِ لِحۡیَتِہٖ" [۱]

ترجمہ: "آدمی کے لئے مناسب ہے کہ داڑھی جب دراز ہوجائے تو داڑھی اور اس کے اطراف کے بال لے"

حل اشکال کا یہ طریقہ راقم الحروف (مصنف) کے نزدیک محفوظ تر ہے۔

صاحب تنویرالابصار نے معین المفتی میں نقل کیا ہے کہ بظاہر روایت مذکورہ میں لفظ یُحَبُّ (بجائے یجب) ہے اس طرح تو بالکل اشکال ہی نہیں رہتا کہ اس کا معنیٰ مستحب ہونے کے ہوئے۔

لیکن واضح رہے کہ یہ توجیہ سیاق کلام کے خلاف ہے۔ [۲]

مسئلہ ۳۲: مٹھی سے زائد داڑھی کتروانا اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ معمولی دراز ہوگئی ہو اگر بہت زیادہ بڑھ گئی ہو تو تب کاٹنا نہ چاہئے۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے:

"وَیُسۡتَحَبُّ اَخۡذُ اللِّحۡیَۃِ طُوۡلًا وَعَرۡضًا لٰکِنَّہٗ مُقَیَّدٌ بِمَازَادَعَلَی الۡقُبۡضَۃِ وَھٰذَا فِی الۡاِبۡتِدَاءِ وَاَمَّا اِذَا طَالَتۡ فَقَالُوۡا لَا یَجُوۡزُ قَصُّھَا کَرَاھَۃَ اَنۡ یَّصِیۡرَ مُثۡلَۃً(ھٰکَذَافِی الۡعَالَمۡگِیۡرِیَّۃ)" [۳]

ترجمہ: "یعنی لمبائی چوڑائی سے داڑھی کا لینا مستحب ہے جب کہ (داڑھی) ایک مٹھی سے معمولی دراز ہو لیکن جب زیادہ بڑی ہوجائے تو پھر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اب اس کا کاٹنا جائز نہیں کہ یہ ایک طرح سے اپنے آپ کو مثلہ بنانا ہے"

یعنی طول وعرض سے داڑھی لینا اس صورت میں مستحب ہے کہ جب مٹھی سے معمولی طور پر بڑھ گئی ہو ورنہ جب خوب لمبی ہوجائے تب کتروانا گویا کہ مُثلہ ہونا ہے۔ [۴]

---

[۱] وایضافی الھندیة: ولاباس اذا طالت لحیته ان یاخذ من اطرافھا الخ(کتاب الکراھیة،الباب التاسع والعشر فی الختان الخ ج۵)وایضافی البزازیة علیٰ ھامش الھندیة ج۶ص۳۷۷

[۲] قال ابن عابدین :سمعت من بعض اعزاء الموالی ان قول النھایة یجب بالحاء المھملة ولابأس به ......ولکنه خلاف الظاھر واستعمالھم فی مثله یستحب(ردالمحتار ج۲ ۴۱۸۱،کتاب الصوم،ایچ ایم)

[۳] مرقاة المفاتیح ج۸ص ۲۹۱ .وفی عالمگیری:ولابأس اذاطالت لحیته ان یاخذ من اطرافھا ولابأس ان یقبض علی لحیته فن زاد علی قبضته منھا شیئ جزء(ج۵ص۲۵۸)

[۴] فی العالمگیریة:وان کان مازاد طویلة ترکه کذافی الملتقط (والتفصیل فی جواھر الفقه ج۲ص۴۲۶)

لہٰذا اس صورت میں علماء نے کاٹنے کو منع لکھا ہے۔

اور اختیار شرح مختار میں ہے :

" اَلتَّقْصِيْرُ فِيْهَا سُنَّةٌ وَهُوَ اَنْ يَّقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَمَازَادَ عَلٰى قُبْضَةٍ قَطَعَهُ لِاَنَّ اللِّحْيَةَ زِيْنَةٌ كَثْرَتُهَا كَمَالُ الزِّيْنَةِ وَطُوْلُهَا الْفَاحِشُ خِلَافُ الزِّيْنَةِ " [1]

یعنی "ایک مٹھی داڑھی کے بعد) کمی کرنا سنت ہے (اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ) آدمی اپنی داڑھی کو مُٹھی میں لے، پھر جو ایک مُٹھی سے باہر ہو اُس کو کاٹ دے اس لئے کہ داڑھی زینت کی چیز ہے اور اس کا پورا (ایک مٹھی) ہونا زینت کی تکمیل کرتا ہے اور اس کا بہت لمبا ہونا زینت کے خلاف ہے"

امام غزالی رحمہ اللہ نے "احیاء" میں فرمایا ہے کہ:

داڑھی کی حد سے زیادہ درازی چہرے کو بدنما بنا دیتی ہے اور لوگوں کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے اور اس کی غیبت کرنے والوں کو زبان کھولنے کا موقع ملتا ہے۔

اور نخعی سے منقول ہے کہ عقلمند آدمی کا داڑھی کو دراز چھوڑنے سے مجھے تعجب ہوتا ہے کہ متوسط داڑھی کیوں نہیں رکھتا، حالانکہ ہر چیز میں میانہ روی ہی بہتر ہوتی ہے۔

"وَلِذَالِکَ قِيْلَ "كُلَّمَا طَالَتْ لِحْيَتُهُ تَشْمِرُ الْعَقْلُ" [2]

ترجمہ: " جب داڑھی زیادہ بڑھ جاتی ہے تو عقل گھٹ جاتی ہے"

اور دوسری جگہ فرمایا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی کتاب میں انہوں نے پڑھا:

" لَا تَغُرَّنَّكُمُ اللُّحٰى فَاِنَّ التَّيْسَ لَهُ لِحْيَةٌ وَقَالَ اَبُوْ عَمْرِوبْنُ الْعَـلَاءِ اِذَارَأَيْتَ

---

[1] الاختيار لتعليل المختار ،كتاب الكراهية،فصل فيماينبغى للمومن من الآداب ،الجزء الرابع ص ۴۲۳. طبع بيروت.

[2] احياء العلوم ج ا كتاب اسرار الطهارة.

كلما طالت اللحية نقص العقل (مرقاة ج۸ص ۲۹۸)من سعادة المرء خفة لحيته واشتهر ان طول اللحية دليل على خفة العقل وانشدبعضهم:

مااحد طالت له لحيته فزادت اللحية فى هيئته الاوما ينقص من عقله اكثر مازاد فى لحيته

(ردالمحتار ج۶ ص۴۰۷)

الرَّجُلَ طَوِيْلَ الْقَامَةِ قَصِيْرَ الْهَامَّةِ عَرِيْضَ اللِّحْيَةِ فَاقْضِ عَلَيْهِ بِالْحُمْقِ" [۱]

ترجمہ: "داڑھی سے دھوکا نہ کھاؤ اسلیئے کہ بکرے کی بھی داڑھی ہوتی ہے اور ابو عمرو نے کہا ہے کہ تو کسی کو دیکھے کہ وہ دراز قامت، چھوٹے سر اور زیادہ گنجان داڑھی والا ہے تو اس پر حماقت کا حکم لگا"

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ:

امام غزالی کی مراد شاید ایسی داڑھی ہو جو گھنی تو ہو لیکن چہرے کو گھیرے ہوئے نہ ہو ورنہ گھنی داڑھی جو کہ مدوّر ہو بہت خوشنما معلوم ہوتی ہے اور آدمی کو باوجاہت بناتی ہے۔

کیونکہ مطلقاً طویل داڑھی کی توہین کرنا جبکہ وہ خلفائے راشدین کی بھی تھی جیسا کہ پیچھے گزر چکا، یہ بات امام غزالی رحمہ اللہ سے متصور نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ خود انہوں نے احیاء میں نقل فرمایا ہے:

" قِيْلَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ مُرْدًا اِلَّا هَارُوْنَ اَخَا مُوْسٰى فَاِنَّ لَهٗ لِحْيَةً اِلٰى سِرَّتِهٖ تَخْصِيْصًا لَهٗ وَتفْضِيْلًا " [۲]

ترجمہ: "کہا گیا ہے کہ جنت میں سب امرد (بغیر بالوں کے) ہوں گے سوائے موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کے کہ ان کی داڑھی ناف تک ہوگی ان کی خصوصیت اور بزرگی کے واسطے"

مسئلہ ۳۳: داڑھی مونڈنا حرام ہے۔ اور ہندوؤں، فرنگیوں اور جوگیوں کی روِش ہے جن کو (آج کل جہلاء) قلندر بھی کہتے ہیں (تالیفِ کتاب کے زمانے میں صرف ان کی روِش ہوگی ورنہ اب تو کیا مسلم کیا کافر، بالعموم سب اس میں مبتلا ہیں، **نعوذ باللہ من الفتن ماظھر ومابطنہ**) اور اسی طرح مٹھی سے کم کٹوانا بھی حرام ہے۔

علامہ توربشتی نے شرح مصابیح میں فرمایا ہے:

" وَقَصُّ اللِّحْيَةِ كَانَ مِنْ صَنِيْعِ الْاَعَاجِمِ وَهُوَ الْيَوْمَ شِعَارُ كَثِيْرٍ مِّنْ اَهْلِ الشِّرْكِ وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ كَالْاَفْرَنْجِ وَالْهُنُوْدِ وَمَنْ لَاخَلَاقَ لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ

---

[۱] احیاء العلوم ج ا کتاب اسرار الطھارۃ.

[۲] احیاء العلوم ج ا کتاب اسرار الطھارۃ

مِنَ الْفِرْقَةِ الْمَوْسُوْمَةِ بِالْقَلَنْدَرِيَّةِ فِيْ زَمَانِنَا هٰذَا طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حُوْزَةَ الدِّيْنِ وَبَيْضَةَ الْإِسْلَامِ'' [۱]

ترجمہ: ''داڑھی ترشوانا عجمیوں کا طریقہ ہے اور اس زمانہ میں یہ بہت سے مشرکوں اور بت پرستوں جیسے ہندو فرنگی اور قلندریہ نامی فرقے کا طریقہ ہے جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ملتِ اسلام کو ان سے پاک فرمائیں''

اور صاحبِ ھدایہ نے کتابُ الحج میں فرمایا ہے:

''وَحَلْقُ الشَّعْرِ فِيْ حَقِّهَا مُثْلَةٌ كَحَلْقِ اللِّحْيَةِ فِيْ حَقِّ الرَّجُلِ'' [۲]

ترجمہ: ''عورت کے لئے سر منڈانا مُثلہ ہونے کے حکم میں ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنے کا (بھی) یہی حکم ہے''

مسئلہ ۳۴: احیاء [۳] میں ہے کہ داڑھی کے باب میں دس چیزیں مکروہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے بڑھ کر ہے (جن میں بعض حرام کے قریب بھی ہیں):

(۱)......سیاہ خضاب کرنا اور یہ دوزخیوں کا خضاب ہے اور پہلا شخص جس نے سیاہ خضاب کیا فرعون تھا اور کیمیا میں مزید یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ بدترین بوڑھے وہ ہیں جو اپنے آپ کو جوانوں کے مشابہ بناتے ہیں البتہ جہاد کی غرض سے جو خضاب کیا جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے (یعنی دشمن پر رعب کی غرض سے اپنے بڑھاپے کو چھپائے اور سیاہ خضاب کر کے اپنے آپ کو جوان ظاہر کرے تو مجاہد کے لئے اس کی اجازت ہے)

(۲)......داڑھی کو گندھک کے ذریعے سفید کرنا تا کہ کبرسنی، وقار، بزرگی اور تبحر علمی کا

---

[۱] هكذانقل منه فى المرقاة ج۲ ص۴ باب السواک.
واماالاخذ منها وهى دون ذلک كما يفعله بعض المقاربه ومخنثة الرجال فلم يبحه احد(الدرمع الشامى ج۲ ۴۱۸، كتاب الصوم، مطلب فى اخذ من اللحية)
وايضافى فتح القدير ج۲ ص۴۸، باب مايوجب القضاء والكفارة، كتاب الصوم

[۲] هدايه جلد ۱ ص۲۵۵، مطبع: شركت علميه ملتان

[۳] احياء العلوم ج ۱ كتاب اسرار الطهارة. ونقل عنه ايضا فى المرقاة ج۸ ص ۲۹۱، باب الترجل، كتاب اللباس، فصل الاول.

اظہار ہو۔

(۳)...... بے مقصد داڑھی اکھیڑنا یا ابتدائے جوانی میں اپنے آپ کو امرد (بے ریش لڑکا) ظاہر کرنے کے لئے بال نوچنا، کیمیا میں مزید یہ بھی لکھا ہے کہ ایسا کرنا محض جہالت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جن کی تسبیح ہی یہ ہے:

''سُبْحَانَ الَّذِیْ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحیٰ وَالنِّسَآءَ بِالذَّوَائِبِ'' [۱]

ترجمہ: ''پاکی ہے اس ذات کے لئے جس نے مَردوں کو داڑھی کے ساتھ اور عورتوں کو مینڈھیوں کے ساتھ زینت بخشی ہے''

(۴)...... بڑھاپے سے ننگ وعار کرتے ہوئے سفید بال چننا۔

(۵)...... ایک مٹھی کی مقدار سے داڑھی کو کم کرنا۔

(۶)...... داڑھی کو زیادہ ظاہر کرنا اس طور پر کہ سر کے بالوں کی دو لٹیں کنپٹی سے دراز کر کے کان کے نرمے کے پاس سے داڑھی میں ملانا۔

(۷)...... ریاء نمود کی خاطر کنگھی کرنا اور بالوں کو سنوارنا۔

(۸)...... زہد وورع ظاہر کرنے کے لئے داڑھی کو پراگندہ اور الجھی ہوئی چھوڑنا تاکہ لوگ یہ خیال کریں کہ زہد کی وجہ سے کنگھی پٹی کرنے میں مشغول نہیں ہوتا۔

(۹)...... جوانی یا بڑھاپے کی وجہ سے داڑھی کی سیاہی یا سفیدی کو خود پسندی کی نظر سے دیکھنا

(۱۰)...... سرخ یا زرد خضاب اتباعِ سنت کی بجائے اپنے آپ کو صالحین میں شمار کرانے کی غرض سے کرنا۔ [۲]

مرقاۃ اور مطالبُ المومنین میں مذکورہ دس چیزیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''وَزَادَالشَّیْخُ مُحِیُّ الدِّیْنِ النَّوَوِیُّ عَقْدُھَا وَتصْفِیْفُھَا طَاقَۃً فَوْقَ طَاقَۃٍ'' [۳]

---

[۱] نقل ھذہ الروایۃ فی کشف الخفاء عن الحاکم وایضافی تذکرۃ الموضوعات وتکلم فی بعض رواتھا (کشف الخفاء ج ۱ ص ۴۴۴، تذکرۃ الموضوعات ص ۱۶۰)

[۲] مرقاۃ ج۸ص ۲۹۱

[۳] مرقاۃ ج۸ص ۲۹۱

ترجمہ: شیخ محی الدین النووی نے ان دس چیزوں کے علاوہ داڑھی کو گرہ لگانا اور داڑھی کی تہیں لگانا (داڑھی چڑھانا) بھی مکروہات میں شمار کیا ہے

اور غریبین میں ہے:

''وَفِی الْحَدِیْثِ مَنْ عَقَدَ لِحْیَتَہٗ فَاِنَّ مُحَمَّدًا بَرِیْئٌ مِّنْہُ اَیْ جَعَّدَہٗ'' [1]

ترجمہ: '' جو داڑھی کو گرہ لگاتا ہے بے شک محمد رسول ﷺ اس سے بیزار ہیں اور عقد سے مراد داڑھی کو گھنگھریالی اور پیچ دار بنانا ہے (اسی کو گرہ لگانے سے تعبیر کیا)''

جزری فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک یہ عمل (داڑھی کو گرہ لگانا) لوگ جہاد میں استکبار کی غرض سے کرتے تھے تو نبی ﷺ نے ارسال کا حکم فرمایا ہے۔

لیکن صاحبِ غریبین فرماتے ہیں پہلا قول ہی معتبر ہے (یعنی داڑھی کو گرہ لگانے کا یہ عمل ہر حال میں ناجائز ہے)

مسئلہ ۳۵: داڑھی کے جو بال ٹوٹ جائیں ان کو دو ٹکڑے کر دینا بہتر ہے تاکہ جادو وغیرہ سے محفوظ رہے (یعنی ساحر کسی پر جادو کرنے میں اس کے بال، ناخن وغیرہ حاصل کر کے ان پر عمل کرتے ہیں) [2]

اور خزانۃ الروایات میں بحرُ الفوائد سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِذَا تَسَاقَطَ مِنْ لِحْیَۃِ اَحَدِکُمْ شَعْرٌ فَاقْطَعُوْہُ'' [3]

ترجمہ: '' نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی داڑھی کا بال ٹوٹ کر گرے تو اسے قطع کرے''

مسئلہ ۳۶: اگر کوئی کسی کی داڑھی زبردستی مونڈ ڈالے تو اس پر پوری دیت لازم ہوگی جبکہ گھنی

---

[1] انہ من عقد لحیتہ اوتقلد وترا او استنجی برجیع دابة اوعظم فان محمدا ﷺ بریٔ منہ (ابو داؤد حدیث نمبر ۳۳ باب ماینھی عنہ ان یستنجی بہ)

[2] کذافی وسیلة الطالبین

وفی شرعة الاسلام: من قلم اظافیرہ یوم الجمعة لم تشعث انامله ویدفن قلامة اظفارہ وشعرہ لئلا یلعب بہ السحرة (ص ۱۹۹، مطبوعہ دار العلم دھلی)

[3] وفی الھندیة: یدفن اربعة الظفر والشعر وخرقة الحیض والدم کذافی الفتاوی العتابیة (ج ۵ ص ۳۵۸)

ہوا گر گھنی نہ ہو تو تاوان کا فیصلہ پنچایت کرے گی (یعنی کوئی عادل، تجربہ کار اس طور پر نقصان کا اندازہ لگائے گا) کہ داڑھی مونڈے ہوئے شخص کو غلام فرض کر کے داڑھی ہونے اور نہ ہونے دونوں صورتوں میں اس کی قیمت کا موازنہ کرے گا۔

اور ظاہر ہے کہ شرعاً اسلامی معاشرے میں داڑھی منڈا ہوا ہونا ایک بہت بڑا عیب اور مثلہ ہونا ہے (یہ الگ بات ہے کہ اب مسلمانوں میں اسلامی معاشرت ہی بالعموم ناپید ہوگئی، اس لئے برائی کا برائی ہونا دلوں سے نکل گیا) [1]

لہٰذا اس صورت میں قیمت کم ہوگی اور اسی تفاوت کے بقدر زبردستی مونڈنے والے شخص پر جرمانہ عائد ہوگا (پنچایت یا ثالث کے ذریعے اس طرح جرمانہ لگانے کو اصطلاحِ فقہ میں حکومتِ عدل کہتے ہیں)

البتہ کوسج کی ٹھوڑی پر جو چند بال اُگے ہوئے ہوں ان کو مونڈنے سے کچھ بھی لازم نہیں آتا (اور کوسج وہ شخص ہوتا ہے کہ جوان ہونے کے باوجود اس کی داڑھی نہ آرہی ہو)

"قَالَ الْفُقَهَاءُ لِاَنَّهُ يُشِينُهُ لَا يُزَيِّنُهُ" [2]

لیکن صاحبین کے نزدیک اس میں بھی حکومتِ عدل (یعنی ثالث کے ذریعے جرمانہ مقرر کرنا) ہے

---

[1] ودية النفس تجب على العاقلة وكذلك ......شعر الرأس واللحية (خانيه علىٰ هامش الهندية ج۳ص ۴۳۵)

وفى البزازية: حلقها(اللحية)اورأسه اونتفها يؤجل عاما فان لم ينبت تجب الدية ......والوجوب فى اللحية اذا كانت متصلة اوخفيفة واحدة ......وايضاقال فى الكوسج :اما فى الكوسج فحكومة عدل (بزازية علىٰ هامش الهندية ج٦ ص ۳۸۹)

[2] وتكلموا فى لحية الكوسج والاصح فى ذلك مافصل ابوجعفر الهندوانى رحمه اللّٰه تعالىٰ ان كان النابت علىٰ ذقنه شعرات معدودة فليس فى حلق ذلك شيئ وان كان اكثر من ذلك وكان على الذقن والخد جميعا ولكنه غيرمتصل ففيه حكومة عدل وان كان متصلا ففيه كمال الدية فان نبت حتى استوى كما كان يجب شيئ ولكنه يودب على ذلك كذافى المبسوط(عالمگيرى ج٦ ص ۲۴)

وفى الخانية:وان حلق لحية انسان فنبت بعضها دون بعض ففيه حكومة عدل ،وكذلك فى لحية الكوسج اذاكانت الشعور طاقات متفرقة وان سترت وهى رقيقة ففيها دية وان كانت شعرات على الذقن لاشيئ فيها(قاضى خان علىٰ هامش الهندية ج۳ص ۴۳۵)

اور اگر آدھی داڑھی مونڈے تو آدھی دیت لازم ہوگی اور اگر مونڈی ہوئی داڑھی کی مقدار یقینی طور پر معلوم نہ ہوسکے تو تب بھی ثالث کے ذریعے جرمانہ مقرر کیا جائے گا۔ ۱؎

مسئلہ ۳۷ : اگر کوئی کسی شخص کی داڑھی کے کچھ بال زبردستی اکھیڑ ڈالے اور پھر ایک سال تک وہ بال دوبارہ نہ اگیں تو دیت غائب وموجود بالوں پر تقسیم کریں گے اس تناسب سے غائب بالوں کی جتنی دیت بنے گی اکھیڑنے والے پر لازم ہوگی۔ ۲؎

مسئلہ ۳۸ : اگر کسی کو مجبوب بنادیا یعنی اس کے آلۂ تناسل کو بمع خصیتین کے ضائع کردیا اور اس وجہ سے اس کی داڑھی جھڑ گئی تو اس صورت میں بھی پوری دیت لازم ہوگی۔ ۳؎

۱؎ ولو حلق نصف اللحية يجب نصف الدية اذا علم انه نصف وان لم يعلم ان الفائت كم هو تجب حكومة عدل الخ (عالمگیری ج۶ ص ۲۴)

۲؎ كذافي التاتارخانية.

وان حلق لحية انسان فنبت بعضها ففيها حكومة عدل كذافي قاضي خان (عالمگیری ج۶ ص ۲۵)

۳؎ واذا جب رجلا حتى سقطت اللحية تجب دية كاملة لاجل اللحية كذافي المحيط (عالمگیری ج۶ ص ۲۵)

فصل سوم

ریش بچہ کے بالوں کے احکام کے بیان میں

عنفقہ: ٹھوڑی اور نیچے والے لب کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں خواہ اس پر بال اُگے ہوں یا نہ اُگے ہوں۔ [۱]

اسی مناسبت سے بادی العنفقہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کا یہ مذکورہ حصہ بالوں سے خالی ہو۔

اور نیز عنفقہ کا اطلاق اس حصہ کے بالوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ [۲]

اور صاحبِ نہایہ فرماتے ہیں :

”اَصْلُ الْعَنْفَقَةِ خِفَّةُ الشَّيْئِ وَقِلَّتُهٗ“ [۳]

(اردو میں ان بالوں کو ریش بچہ کہتے ہیں)

مسئلہ ۳۹: ریش بچہ کے بال کاٹنا،مونڈنا مکروہ ہے۔ [۴]

اس لئے کہ ریش بچہ داڑھی کا حصہ ہے۔

اور محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح صراط المستقیم میں فرمایا ہے کہ:

---

[۱] کذافی السیرة الشامیة

[۲] العنفق خفة الشیئ ومنه العنفقة لشعیرات بین الشفة السفلی والذقن(القاموس المحیط العنق ج۲ص۹۷۴)
العنفقة :شعر الشفة السفلیٰ (وقوله)بادی العنفقة اراد الموضع(المغرب ،العین مع النون، ج۴ص۱۳)

[۳] النهایة فی غریب الاثر باب العین مع النون ج۳ص۵۹۰
عنفقہ دراصل قلت وخفت کے معنی میں ہے اور چونکہ عنفقہ کے بال بنسبت داڑھی کے قلیل وخفیف ہوتے ہیں اس لئے اس نام سے موسوم کئے گئے۔مترجم

[۴] ونقل النووی عن الامام الغزالی کراهة الاخذ من العنفقة واقره(فیض القدیر للمناوی ج۱ص۲۵۶)
وقدذکرالعلماء فی اللحیة عشر خصال مکروهة بعضها اشد قبحا من بعض احداها...... السابعة: الزیادة فیها والنقص منها بالزیادة فی شعرالعذار من الصدغین او اخذ بعض العذار فی حلق الرأس ونتف جانب العنفقة وغیر ذلک (شرح النووی علیٰ مسلم ،باب خصال الفطرة)

زیرِلب بالوں کے مونڈنے اور چھوڑنے میں اختلاف ہے اور افضل ان کو اپنے حال پر چھوڑنا ہے۔ حتیٰ کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ان بالوں کے مونڈنے والے کی گواہی قبول نہیں فرماتے تھے۔

مسئلہ ۴۰: فینکین یعنی ریش بچہ کے اطراف کے بال صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح صراط المستقیم میں فرمایا ہے

" حلق طرفین عنفقه لابأس به است "

اور خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے:

"يَجُوزُ قَصُّ الْاَشْعَارِ الَّتِيْ كَانَتْ مِنَ الْاِفْنِيْكَيْنِ اِذَا زَحَمَتِ الْمَضْمَضَةَ اَوِ الْاَكْلَ اَوِ الشُّرْبَ.

ترجمہ: "ریش بچہ کے دونوں جانب کے بال جب کھانے پینے اور کلی کرنے میں رکاوٹ بنتے ہوں تو ان کو صاف کرنا جائز ہے"

اور بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

چنانچہ فتاویٰ غرائب میں ہے

" نَتْفُ الْفَنِيْكَيْنِ بِدْعَةٌ وَهُمَا جَنْبَيِ الْعَنْفَقَةِ وَهِيَ شَعْرُ الشَّفَةِ السُّفْلٰى وَشَهِدَ رَجُلٌ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ وَكَانَ يَنْتِفُ فَنِيْكَيْهِ فَرَدَّ شَهَادَتَهُ " [1]

ترجمہ: "فنیکین یعنی ریش بچہ کے دونوں اطراف کے بال چننا بدعت ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ بال چننے والے ایک شخص کی گواہی قبول نہیں فرمائی"

حمادیہ میں ہے:

"فِي الْحَدِيْثِ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَلَا تَنْسَ الْفَنِيْكَيْنِ يَعْنِيْ جَانِبَيِ الْعَنْفَقَةِ مِنْ عَنْ يَمِيْنٍ وَشِمَالٍ " [2]

ترجمہ: "جب تو وضو کرے تو ریش بچہ کے اطراف کو مت بھول دائیں بائیں سے"

---

[1] نتف الفنتكين بدعة وهما جانبا العنفقة (ردالمحتار ج٦ ص٤٠٧) عالمگیری ج٥ ص٣٥٨

[2] عن ابن سابط قال اذاتوضأت فلاتنس الفنيكين (مصنف ابن ابی شيبة ج١ ص٢٥)

فصل چہارم

مونچھوں کے احکام کے بیان میں

مونچھیں کو کٹوانا سوائے غازیوں کے باقی لوگوں کے حق میں مسنون ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

”مَنْ لَّمْ یَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَیْسَ مِنَّا“[۱]

ترجمہ: ”جو کوئی مونچھیں نہ ترشوائے وہ ہم میں سے نہیں“

یعنی ہمارے طریقے پر نہیں اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُصُّ اَوْیَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهٖ [۲]

ترجمہ: ” نبی علیہ السلام اپنی مونچھ مبارک کے بال لیتے تھے“

مونچھوں کو پوری لمبی چھوڑنا منع ہے اور مشرکین کا طریقہ ہے۔

خزانۃ الروایات میں مضمرات سے نقل کیا ہے:

”رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ یُؤْمَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِالسُّجُوْدِ فَمَنْ کَانَ فِی الدُّنْیَا شَارِبُهٗ طَوِیْلًا صَارَتْ شُعُوْرُهٗ کَاَوْتَادِالْحَدِیْدِ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّسْجُدَ“ [۳]

ترجمہ: ” نبی علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو سجدہ کا حکم ہوگا پس دنیا میں جس کی مونچھیں طویل ہونگی اس کے بال آہنی میخوں کی طرح ہو جائیں گے جس کی وجہ سے وہ سجدہ نہ کر سکے گا“

---

[۱] ترمذی، باب ماجاء فی قص الشارب، حدیث نمبر ۲۶۸۵، مشکوۃ، باب الترجل، الفصل الثانی، مرقاۃ ج۸ ص۲۹۸

[۲] ترمذی، باب ماجاء فی قص الشارب، حدیث نمبر ۲۶۸۴،

[۳] ھکذا فی الغرائب (ماوجد له الاصل فی کتب الحدیث. مترجم)

اور اسی طرح دیگر احادیث بھی جن میں مونچھیں لمبی چھوڑنے پر وعید ہے غرائب وغیرہ میں منقول ہیں، مگر محدثین کو ان تمام روایات کی صحت میں کلام ہے۔

اور بعض علماء کے نزدیک مونچھیں تراشنے کی پسندیدہ صورت یہ ہے کہ ہونٹ کا کنارہ اور اس کی سرخی نظر آنے لگے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اس کی مؤید ہے:

"اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ شَارِبِهٖ عَلٰى سِوَاكٍ وَكَانَ شَارِبُهٗ قَدْوَفٰى فَقَالَ لَهٗ اَقُصُّهٗ لَكَ عَلٰى سِوَاكٍ" [۱]

اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں نقل کیا ہے:

"وَقَصُّ الشَّارِبِ حَسَنٌ وَهُوَاَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ حَتّٰى يَنْقُصَ الطَّرَفُ الْاَعْلٰى مِنَ الشَّفَةِ الْعُلْيَا [۲]

ترجمہ: "مونچھوں کا کاٹنا اچھا ہے اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ ان کو اس طرح کٹوایا جائے کہ اوپر والے لب کی جانب بال کم ہو جائیں"

---

[۱] شمائل ترمذی (باب ماجاء فی صفۃ ادام رسول اللہ ﷺ) میں یہ روایت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ:

میں ایک دفعہ نبی علیہ السلام کا مہمان ہوا آپ کی خدمت میں بھنی ہوئی ران پیش کی گئی اسی دوران بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔

اسی روایت میں آگے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی لبیں بڑھ چکی تھیں تب نبی علیہ السلام نے مسواک کو نیچے رکھ کر ان کی لبیں تراشیں پھر نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ان کو مسواک نیچے رکھ کر کاٹ دیا کریں (کذا فی شرح صراط المستقیم)

[۲] طحاوی میں تھوڑے فرق سے یہ الفاظ ملے ہیں (ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار، کتاب الکراہۃ، باب حلق الشارب)

وفی الشامية: واختلف فی المسنون فی الشارب هل هو القصر اوالحلق ؟والمذهب عند بعض المتاخرين من مشائخنا انه القصر ،قال فی البدائع وهو الصحيح وقال الطحاوی القصر حسن والحلق احسن وهو قول علمائنا الثلاثة نهر (ردالمحتار ج۲ ص ۵۵۰ باب الجنايات فی الحج ،ایچ ایم)

ونقل الشامی فی قول الطحاوی فی كتاب الحظر والاباحة فی الشامی ج۶ ص۴۰۷)

(عالمگیری ج۵ ص۳۵۸)

اور صاحبِ ہدایہ تجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

”یَنۡبَغِیۡ لِلرَّجُلِ اَنۡ یَّأۡخُذَ مِنۡ شَارِبِهٖ حَتّٰی یَصِیۡرَ مِثۡلَ الۡحَاجِبِ (هکذا فی العالمگیریه ناقلاً عن الغیاثیه) [۱]

ترجمہ: ”آدمی کو چاہئے کہ اپنی مونچھوں کو اس طرح ترشوائے کہ وہ ابروؤں کی طرح ہو جائیں“

اور ملا علی قاری نے شرح شمائل میں یہ حدیث:

”رَأَی رَجُلًا طَوِیۡلَ الشَّارِبِ“

نقل کرنے کے بعد ابنِ حجر کی تابعداری کرتے ہوئے فرمایا:

”فِیۡهِ دَلِیۡلٌ عَلٰی مَاقَالَهُ النَّوَوِیُّ مِنۡ اَنَّ السُّنَّةَ فِی الشَّارِبِ اَنۡ لَّایُبَالِغَ فِیۡ اِحۡفَائِهٖ بَلۡ یَقۡتَصِرُ عَلٰی مَایَظۡهَرُبِهٖ حُمۡرَةُ الشَّفَةِ وَطَرَفُهَا [۲]

ترجمہ: ”اس سے امام نووی رحمہ اللہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ لبیں لینے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ لب صاف کرنے میں زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے بلکہ اتنا کافی ہے کہ ہونٹ اور اس کے کنارے کی سرخی ظاہر ہو جائے“ [۳]

اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے:

---

[۱] عالمگیری ج۵ ص۳۵۸، الباب التاسع عشر.

[۲] قال النووی: المختار فی قص الشارب انه یقصه حتی یبدو طرف الشفة ولایحفه من اصله، اما روایة ”احفوا“ فمعناهاازیلوا ماطال علی الشفتین (فتح الباری لابن حجر، باب قص الشارب)

فیه دلیل لما قاله النووی من ان السنة فی قص الشارب ان لایبالغ فی احفائه بل یقتصر علی ما تظهر به حمرة الشفة وطرفها (مرقاة المفاتیح، کتاب الاطعمة)

قص الشارب ای قطعه قال النووی المختارفیه ان یقص حتی یبدوا اطراف الشفة ویکون مثل الحاجب الخ (شرح شرعة الاسلام ص۲۹۶)

[۳] آپ کے مسائل اور ان کا حل (مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ) میں ان اقوال کو یوں جمع کیا ہے:

”مونچھوں کا حکم یہ ہے کہ قینچی سے باریک کتروانا سنت ہے، اور استرے سے صاف کرانا بعض کے نزدیک درست ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور لبوں کے برابر مونچھیں کاٹ دی جائیں تب بھی جائز ہے“ (ج۷ ص۱۱۸)

" وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ مِقْدَارُ الشَّارِبِ مِقْدَارَ الْحَاجِبِ [۱]

ترجمہ: "امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مونچھوں کی مقدار ابروؤں کے برابر ہے"

اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اتنی ہی کاٹے کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں اور اتنا نہ چھیلے کہ بالکل مثلہ بن جائے۔

اور ان کے نزدیک مونچھیں منڈانا بدعت ہے اور اس کا مرتکب قابل تعزیر ہے۔ [۲]

اور بعض علماء تراشنے میں مبالغہ کرنے کو پسندیدہ قرار دیتے ہیں اور صحیحین کی اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں:

"خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ" [۳]

ترجمہ: "مشرکین کی مخالفت کرو (اس طریقہ پر کہ) داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب باریک ترشواؤ"

دوسری روایت میں ہے:

" اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى " [۴]

ترجمہ: " خوب مبالغہ کرو مونچھیں تراشنے میں اور داڑھی بڑھاؤ"

اس لئے کہ احفا کا معنی تراشنے میں مبالغہ کرنا ہے۔

مُغرِب میں ہے:

" اَحْفَى الشَّارِبُ بَالَغَ فِیْ جَزِّهٖ" [۵]

شرح عین العلم میں لکھا ہے:

---

[۱] عالمگیری ج۵ ص۳۵۸

[۲] قال یحییٰ وسمعت قوله (ای امام مالک) یقول یؤخذ من الشارب حتی یبدوا طرف الشفة وهو الاطار ولایجزه فیمثل بنفسه (مؤطاامام مالک ،باب ماجاء فی السنة فی الفطرة)

[۳] صحیح مسلم میں حدیث کے الفاظ اس طرح دستیاب ہوئے ہیں:
خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفوا اللحی (حدیث نمبر ۳۸۲،باب خصال الفطرة)

[۴] صحیح بخاری ،حدیث نمبر ۵۴۴۳،باب اعفاء اللحیٰ

[۵] احفاء الشارب یعنی مونچھوں کے صاف کرنے میں مبالغہ کرنا (المغرب ج۱ ص۲۱۵)

ontact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

" اَلْاِحْفَاءُ قَرِيْبٌ مِّنَ الْحلْقِ مَنْقُوْلٌ عَنِ الصَّحَابَةِ نَظَرَ بَعْضُ التَّابِعِيْنَ اِلٰى بَعْضٍ اَحْفَى شَارِبَهٗ فَقَالَ ذَكَّرْتَنِيْ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ [1]

ترجمہ: " احفا مونڈنے کے قریب ہے یہ بعض صحابہ سے منقول ہے۔ تابعین میں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا کہ اس نے اپنی مونچھیں بالکل صاف کی ہیں تو اسے کہا کہ تمہیں دیکھ کر مجھے نبی علیہ السلام کے صحابہ یاد آ گئے"

اور طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب میں امام شافعی رحمہ اللہ سے کوئی تصریح میں نے نہیں پائی البتہ ان کے اصحاب مثلاً مزنی، ربیع وغیرہ کو دیکھا ہے کہ احفا کرتے تھے اور اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان (امام شافعی رحمہ اللہ) سے یہ عمل اخذ کیا ہے۔

اشکال: " قَصُّ الشَّوَارِبِ " والی حدیث کہ جس میں مسواک نیچے رکھ کر مونچھیں کاٹنے کا ذکر ہے اور " اُحْفُوا الشَّوَارِبَ " کے الفاظ سے منقول حدیث یہ دونوں بظاہر آپس میں متعارض ہیں پس ان میں کیا تطبیق ہوگی؟

حلِ اشکال: تطبیق کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ "قص" کو احفا پر محمول کریں جیسے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے، دوسرے یہ کہ دونوں صورتوں میں گنجائش اور اختیار روا رکھا جائے۔

" اَنَّ السُّنَّةَ فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ اَنْ لَّا يُبَالِغَ فِيْ اِحْفَائِهٖ بَلْ يَقْتَصِرُ عَلٰى مَا يَظْهَرُ بِهٖ حُمْرَةُ الشَّفَةِ وَهُوَ الْمُرَادُ بِاِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ فِي الْاَحَادِيْثِ. [2]

ترجمہ: "مونچھیں تراشنے میں سنت یہ ہے کہ ان کے مونڈنے میں مبالغہ نہ کیا جائے بلکہ اس قدر کافی ہے کہ ہونٹ کی سرخی نظر آئے اور احادیث میں احفاء شوارب سے یہی مراد ہے"

یا احفا سے بھی مجازاً قص ہی مراد ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح الشمائل میں اسی تاویل کو عمل میں لایا ہے فرماتے ہیں:

---

[1] والاحفاء القريب من الحلق نقل عن الصحابة :نظر بعض التابعين الى رجل احفى شاربه فقال: ذكرتني اصحاب رسول الله ﷺ (احياء العلوم ج ۱ ص ۱۵۰ ، كتاب اسرار الطهارة)

[2] ان السنة فی قص الشارب ان لايبالغ فی احفائه بل يقتصر على ما تظهر به حمرة الشفة وطرفها (مرقاة المفاتيح ، كتاب الاطعمة)

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ "خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ" کے قرینہ سے بظاہر اس باب میں کاٹنے میں مبالغہ مقصود ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ مشرکین داڑھی صاف منڈاتے تھے اور مونچھیں پوری طرح رکھتے تھے۔

لہٰذا کامل درجے میں ان کی مخالفت کی صورت یہی ہوگی کہ داڑھی پوری چھوڑی جائے اور مونچھیں صاف منڈائی جائیں۔

اور باقی مسواک نیچے رکھ کر کتروانے پر اکتفا کرنا، جیسا کہ مروی ہے یہ ضرورت کی بناء پر تھا کہ سر دست اس وقت مونڈنے کی کوئی چیز میسر نہیں تھی۔

لہٰذا "سَبَقَتْ اِلَى الْخَيْرَاتِ" کرتے ہوئے "اَدْنىٰ مَايَحْصِلُ مِنْهُ الْمَقْصُوْدُ" پر اکتفا فرمایا۔

پس بہتر احفا ہے (یعنی بالکل صاف منڈانا)

یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"اَلْاَفْضَلُ اَنْ يُّحْفىٰ شَارِبُهٗ" [1]

ترجمہ: "افضل یہ ہے کہ مونچھوں کا احفا کرے"

اور ابنِ حجر شمائل میں فرماتے ہیں:

قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ اَلْاِحْفَاءُ اَفْضَلُ مِنَ التَّقْصِيْرِ وَعَنْ اَحْمَدَ اَنَّهٗ كَانَ يُحْفِيْهِ شَدِيْدًا" [2]

ترجمہ: "ائمہ ثلاثہ احناف کا یہ قول ہے کہ مونچھوں کو خوب باریک تراشنا محض چھوٹا کرنے سے بہتر ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مونچھوں کو خوب باریک کیا کرتے تھے"

---

[1] الافضل ان یقلم اظفاره ویحفی شاربه (عالمگیری ج۵،الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء الخ)

[2] ویوافقه قول ابی حنیفة وصاحبه الاحفاء افضل من التقصیر وعن احمد انه کان یحفیه شدیدا(مرقاۃ المفاتیح ،کتاب الاطعمة، ج۱۲ ص ۴۸۹)

اور محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج میں نبی علیہ السلام کے مسواک پر مونچھیں کاٹنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک دفعہ کا عمل ہے عام معمول احفا کرنے کا تھا۔

مسئلہ ۴۱ :مونچھوں کو مونڈنا (استرا وغیرہ تیز دھار آلے سے صاف کرنا) بدعت ہے یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

ابو المکارم نے شرح مختصر میں زاہدی سے نقل کیا ہے :

''وَحَلْقُ الشَّارِبِ بِدْعَةٌ وَقِيْلَ سُنَّةٌ''

خزانۃ الروایات میں منقول ہے :

''اَلْحَلْقُ بِدْعَةٌ وَالْقَصْرُ سُنَّةٌ وَهُوَالْمَذْهُبُ عِنْدَبَعْضِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ مِنْ اَصْحَابِنَا''

ترجمہ: '' مونڈنا بدعت ہے اور تراشنا سنت ہے بعض متاخرینِ حنفیہ نے اسی کو مذہب قرار دیا ہے''

اور فتاویٰ حمادیہ میں لکھا ہے :

وَالْحَلْقُ فِيْهِ مَكْرُوْهٌ وَهُوَ الْاَصَحُّ '' [۱]

البتہ امام طحاوی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ سر کی طرح مونچھوں کو بھی کاٹنے کی بجائے مونڈنا افضل ہے۔

اور یہی قول انہوں نے ائمہ ثلاثہ حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

لیکن یہ قول روایت ودرایت دونوں اعتبار سے قابلِ وثوق نہیں۔

درایت کے اعتبار سے تو اس لئے کہ سر مونڈنے کی افضلیت خود بھی علی الاطلاق ثابت نہیں کہ مونچھوں کے مونڈنے کو اس پر قیاس کیا جائے۔ [۲]

---

[۱] وفی الشامية: واختلف فی المسنون فی الشارب هل هو القصر اوالحلق ؟والمذهب عند بعض المتاخرين من مشائخنا انه القصر ،قال فی البدائع وهوالصحيح وقال الطحاوی القصر حسن والحلق احسن وهو قول علمائنا الثلاثة نهر (ردالمحتار ج۲ ص ۵۵۰ باب الجنايات فی الحج ،ايچ ايم)

[۲] عالمگیری ج۵ ص ۳۵۸

یہی وجہ ہے کہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح صراط المستقیم میں فرمایا ہے کہ موچھیں مونڈنے کی افضلیت کو مذہبِ حنفی کی طرف منسوب کرنا محل تردد ہے۔

بلکہ کتبِ فقہ حنفی سے ان کے کٹوانے کا سنت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

اوراسی طرح نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دس چیزیں میری سنت اور ابراہیم علیہ السلام کی سنت میں سے ہیں۔

اوراس حدیث میں نبی علیہ السلام نے دس چیزوں میں سے ایک ''قص الشوارب'' ذکر کی ہے جس سے مراد موچھیں کتروانا ہے (نہ کہ منڈوانا)

اور صحیح ابنِ حبان کی ایک روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام نے مجوس کے حق میں فرمایا:

''اِنَّھُمْ قَوْمٌ یُوْفِرُوْنَ سِبَالَھُمْ وَیَحْلُقُوْنَ لُحَاھُمْ فَخَالِفُوْھُمْ'' [۱]

ترجمہ: ''یہ ایسے لوگ ہیں جو موچھوں کو بڑھاتے، داڑھی کو منڈاتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو''

اورداڑھی باقی چھوڑنے اورموچھیں اس طور پر کاٹنے میں کہ وہ مونڈنے کے تقریباً مشابہ ہوجائیں (جس کی صورت یہ ہوگی کہ قینچی کے ساتھ ان کو جڑوں سے بالکل باریک کترا جائے) اس سے مخالفت ثابت ومتحقق ہوجائے گی۔

مسئلہ ۴۲: غازیوں کو موچھیں بڑھانا جائز ومستحب ہے۔

فتاویٰ حمادیہ میں ہے:

''وَاَمَّا الْغَازِیُ فِیْ دَارِالْحَرْبِ یُنْدَبُ اِلٰی تَطْوِیْلِ الشَّارِبِ لِیَکُوْنَ اَھِیَبَ فِیْ عَیْنِ الْعَدُوِّ'' [۲]

ترجمہ: '' غازی کے لئے دارالحرب میں موچھیں بڑھانا مستحب ہے تاکہ دشمن کی نظر

---

[۱] عن عبداللہ بن عمر قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المجوس فقال انھم یوفرون سبالھم ویحلقون لحاھم فخالفھم (السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱ ص ۱۵۱)

[۲] لابد عن طول الشارب للغزاۃ لیکون اھیب فی عین العدو کذافی الغیاثیۃ (عالمگیری ج ۳۸۵)

میں زیادہ ہیبت ناک معلوم ہو''

اور اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے:

''رُوِیَ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ کَانَ یَطُوْلُ شَارِبَهٗ لِیَکُوْنَ اَهْیَبَ'' (وهکذا فی مطالب المومنینؔ ناقلاعن الذخیره)

ترجمہ: ''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے مونچھوں کو دراز چھوڑ رکھا تھا تاکہ (دشمن کی نظر میں) ہیبت ناک معلوم ہوں''

مسئلہ ۴۳: سبالتین یعنی مونچھوں کے اطراف کے بال باقی رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ [۱]

محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اور ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے ابن حجرؔ کی پیروی کرتے ہوئے شرح شمائلؔ کے باب ادامؔ میں فرمایا ہے:

'' رَأَی الْغَزَالِیُّ وَغَیْرُهٗ اَنَّهٗ لَابَأْسَ بِتَرْکِ السَّبَالَتَیْنِ اِتِّبَاعًا لِعُمَرَ لِاَنَّ ذَالِکَ لَایَسْتَتِرُ الْفَمَ وَلَا یَبْقٰی فِیْهِ غَمْرُ الطَّعَامِ اِذَا لَایَصِلُ اِلَیْهِ وَکَرِهَ الزَّرْکَشِیُّ اِبْقَائَهٗ [۲]

ترجمہ: ''امام غزالی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ مونچھوں کے اطراف چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر رضی اللہ کی اتباع کرتے ہوئے۔

اس لئے کہ یہ بال منہ کو نہیں ڈھانپتے اور نہ کھانے کے ذرات ان میں اٹکتے ہیں کیونکہ وہ ان تک پہونچتے ہی نہیں جبکہ زرکشی نے ان کے باقی رکھنے کو مکروہ کہا ہے''

اور فقہ شافعی کی شرح مہذب میں ہے کہ ان بالوں کے کٹوانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور بیہقی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو کاٹتے تھے۔ [۳]

---

[۱] وکان بعض السلف یترک سبالیه وهما اطراف الشوارب (عالمگیری ج۵ص۳۵۸)

[۲] (احیاء العلوم للغزالی ج ۱ ص ۲۴۰)

[۳] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ :ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَجُوسَ فَقَالَ : إِنَّهُمْ یُوَفِّرُونَ سِبَالَهُمْ وَیَحْلِقُونَ لِحَاهُمْ فَخَالِفُوهُمْ .قَالَ فَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَسْتَعْرِضُ سَبَلَتَهُ فَیَجُزُّهَا کَمَا تُجَزُّ الشَّاةُ أَوْ یُجَزُّ الْبَعِیرُ(السنن الکبریٰ للبیهقی حدیث نمبر ۷۱۶، باب کیف الاخذ من الشارب ،کتاب الطهارة)

مسئلہ ٤٤: کسی کی مونچھیں بڑی ہوں کہ وضو کرتے ہوئے پانی ان کے نیچے نہ پہنچتا ہو تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ اس صورت میں غسلِ (جنابت) نہ ہوگا۔ [۱]

مسئلہ ٤٥: اگر زبردستی کسی کی مونچھیں مونڈ ڈالیں پھر ایک سال تک بال دوبارہ نہ اُگے تو حکومتِ عدل لازم ہوگی۔ [۲]

اور اگر داڑھی مونچھ دونوں منڈوائے ہوں تو دونوں کا علیٰحدہ علیٰحدہ ضمان لازم ہوگا۔ [۳]

---

[۱] كذا في خزانة الروايات وفي الدر المختار وفي البرهان:
يجب غسل بشرة لم يسرها الشعر كحاجب و شارب وعنفقة في المختار وفي ذيله في الشامي انما المستور فساقط غسلها للخرج ج ا ص ۱۰۱.
وايضا في التتارخانية ج ا ص ۸۹ عن الينابيع وان توضأولم يصل الماء تحت حاجبيه اجزأ.
داڑھی جبکہ گھنی ہو اس کے خلال کرنے کے بارے میں احناف کے ہاں مختار قول خلال کے سنت ہونے کا ہے۔
جمہور فقہاء کے نزدیک مستحب ہے، امام صاحب کا بھی یہی قول ہے، باقی ایک قول واجب ہونے کا اور ایک جائز ہونے کا بھی بعض فقہاء کا ہے۔
یہ تو داڑھی کے خلال کے متعلق تفصیل تھی، داڑھی کے دھونے میں تفصیل یہ ہے کہ اس قدر بال جو حد چہرہ کے اندر ہیں ان کا دھونا واجب ہے، پھر اگر وہ بال گھنے نہ ہوں اور چہرے کی جلد نظر آتی ہو تو جلد تک پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر بال گھنے ہوں جلد نظر نہ آتی ہو تو دفع حرج کے لئے جلد تک پانی پہنچانا فرض نہیں معاف ہے بلکہ وہ بال ہی قائمقام کھال کے ہیں ان پر پانی بہانا کافی ہے اور بال گھنے ہونے کی صورت میں داڑھی کے ساتھ ساتھ مونچھوں اور بھوؤں کا بھی یہی حکم ہے (درسِ ترمذی ج ا ص ۲۴۱، باب ما جاء فی تخلیل اللحیۃ)

[۲] اس شخص کو غلام فرض کر کے دیکھا جائے کہ مونچھیں ہونے کی صورت میں کیا قیمت ہوتی اور اب کیا قیمت ہے جو تفاوت ہو اس کے بقدر تاوان مونچھیں کاٹنے والے سے اس کو دلایا جائے۔ مترجم
ولو حلق الشارب ولم تنبت تجب حكومة عدل كذافي فتاوىٰ قاضي خان (عالمگيري ج٦ ص ٢٥، كتاب الجنايات)

[۳] كذا في التاتارخانية
وفي جنايات الحسن واذا حلق اللحية مع الشارب لايدخل ضمان الشارب في ضمان اللحية(كذافي المحيط ج٦ ص ٢٥)

فصل پنجم

ناک اور ابرو وغیرہ کے بالوں کے بیان میں

مسئلہ ٤٦: ناک کے بال چننا اور کاٹنا جائز ہے۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ نے شرح عین العلم میں سر مونڈنے کے آداب میں نقل فرمایا ہے کہ حدیث میں ہے:

"اِنْتفُوا الشَّعْرَ الَّذِیْ فِی الْاُنُوْفِ" [۱]

ترجمہ: "ناک کے بال اکھیڑ لیا کرو"

ابنِ عدیؒ اور بیہقیؒ نے یہ حدیث عمرو بن شعیب کی سند سے تخریج کی ہے اور فرمایا کہ ان کا کاٹنا اکھاڑنے کے قائم مقام ہے۔

فتاویٰ غرائبؒ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصایا یعنی نبی علیہ السلام نے ان کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے یہ وصیت بھی نقل فرمائی ہے:

"اِنْتَفِ الْاَنْفَ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ"

اور فردوس دیلمیؒ میں عبداللہ بن بشر سے مرفوع حدیث منقول ہے:

"لَاتَنْتفُوا الشَّعْرَ الَّذِیْ یَکُوْنُ فِی الْاَنْفِ فَاِنَّهٗ یُوْرِثُ الْاٰکِلَةَ وَلٰکِنْ قَصُّوْهُ قَصًّا" (ذکرہ فی شرح الشرعة کذافی المرقاة وھٰکذا فی الغرائب والقنیة وغیرھما) [۲]

---

[۱] مکمل حدیث اس طرح ہے:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی وانتفوا الشعر الذی فی الانوف. قال البیھقی رحمہ اللہ: ھذا اللفظ الاخیر غریب وفی ثبوتہ نظر (شعب الایمان للبیھقی ج٦ ص٢٨٦)

[۲] ومنہ ماروی عن عبداللہ بن بشر من النھی عن نتف الشعر من الانف فانہ یورث الاکلة ولکن قصہ قصا. لکن عزاہ النجم للدیلمی ولم یتعقبہ (کشف الخفاء ج٢ ١٢ ٣٦) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: ''ناک کے بال نہ اکھاڑو کہ یہ اکلہ [۱] نامی مرض کا باعث بنتا ہے بلکہ ان بالوں کو اچھی طرح کاٹو''

مسئلہ ۴۷: ابرو کے وہ زائد بال جو گھنے ہونے کی وجہ سے آنکھوں میں پڑتے ہوں یا دیکھنے میں رکاوٹ بنتے ہوں ان کو کاٹنا جائز ہے۔

خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

''وَيَجُوْزُ قَصُّ الْاَشْعَارِ الَّتِيْ فِي الْحَاجِبَيْنِ اِذَازَحَمَتْ فِي الْعَيْنِ اَوْفِي النَّظَرِ'' [۲]

ترجمہ: ''اور جائز ہے ابروؤں کے بالوں کو کاٹنا جبکہ وہ آنکھوں میں پڑتے ہوں یا دیکھنے میں مزاحم ہوتے ہوں''

مسئلہ ۴۸: دونوں ابروؤں کے درمیان ناک کے محاذات میں بال ہوں تو ان کو زیبائش کی غرض سے صاف کرنا جائز نہیں: [۳]

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

وفی الفردوس عن عبداللہ بن بشر رحمہ اللہ مرفوعا لاتنفوا الشعر الذی یکون فی الانف فانه یورث الاکله ولکن قصوه قصاذکره فی شرح السنة متفق علیه (مرقاۃ المفاتیح ،باب الترجل ، ج۱۳ ص ۱۶۱)

وفی ردالمحتار: ولاینتف انفه لان ذلک یورث الاکلة(ج٦ ص٤٠٧)

[۱] اس مرض میں متاثرہ عضو کا گوشت گل کر گرنے لگتا ہے اور زخم ہو جاتا ہے، کذا فی القاموس بحوالہ حاشیہ اصل کتاب۔

[۲] ولابأس باخذ الحاجبین وشعروجهه مالم یشبه المخنث تاتارخانیة(شامی ج٦ ص٤٠٧)
وایضاً فی العالمگیریة ج۵ ص۲۵۸

[۳] (یعنی معمول کے مطابق بال ہوں تو محض بطور فیشن دونوں بھوؤں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لئے ان کو اکھیڑنا صاف کرنا جائز نہیں)

خواتین کے چہرے اور ابرو کے اضافی بالوں کے متعلق حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ سے درج ذیل تفصیل منقول ہے:

''عورت کے لئے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے اور اگر داڑھی یا مونچھ کے بال نکل آئیں تو ان کا ازالہ مستحب ہے، نامصہ اور متنمصہ پر لعنت کا مورد یہ ہے کہ ابرو کے اطراف سے بال اکھاڑ کر باریک دھاری بنائی جائے کما یدل علیه التعلیل بتغیر خلق اللہ. اور بہت زیادہ پھیلے ہوئے ہوں تو ان کو درست کر کے عام حالت کے مطابق کرنا جائز ہے'' (احسن الفتاویٰ ج۸ ص۷٦)

اور متدل ومؤید شامی کی اس عبارت کو بنایا ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

"قَالَ الطَّبَرِیُّ لَا یَجُوْزُ لِلْمَرْأَۃِ تَغْیِیْرُ شَیْئٍ مِنْ خِلْقَتِھَا الَّتِیْ خَلَقَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْھَا بِزِیَادَۃٍ اَوْ نَقْصٍ لِاِلْتِمَاسِ الْحُسْنِ لَا لِلزَّوْجِ وَلَا لِغَیْرِہٖ کَمَنْ تَکُوْنُ مَقْرُوْنَۃَ الْحَاجِبَیْنِ فَتَزِیْلُ مَابَیْنَھُمَا لِوَھْمِ الْبَلَجِ اَوْعَکْسِہٖ" [۱]

ترجمہ: "طبری فرماتے ہیں کہ عورت کو اپنی خلقت جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے اس میں کمی یا زیادتی کسی بھی صورت میں تغیر وتبدل کرنا جائز نہیں اپنے حسن کو بڑھانے کی غرض سے نہ شوہر کی دلجوئی کیلئے ایسا کرنا جائز ہے نہ کسی اور غرض سے جیسا کہ بعض عورتوں کے ابروؤں کے بال دونوں طرف کے آپس میں ملے ہوتے ہیں تو وہ درمیان سے بال صاف کرکے اپنے تئیں کشادہ ابرو ظاہر کرتی ہیں یا اس کے برعکس عمل کرتی ہیں" [۲]

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ یہ حکم مرد وعورت ہر دو کو شامل ہے۔

اور عورت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا تمثیلاً ہے کیونکہ مرد کی بنسبت عورت کے لئے زینت کرنے کی کافی زیادہ گنجائش اور جواز ہے۔

پس باوجود اس کے عورت کے لئے جو زینت جائز نہ ہو مرد کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کی ممانعت ہوگی۔

مسئلہ ۴۹: چہرے کے وہ اضافی بال جو داڑھی کی خوبصورتی میں رکاوٹ بنتے ہوں ان کو دور کرنا جائز ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

ولعلہ محمول علی ما اذافعلتہ لتتزین الاجانب والا فلو کان فی وجھھا شعر ینفر زوجھا عنھا بسببہ ففی تحریم ازالتہ بعد لان الزینۃ للنساء مطلوبۃ للتحسین الا ان یحمل علی مالاضرورۃ الیہ فی نتفہ الخ (شامی ج۵ ص ۲۳۹)

[۱] کذا فی غایۃ التوضیح شرح الجامع الصحیح"

[۲] **خواتین کے چہرے پر اُگنے والے بالوں سے متعلق شرعی حکم کی تفصیل**

چہرے سے بال نُچوانے کا مطلب یہ ہے کہ موچنے کے ذریعے چہرے سے بال نوچے جائیں یا نچوائے جائیں۔لغوی معنی کے اعتبار سے تو چہرے سے کسی طرح کے بال بھی نوچنے اور نچوانے والی عورت کو یہ حدیث شامل ہے لیکن بعض محدثین اور فقہاءِ کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فتاویٰ حمادیہ میں منقول ہے:

"عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهٗ یَجُوْزُ قَصُّ کُلِّ شَعْرَةٍ مَانِعٍ مِنْ زِیْنَةِ اللِّحْیَةِ" [1]

اور جیسا کہ فروع میں لکھا ہے:

"وَاَخَذَ اَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ مِنْ حَاجِبَیْهِ وَعَارِضَیْهِ" [2]

ترجمہ: "امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے دونوں ابروؤں اور رخساروں کے بال لئے"

﴿ گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ ﴾

ملعون صرف وہ عورتیں ہیں جو اجنبی مردوں کو دکھلانے کے لئے چہرے سے بال نوچتی یا نچواتی ہیں یا وہ عورتیں جو زیادہ حسین دکھائی دینے کے لئے اپنی بھنوؤں کے وہ بال، جو عموماً فطری طور پر ہوتے ہیں ان میں سے بعض بالوں کو اس انداز سے نوچتی یا نچواتی ہیں کہ بھنویں محض قوس نما لکیر سی بن کر رہ جاتی ہیں یا دونوں بھنوؤں کے درمیان (سے بالوں کو نوچ کر) فاصلہ پیدا کر دیتی ہیں۔

لہٰذا اگر کسی خاتون کے چہرے پر غیر فطری طور پر کچھ بال نکل آئیں جن سے خاتون بدزیب معلوم ہوتی ہو جیسے بعض خواتین کے چہرے پر داڑھی مونچھ نکل آتی ہے تو ایسے بالوں کو صاف کرنا خواتین کے حق میں نہ صرف جائز بلکہ افضل اور بہتر ہے اسی طرح چہرے کے بال اور روئیں جو پیشانی اور منہ پر ہوتے ہیں ان کو بھی پاؤڈر وغیرہ کے ذریعے صاف کرنے کی گنجائش ہے۔

لیکن موچنے وغیرہ سے نوچ کر نکالنے میں چونکہ بلا وجہ اپنے جسم کو تکلیف دینا ہے اس لئے نوچ کر نکالنا مناسب نہیں کسی پاؤڈر وغیرہ کے ذریعے صاف کئے جائیں تو درست ہے۔

خلاصہ یہ کہ چہرے کے جو بال عورت کی بدصورتی کا باعث ہوں ان کو صاف کرنا افضل ہے اور جو بال بدصورتی پیدا نہ کریں ان کو رکھنا بھی جائز اور بغرض زینت صاف کرنا بھی جائز جبکہ نمائش مقصود نہ ہو۔

اور بھنوؤں کے بال اگر عام حالت کے برعکس بہت گھنے اور بدنما معلوم ہوں تو ان کو کتر کر اس حد تک کم کرنے کی اجازت ہے جتنی عام حالت کے مطابق ابروئیں ہوتی ہیں اس سے زیادہ کم کرنا شرعاً جائز نہیں۔

اور اگر بھنویں فطری حالت کے مطابق ہوں جیسے عموماً عورتوں کی بھنویں ہوتی ہیں تو محض زینت کی غرض سے ان کو باریک کرنا یا دونوں بھنوؤں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کے لئے بیچ سے بال نوچنا ہرگز جائز نہیں اور مذکورہ بالا حدیث شریف میں ایسی ہی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔

(ماخوذ از "خواتین کی زیب و زینت کے شرعی احکام، مرتبہ: مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ)

[1] وفی المجتبی والینابع وغیرهما لابأس باخذ اطراف اللحیة اذا طالت ولا بنتف الشیب الا علی وجه التزین ولا بالاخذ من حاجبه وشعر وجهه مالم یشبه فعل المخنث ولایلحق شعر حلقه وعن ابی یوسف لاباس به (شامی ،باب مایفسدالصوم ومالایفسده، کتاب الصوم)

[2] الفروع لابنِ مفلح ،باب السواک وغیره ج ۱ ص ۹۲

مضمراؔت میں لکھا ہے:

"لَابَأْسَ بِاَخْذِ الْحَاجِبَيْنِ وَشُعُوْرِ وَجْهِهٖ مَالَمْ يُشْبِهِ الْمُخَنَّث" [1]

ترجمہ: "ابرو اور چہرے کے بال لینے میں تاوقتیکہ ہیجڑوں سے مشابہت ہو کوئی حرج نہیں"

مسئلہ ۵۰: اگر زبردستی کسی کے دونوں ابرو تراش ڈالے تو پوری دیت لازم ہوگی اگر ایک ابرو کو مونڈ ڈالا تو آدھی دیت لازم ہوگی اور ایک پلک کسی کی صاف کی تو چوتھائی دیت لازم ہوگی اور دونوں پلکیں صاف کیں تو آدھی دیت ہوگی۔ [2]

---

[1] فی الشامیة ج۵ ص ۳۷۳، کتاب الحظر والاباحة، ایچ ایم

[2] وفی الحاجبین اذا حلقهما علی وجه افسد المنبت او نتف فافسد المنبت تجب فیها الدیة وفی احداهما نصف الدیة کذافی المبسوط وفی ثنتین من الاهداب نصف الدیة وفی احداهما ربع الدیة وفی کلها الدیة الکاملة کذافی المحیط(عالمگیری ج۶ ص ۲۴)

باب دوم

چہرے کے علاوہ باقی بدن کے بالوں کے بیان میں

﴿اور اس میں دو فصلیں ہیں﴾

پہلی فصل

زیرناف بالوں کے علاوہ باقی بالوں کے بارے میں ہے اور اس میں چند مسائل ہیں:

مسئلہ ۵۱: گردن کے بال نہیں مونڈنے چاہئیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں۔

مطالبُ المومنین میں ہے:

"لَایُحلَقُ شَعرُ حَلقِهٖ وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ لَابَأْسَ بِذَالِکَ"

ترجمہ: "گردن کے بال نہیں مونڈنے چاہئیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں"

اور عالمگیریہ میں بھی اسی طرح ہے، [۱] نیز مطالبُ المومنین میں ہے:

"لَا تُحلَقُ مَا عَلَی الْحُلْقُوْمِ وَاِنَّمَا یُؤْخَذُ بِالْحِکْمَةِ"

ترجمہ: "گردن کے بال مونڈنے نہیں چاہئیں ان کو کسی اور (مناسب) طریقے سے دور کردے"

زیر بغل بال مونڈنا اور اکھاڑنا دونوں جائز ہیں البتہ اکھاڑنا اسوۂ انبیاء علیہم السلام ہونے کی بناء پر افضل ہے۔

---

[۱] لایحلق شعر حلقه وعن ابی یوسف لابأس بذالک (عالمگیری، ج۵، الباب التاسع عشر فی الختان الخ) ردالمحتار مع الدر ج۶ ص۴۰۷، کتاب الحظر والاباحة

ontact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

غرائب میں ہے:

”فِی الْاِبِطِ یَجُوْزُ الْحَلَقُ وَالنَّتْفُ اَوْلٰی“ [۱]

ترجمہ:”زیر بغل بال مونڈنا جائز ہے اور اکھاڑنا افضل ہے“

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشارق میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ:

مونڈنا سنت نہیں بلکہ اکھاڑنا سنت ہے اس لئے کہ زیر بغل بال مونڈنے سے سخت ہوجاتے ہیں اور بدبو پیدا ہونے کا باعث بنتے ہیں۔

اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکھاڑنا اس شخص کے لئے افضل ہے جو اس پر قادر ہو۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے عمل کے بارے میں یہی عذر پیش فرمایا تھا:

”عَلِمْتُ اَنَّ السُّنَّةَ نَتْفُهُ لٰـكِنْ لَااُقَوِّیْ عَلَی الْوَجَعِ“ [۲]

ترجمہ:”کہ میں جانتا ہوں کہ سنت بال اکھاڑنا ہی ہے مگر اس کی تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوتی“

اور امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکھاڑنا بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جن کا معمول اکھاڑنے کا ہو۔

اور جس کا معمول منڈانے کا ہو اس کے لئے مونڈنا بھی کافی ہے کیونکہ اکھاڑنے میں اذیت اور تکلیف ہوتی ہے اور مقصود نظافت ہے جو کہ مونڈنے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ [۳]

---

[۱] فی الابط یجوز الحلق والنتف اولی (عالمگیری، ج۵، الباب التاسع عشر فی الختان الخ)
اما نتف الابط فسنة بالاتفاق والافضل فیه النتف لمن قوی علیه، ویحصل ایضا بالحلق وبالنورة (شرح النووی علی مسلم، باب خصال الفطرة)

[۲] لما حکی ان الشافعی کان یحلق ابطه فقال علمت ان السنة نتفه لکن لااقوی علی الوجع (مرقاة المفاتیح، باب الترجل ج۱۳ ص ۶۱۶۱)

[۳] ویستحب نتفه فی کل اربعین یوما مرة وذلک سهل علی من تعود نتفه فی الابتداء فاما من تعود الحلق فیکفیه الحلق اذ فی النتف تعذیب وایلام والمقصود النظافة وان لایجتمع الوسخ فی خللها ویحصل ذلک بالحلق (احیاء العلوم للغزالی ج ۱، کتاب اسرار الطهارة)

اور توضیح الحواشی شرح صحیح بخاری میں ہے کہ زیر بغل بال صاف کرنے میں دائیں سے ابتداء کرنا مستحب ہے۔

اور ابنِ دقیق العید فرماتے ہیں کہ اگر لفظِ ''نتف ابط ''جو حدیث میں مذکور ہے پر نظر کی جائے تو اکھاڑنے میں انحصار معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اگر معنیٰ پر نظر کی جائے تو کسی بھی طور سے بال زائل کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے خواہ مونڈ کر ہو یا اکھاڑ کر یا نورہ وغیرہ (بال صفا پاؤڈر) کے ذریعے ہو۔

سینہ، پشت، ہاتھ اور پاؤں کے بال صاف کرنا ترک ادب ہے۔

غرائب میں ہے۔

''حَلْقُ شَعْرِ الصَّدْرِ وَالظَّهْرِ تَرْکُ الْاَدَبِ'' [1]

اور شرح صراط مستقیم میں ہے، سینہ ہاتھ، اور پاؤں کے بال صاف کرنے میں اختلاف ہے اور زیادہ معتبر قول ان بالوں کو باقی چھوڑنا ہے۔

---

[1] وفی حلق شعر الصدر والظھر ترک الادب کذافی القنیة (عالمگیری ج۵،الباب التاسع عشر فی الختان الخ)

خواتین کے لئے کلائیوں اور پنڈلیوں کے بال صاف کرنا

خواتین کے لئے کلائیوں، پنڈلیوں اور ہاتھ پاؤں کے بال صاف کرنا جائز ہے اس لئے کہ عورت کے حق میں زینت مطلوب ہے اور ان بالوں کے صاف کرنے سے اصل خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی نیز اس میں کوئی دھوکہ بھی نہیں ہوتا اس لئے ان بالوں کا صاف کرنا جائز ہے۔البتہ ان بالوں کو بھی نوچ کر نکالنے میں چونکہ بلاوجہ اپنے جسم کو اذیت دینا ہے اس لئے نوچ کر نکالنا مناسب نہیں کسی پاؤڈر وغیرہ سے صاف کرلئے جائیں۔

(''خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام)

فصل دوم

زیرِ ناف بالوں کے بیان میں

یہ بال ناف کے نیچے سے لیکر مرد وعورت کے اعضائے مخصوص (بڑی اور چھوٹی شرمگاہ) کے اردگرد تک ہیں۔ [۱]

اور ریاض الصالحینؒ کے شارح فرماتے ہیں کہ زیر ناف بال جس کو موئے زہار اور موئے عانہ کہتے ہیں، اس سے چھوٹی وبڑی پیشاب گاہ اور ان کے اردگرد کے بال مراد ہیں۔ [۲]

مسئلہ ۵۲: زیر ناف بالوں کو مونڈنا، کاٹنا، اکھاڑنا سب جائز ہے مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی۔ ابوشامہؒ فرماتے ہیں:

يُسْتَحَبُّ اِمَاطَةُ الشَّعْرِ عَنِ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ بَلْ هُوَ فِى الدُّبُرِ اَوْلٰى خَوْفًا مِنْ اَنْ يُّعَلَّقَ بِهٖ شَيْئٌ مِّنَ الْغَائِطِ فَلَايُزِيْلُهُ الْمُسْتَنْجِىْ اِلَّا بِالْمَاءِ وَلَايَتَمَكَّنُ اِزَالَتَهُ بِالْاِسْتِجْمَارِ وَفِىْ مَعْنَاهُ الْاِزَالَةُ بِالنُّتُفِ [۳]

---

[۱] زیرِ ناف بالوں کے منڈانے کے حدود یہ ہیں: ناف کے کچھ نیچے جہاں (اکڑوں بیٹھنے کی صورت میں) پیٹ کی کھال میں سلوٹ وشکن سی پڑتی ہے، اس حصہ سے لے کر دونوں رانوں تک، آلہ تناسل کے اردگرد، خصیتین کے بال اور خصیتین کے نیچے کے بال (اسی طرح عورت کی شرمگاہ کے بال) نیز پاخانہ کے مقام اور اس کے اردگرد کے بال، اس تمام حصہ کے بال صاف کرنا ضروری ہے، ناف سے متصل اور پیٹ کی اس مذکورہ شکن اور بل سے اوپر اوپر کے بال زیرِ ناف بالوں میں شامل نہیں، لیکن اس حصہ کے بال بھی صاف کرنا جائز ہے، اسی طرح رانوں کی جڑوں کے قریب کا وہ حصہ جس کے تلوث کا خطرہ ہو وہ بھی صاف کئے جاسکتے ہیں (ناف کے متصل حصہ کے بالوں کا موئے عانہ میں شامل ہونے کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج۸ ص۷۷)

[۲] **كذافى البحر. وفى المرقاة: حلق العانة ذى الشعر الذى حوالى ذكرالرجل وفرج المرأةزاد ابن شريح وحلقة الدبر فجعل العانة منبت الشعر مطلقا والمشهورالاول الخ (ج۸ص۲۸۸، باب الترجل فصل الاول)**

[۳] **كذافى القسطلانى:**

وفى فتح البارى: قال ويستحب اماطة الشعرعن القبل والدبربل هو من الدبر اولى خوفا من ان يعلق شيئ من الغائط فلايزيله المستنجى الا بالماء ولايتمكن من ازالته بالاستجمار، قال ويقوم التنور مكان الحلق وكذلك النتف والقص (ج۱۶ ص۴۷۹، باب قص الشارب)

ترجمہ: ’’ قبل ودبر (چھوٹی اور بڑی پیشاب گاہ) کے بال صاف کرنا مستحب ہے بلکہ دبر کے بال صاف کرنے کا استحباب مزید بڑھ کر ہے کہ مبادا کوئی پلیدی ان بالوں میں رہ جائے جس کا ازالہ پانی کے بغیر نہ ہوسکے اور ڈھیلے وغیرہ سے یہ دور نہ ہوسکے اور ان بالوں کو اکھاڑ کر بھی دور کیا جاسکتا ہے‘‘

علماء سے یہ تقسیم بھی ثابت ہے کہ عورت کے لئے بالوں کو اکھاڑنا بہتر ہے کہ اس میں نظافت بھی ہے اور شوہر کو ناگواری محسوس کرنے سے بھی حفاظت ہے جو مونڈنے کے اثر سے اس کو پیش آسکتی ہے۔

اور نیز عورت کی شہوت چونکہ مرد کی شہوت سے کئی گنا بڑھ کر ہوتی ہے، حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ مرد کی شہوت ایک درجہ اور عورت کی شہوت ننانوے درجہ ہوتی ہے۔

اور بال اکھاڑنے سے شہوت کمزور ہوتی ہے بخلاف مونڈنے کے کہ اس سے شہوت مزید بڑھتی ہے اس لئے عورتوں کے حق میں اکھیڑنا اور مردوں کے حق میں مونڈنا بہتر ہے تاکہ کسی درجے میں (دونوں طرف) اعتدال پیدا ہوجائے۔ [۱]

اور فاکہانی نے کہا ہے کہ عورت کے حق میں اکھاڑنے کی افضلیت محلِ نظر ہے کیونکہ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ اکھاڑنے سے استرخاءِ محل (شرمگاہ کا کشادہ ہونا) ہوتا ہے اس وجہ سے شوہر کو ضرر لاحق ہوگا۔

اور ابنِ عربی نے ان باہم مخالف اقوال کو یوں جمع کیا ہے کہ نوجوان دوشیزہ کے لئے اکھاڑنا بہتر ہے تاکہ محل اونچا ہوجائے (اکھاڑنے کی صورت میں کھینچنے کی وجہ سے) اور زیادہ عمر کی عورت کے لئے مونڈنا بہتر ہے تاکہ محل زیادہ کشادہ نہ ہوجائے۔

اشکال: صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

’’ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا دَخَلْتَ لَیْلًا فَلَا تَدْخُلْ اَھْلَکَ حَتّٰی تَسْتَحِدَّ

---

[۱] وقالوا الاولیٰ للمرأة النتف لانه انظف وابعد لنفرة الحليل من بقايا اثر الحلق ولان شهوة المرأة اضعاف شهوة الرجل اذ جاء ان لها تسعاوتسعين جزأ منها وللرجل جزء واحد والنتف يضعفها والحلق يقويها فامر كل منها بما هو الانسب به(مرقاة المفاتيح ،باب السواک ج۲ص۳۰۲)

الْمَغِيْبَةَ الخ" [۱]

ترجمہ: "نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سفر سے تیری واپسی جب رات کو ہو تو اس وقت اپنے گھر میں داخل نہ ہو، تاکہ عورت کو حرام بال صاف کرنے کی مہلت ملے"

اس حدیث میں لفظ "تَسْتَحِدَّ" سے مونڈنے کی صراحت معلوم ہوتی ہے؟

حلِ اشکال: یہاں استحداد سے مقصود محض بالوں کا صاف کرنا ہے خواہ کسی بھی طرح ہو خاص استرا وغیرہ تیز دھار چیز کا استعمال مراد نہیں۔

مسئلہ ۵۳: زیرناف بال دور کرنے کے لئے چونا وغیرہ بال صفا پاؤڈر کا استعمال جائز ہے مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی۔ [۲]

محدث دہلوی رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلق کرتے تھے، اور بعض میں آیا ہے کہ نورہ (چونا یا پاؤڈر) استعمال کرتے تھے اور یہ دونوں جانب کی احادیث ضعیف ہیں۔

البتہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں فرمایا ہے:

"قَدْ ثَبَتَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِسْتَعْمَلَ النُّوْرَةَ عَلٰى مَاذَكَرَهُ السُّيُوْطِيُّ فِيْ رِسَالَةٍ" [۳]

ترجمہ: "تحقیق یہ بات ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے نورہ استعمال فرمایا، سیوطی نے رسالہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے"

اور سیرتِ شامیہ میں ہے:

---

[۱] صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۸۴۵، کتاب النکاح، باب طلب الولد.

[۲] ویبتدی فی حلق العانة من تحت السرة ولو عالج بالنورة فی العانة یجوز کذافی الغرائب (عالمگیری ج۵ ص ۳۵۸)

واما الاستحداد، فهو حلق العانة سمی استحدادا لاستعمال الحدید وهی الموسی وهو سنة والمراد به نظافة ذلک الموضع، والافضل فیه الحلق، ویجوز بالقص والنتف والنورة (شرح النووی علی مسلم، باب خصال الفطرة)

[۳] مرقاة المفاتیح، باب السواک، ج۲ ص ۳۰۲

"قَدْ اَخْرَجَ اِبْنُ مَاجَةَ فِیْ سُنَنِہٖ حَدِیْثُ اِطْلَائِہٖ ﷺ عَانَتَہٗ بِالنُّوْرَۃِ قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ کَثِیْرٍ سَنَدُہٗ جَیِّدٌ" [۱]

ترجمہ: ابنِ ماجہ نے سنن میں حدیث روایت کی ہے جس میں نبی علیہ السلام سے زیر ناف بالوں کو نورہ سے صاف کرنا منقول ہے، ابنِ کثیر نے اس کو عمدہ قرار دیا ہے۔

اور ابن حجر نے شرح شمائل میں فرمایا ہے:

"وَاَمَّا حَدِیْثُ کَانَ لَا یَتَنَوَّرُ وَکَانَ اِذَا کَثُرَ شَعْرُہٗ حَلَقَہٗ فَضَعِیْفٌ" [۲]

ترجمہ: "وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ آپ علیہ السلام نورہ استعمال نہ فرماتے تھے بال جب بڑھ جاتے تھے تو مونڈ دیتے تھے یہ ضعیف ہے"

اور یہ روایت "اَنَّہٗ دَخَلَ حَمَّامُ جُحْفَۃَ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام میں داخل ہوئے بالاتفاق موضوع (گھڑی ہوئی) ہے۔

اس لئے کہ اس وقت (عرب میں) حمام نہ تھے نبی علیہ السلام کے بعد حمام بنے ہیں۔ [۳]

محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج میں فرمایا ہے کہ حماموں کا رواج نبی علیہ السلام کی رحلت کے بعد عجم کی فتوحات ہونے کے بعد ہوا۔

لیکن نبی علیہ السلام کو حمام کا علم تھا اور خواتین کو نبی علیہ السلام نے اس میں جانے سے منع فرمایا تھا البتہ ضرورت کے تحت اور علاج کی غرض سے جانے کی اجازت دی تھی۔

مسئلہ ۵۴: حمام والے کے ہاتھ سے نورہ لگوانا جبکہ نظر نہ پڑے جائز ہے اس کا حکم دوسرے

---

[۱] وفی سنن ابنِ ماجة: عن ام سلمة ان النبی ﷺ کان اذا اطلی بدأ بعورته فطلاها بالنورة وسائر جسده اهله. وفی روایة آخر: عن ام سلمة ان النبی ﷺ اطلی وولی عانته بیده (باب الاطلاء بالنورة)

[۲] واما التنور فسئل عنه احمد فاجازه وذکر انه یفعله وفیه حدیث عن ام سلمة اخرجه ابن ماجه والبیهقی وجاله ثقات ولکنه اعله بالارسال وانکر احمد صحته ولفظه ان النبی ﷺ اذا اطلی ولی عانته بیده ومقابله حدیث انس ان النبی ﷺ کان لایتنور وکان اذا کثر شعره حلقه ولکن سنده ضعیف جدا (فتح الباری باب قص الشارب)

[۳] قال ابن حجر وخبر انه علییه الصلاة والسلام دخل حمام الجحفة موضوع باتفاق اهل المعرفة (مرقاة المفاتیح، باب الترجل، ج۱۳ ص۲۱۸)

کے ستر پر دوا لگانے کی طرح ہے۔

فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں یہ اجازت ضرورت کے وقت ہے ورنہ نہیں۔ [۱]

صاحبِ ھدایہ نے ''التجنیس والمزید'' میں فرمایا ہے کہ چاہئے کہ نورہ اپنے ہاتھ سے لگائے نہ کہ حمام والے کے ہاتھ سے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے بھی اپنے ہاتھ سے استعمال فرمایا تھا۔

اور نیز یہ وجہ بھی ہے کہ جس مقام پر دوسرے کو نظر ڈالنا جائز نہیں اس کا مس کرنا (چھونا) بھی جائز نہیں ہے۔

فی الجملہ تو نورہ اجنبی کے ہاتھ سے لگانا حرام ہے مگر جس کے لئے دیکھنا اور مس کرنا جائز ہو اس کے ہاتھ سے لگانے کی گنجائش ہے، جیسے میاں بیوی۔ [۲]

مسئلہ ۵۵: اگر شوہر بیوی سے موئے زہار صاف کرنے کا تقاضہ کرے تو عورت پر اس کے حکم کی تعمیل لازم ہوگی۔ [۳]

---

[۱] کذافی مطالب المومنین ، وایضاً فی المحیط "لابأس ان یتولی صاحب الحمام عورة انسان بیده عند التنویر اذا کان یغض بصره. وقال الفقیه ابو اللیث هٰذا فی الحالة الضرورة، لاغیره، وینبغی لکل واحد ان یتولی عانته بیده اذا تنور ......ونقل عن التجنیس والمزید ونظم ذالک فقال ۔

وللجنب التنویر یکره عندنا وبالنفس یطیله بالغیر یحظر

وقد استفید منه ان المسئلة خلافیة، وان الصحیح عدم الجواز (طحطاوی علی الدر، کتاب الحظر والاباحة، جلد۴ صفحه ۱۹۱)

[۲] کذا فی توضیح الباری عن فتح الباری.

ویفترق الحکم فی نتف الابط وحلق العانة ایضا بان نتف الابط وحلقه یجوز ان یتعاطاه الاجنبی ، بخلاف حلق العانة فیحرم الا فی حق من یباح له المس والنظر کالزوج والزوجة (فتح الباری باب قص الشارب)

[۳] علی الاصح کذا فی القسطلانی .

بابِ سوم

ناخنوں کے احکام کے بیان میں

﴿اس باب میں دو فصل ہیں﴾

پہلی فصل ناخن کاٹنے اور چھوڑنے اور اس کے اوقات کی تعیین میں ہے اور اس میں چند مسئلے ہیں:

مسئلہ ۵٦: جمعہ کے دن ناخن تراشنا مستحب ہے۔ [۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے

"مَنْ قَلَّمَ اَظَافِيْرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَعَاذَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ اِلىٰ جُمُعَةٍ اُخْرىٰ وَثَلٰثَةِ اَيَّامٍ"

ترجمہ: "جو جمعہ کے دن ناخن تراشے تو اللہ تعالیٰ اسے اگلے جمعہ تک اور مزید تین دن اپنی پناہ میں لے لیتے ہیں" [۲]

---

[۱] فی الدر المختار (فی متنه) ويستحب قلم اظافيره يوم الجمعة (ج٦ ص ۴۰۵)

[۲] یہ حدیث ملاخسرو نے درر وغرر میں قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں اور ملاعلی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں نقل فرمائی ہے، مرقاۃ کی عبارت درج ذیل ہے:

قال قاضی خان رجل وقت لقلم اظافيره وحلق رأسه يوم الجمعة قالوا ان كان يرى جواز ذلك فی غير يوم الجمعة واخره الى يومها تاخيرا فاحشا كان مكروها لان من كان ظفره طويلا كان رزقه ضيقا فان لم يجاوز الحد واخر تبركا بالاخبار فهو مستحب لما روت عائشة رضی اللّٰه تعالىٰ عنها مرفوعا من قلم اظافيره يوم الجمعة اعاذه الله من البلايا الى الجمعة الاخرى وزيادة ثلاثة ايام اه (مرقاة المفاتيح ،باب الترجل)

اس سلسلہ میں درج ذیل روایات بھی ہیں:

عن ابن حميد بن عبد الرحمان عن ابيه انه قال فيمن قلم أظافره يوم الجمعة أخرج الله منها الداء وأدخل فيها الشفاء (مصنف ابنِ ابی شيبة، جزء ٢ صفحه ٦٥)

عن محمد بن ابراهيم التيمی قال: من قلم أظفاره يوم الجمعة، وقص شاربه، واستن،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض روایات میں جمعرات کے دن ناخن کاٹنے کی فضلیت بھی آئی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے:

”مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّاْتِیَهُ الْغِنٰی عَلٰی کُرْہٍ فَلْیُقَلِّمْ اَظْفَارَهٗ یَوْمَ الْخَمِیْسِ“

ترجمہ: ”جو چاہتا ہے کہ اسے ناگوار حالات میں غنیٰ (خوشحالی) حاصل ہوتو وہ جمعرات کے دن اپنے ناخن تراشے“ [۱]

مسئلہ ۵۷: ناخن انگلی کے سروں سے بڑھ جانے کے باوجود جمعہ تک کاٹنے کو موخر کرنا مکروہ ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء میں نقل فرمایا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”یَااَبَا هُرَیْرَةَ قَلِّمْ اَظْفَارَکَ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَقْعُدُ عَلٰی مَا طَالَ مِنْهَا“ [۲]

ترجمہ: ”اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) اپنے ناخن تراش اس لئے کہ ناخن جو زیادہ بڑھ

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

فقد استکمل الجمعة (مصنف عبد الرزاق، جزء ۳ صفحه ۱۹۷)

عن أبی حمید الحمیری قال: قال رسول الله ﷺ: من قلم أظفاره یوم الجمعة أخرج الله منه الداء وأدخل علیه الدواء (مصنف عبد الرزاق، جزء ۳ صفحه ۱۹۹)

ان رسول الله ﷺ کان یقلم اظفاره ویقص شاربه یوم الجمعة قبل ان یروح الی الصلوة“ (المعجم الکبیر للطبرانی، باب قطعة من المفقود، حدیث نمبر۳۳۳ واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه احمد، حدیث نمبر ۸۵۴)

عن نافع ان عبدالله ابن عمر کان یقلم اظفاره ویقص شاربه فی کل جمعة (السنن الکبریٰ للبیهقی، جزء ۳ صفحه ۲۴۴ وایضاً فی شعب الایمان للبیهقی، حدیث نمبر ۲۶۴۵)

[۱] اس حدیث پر ابن حجر اور ملا علی قاری وغیرہما نے رد کیا ہے، اور اس باب کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے؛ ملاحظہ ہو:
”ولم یثبت فی قص الظفر یوم الخمیس حدیث بل کیفما احتاج الیه ولم یثبت فی کیفیته ولا فی تعیین یوم له شئی وما یعزیٰ من النظم فی ذالک لعلی او غیره باطل ذکره ابن حجر“ (مرقاة ج۸ ص ۲۹۰)
(وایضاً ضعف هذه الروایات (أی فی فضل قطع الاظفار یوم الخمیس) جلال الدین السیوطی فی اللآلی المصنوعة، جزء ۱ صفحه ۳۴۶)

[۲] احیاء العلوم للغزالی، ج ۱ ص ۲۴۱، کتاب اسرار الطهارة

جائیں تو اس پر شیطان بسیرا کرتا ہے“

قاضی خان اور صاحب درروغرر نے نقل کیا ہے جو ناخن لمبے کرے اس کا رزق تنگ ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۵۸: غازیوں کو ناخن لمبے کرنا جائز بلکہ مستحب ہے باوجودیکہ ان کا کٹوانا امورِ فطرت میں سے ہے۔

اس لئے کہ اسلحہ سے اگر وہ خالی ہاتھ ہو جائیں تو ناخنوں سے ہتھیار کا کام لے سکیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے تحریری فرمان میں لکھا:

”وَفِّرُوا الْاَظَافِیْرَ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ فَاِنَّھَا سَلَاحٌ“ [۱]

ترجمہ:”دشمن کے علاقے میں ناخن لمبے چھوڑو کیونکہ وہ ہتھیار کا کام دیتے ہیں“

فتاویٰ حمادیہ میں ہے:

”اَمَّا لِلْغَازِیْ فِیْ دَارِالْحَرْبِ یَنْدُبُ اِلٰی تَوْفِیْرِ الْاَظْفَارِ لِیَکُوْنَ سَلَاحًا“ (وھکذا فی مطالب المومنین ناقلاً عن المحیط وفی العالمگیریہ ناقلاً عن محیط السرخسی) [۲]

ترجمہ:” غازی کے لئے دارالحرب میں ناخن لمبے کرنا مستحب ہے تاکہ وہ ہتھیار کا کام دے سکیں“

مسئلہ ۵۹: ناخن دانتوں سے کاٹنا صحیح نہیں یہ برص کی بیماری کا باعث بنتا ہے۔ [۳]

مسئلہ ۶۰: رات کو ناخن کاٹنا جائز ہے۔

ہارون الرشید کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ مسئلہ پوچھا۔

---

[۱] وفی المنح ذکر ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کتب الینا: وفروا الاظافیر فی ارض العدو فانھا سلاح لانہ اذا سقط السلاح من یدہ وقرب العدومنہ ربما یتمکنہ من دفعہ باظافیرہ وھو نظیر قص الشارب (ردالمحتار ج۶ ص۴۰۵)

[۲] ویستحب قلم اظافیرہ الا لمجاھد فی دارالحرب فیستحب توفیر شاربہ واظفارہ (درمختار مع الشامی ج۶ ص۴۰۵)

[۳] ولایقلمھابالسن فانہ یورث البرص (شرعۃ الاسلام ص۲۰۰، مطبوعہ دارالعلم دھلی)
قطع الظفر بالاسنان مکروہ یورث البرص (عالمگیری ج۵ ص۳۵۸)

امام صاحب نے جواب دیا کہ من جملہ یہ جائز امور میں سے ہے۔

بادشاہ نے دلیل پوچھی تو آپ نے جواب دیا کہ دلیل نبی علیہ السلام کا یہ قول ہے:

''اَلْخَیْرُ لَایُؤَخَّرُ''

ترجمہ: ''نیکی کے کام میں تاخیر نہ کرنا چاہئے'' [۱]

مسئلہ ٦١: ہفتہ اور اتوار کے دن ناخن تراشنے سے پرہیز کرنا صحیح نہیں، غرائب میں ہے:

''وَیَنْبَغِیْ اَنْ لَّایُؤَخِّرَ فِیْ قَصِّ الْاَظَافِیْرِ وَلَایَجْتَنِبُ عَنْ یَوْمِ السَّبْتِ وَیَوْمِ الْاَحَدِ فَاِنَّہٗ تَشْبِیْہٌ بِالْاَجَانِبِ'' [۲]

ترجمہ: '' ناخن کاٹنے میں تاخیر مناسب نہیں اور ہفتہ اور اتوار کے دن کاٹنے سے احتراز نہ چاہئے کہ یہ غیر لوگوں کے ساتھ مشابہت ہے''

---

[۱] حکی ان هارون الرشید سأل ابایوسف رحمه اللّٰہ تعالیٰ عن قص الاظفار فی اللیل فقال ینبغی فقال ماالدلیل علی ذلک؟فقال قوله علیه السلام الخیر لایؤخر (عالمگیری ج٥ ص٣٥٥)

[۲] قال ابن عابدین الشامی فی ردالمحتار: وفی المواهب اللدنیة قال الحافظ ابن حجر انه یستحب کیفما احتاج الیه ولم یثبت فی کیفیته شیئ ولافی تعیین یوم له عن النبی ﷺ ومایعزی من النظم فی ذلک للامام علی......قال شیخنا انه باطل (ج٦ ص٤٠٦، کتاب الحظر والاباحة)

فصلِ دوم

ناخن کاٹنے کی ترتیب کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ ناخن کاٹنے کی ترتیب میں مستحب یہ ہے کہ ابتداء دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے کر کے ترتیب وار چھنگلیا تک کاٹے جائیں اور پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے ترتیب وار انگوٹھے تک کاٹے جائیں اور پھر آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹا جائے۔

اور پاؤں کی انگلیوں میں دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کر کے ترتیب وار بائیں پاؤں کی چھنگلیا تک کاٹے جائیں۔ [۱]

اور صلوٰۃِ مسعودی میں ہے کہ ہاتھوں کے ناخن کاٹنے میں یہ ترتیب (جو مذکور ہوئی) اس وجہ سے ہے کہ ابتداء وانتہاء دونوں دائیں ہاتھ پر ہو۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کتاب میں ناخن کاٹنے کے متعلق کوئی حدیث نہیں دیکھی؛ لیکن یہ ایک روایت سنی ہے:

’’اَنَّهٗ ﷺ بَدَأَ بِمُسَبِّحَةِ الْيُمْنٰى وَخَتَمَ بِاِبْهَامِ الْيُمْنٰى وَبَدَأَ فِي الْيُسْرٰى بِالْخِنْصَرِ اِلَى الْاِبْهَامِ‘‘ [۲]

ترجمہ: ’’نبی علیہ السلام نے دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے ناخن کاٹنے شروع کئے اور انگوٹھے پر ختم کئے اور پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے اس کے انگوٹھے پر ختم کئے‘‘

---

[۱] كذا فی عين العلم والغرائب والاحياء العلوم ج ۱ ص ۱۴۲، باب سوم، طهارت.

[۲] احياء العلوم ج ۱ ص ۱۴۲، باب طهارت.

وفی الدرالمختار: انه ﷺ بدأ بمسبحة اليمنى الى الخنصر ثم بخنصر اليسرى الابهام وختم بابهام اليمنى وذكر له الغزالى فى الاحياء وجها وجيها ولم يثبت فى اصابع الرجل نقل والاولىٰ تقليمها كتخليلها الخ (ج ۶ ص ۴۰۶)

یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ غور کرنے سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ہے۔

کیونکہ یہ ترتیب (ناخن کاٹنے کی) بغیر نور نبوت کے منکشف نہیں ہوسکتی۔

اور اس ترتیب کی عقلی توجیہ یوں فرمائی ہے کہ جب دونوں ہاتھوں کو ملایا جائے تو ان کی انگلیاں حلقہ کی صورت میں ایک دائرہ بن جاتی ہیں۔

پس دائیں ہاتھ سے ابتداء تو بائیں ہاتھ پر طہارت ونظافت کے امور میں اس کی فوقیت کی وجہ سے ہوئی اور انگشتِ شہادت سے آغاز کلمۂ شہادت میں اس سے اشارہ کرنے کی فضلیت کی وجہ سے ہے۔

پھر اسی طرح ہر انگلی کے بعد اس کے دائیں جانب کی انگلی کو تقدیم حاصل ہوگی تو انتہا لامحالہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ہوگی۔ [1]

اور نوویؒ نے کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ابتداء ہر ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے ہوکر انتہاء بھی اسی ہاتھ کے انگوٹھے پر ہو۔

اور عراقی شارح مہذب نے فرمایا ہے کہ نووی کا قول بہتر ہے اور روایت کے مطابق بھی ہے۔ [2]

اور باوجود درجہ صحت تک نہ پہنچنے کے اس روایت کی رعایت رکھنا اولیٰ ہے۔

اس لئے کہ دائیں سے ابتداء کرنا علی الاطلاق سنت ہے اور انگشتِ شہادت سے شروع کرنا بہتر ہے، پھر جو اس کے دائیں جانب ہے اس طرح چھنگلیا تک، اس لئے کہ ناخن ہتھیلی کی جانب سے کاٹے جاتے ہیں۔

اور چھنگلیا تک کاٹ کر پہلے اسی ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹے پھر بائیں ہاتھ کے اسی ترتیب سے

---

[1] لیکن ماوردیؒ عراقی اور نووی نے اس حدیث کے بے اصل ہونے پر جزم کیا ہے۔
ناخن کاٹنے کی ترتیب اور اس کے متعلق وارد احادیث کے بارے میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (فتح الباری، باب قص الشارب)

[2] گویا کہ نووی رحمہ اللہ نے اسی روایت سے امام غزالی کے استدلال کے برخلاف استدلال کیا اور روایت کے ظاہری الفاظ سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔مترجم
(والتفصیل فی فتح الباری ،باب قص الشارب)

کاٹے کیونکہ دائیں ہاتھ کی تمام انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی تمام انگلیوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اور احیاء میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کے متعلق اگرچہ کوئی نقل تو ثابت نہیں۔

لیکن بہتر یہ ہے کہ دائیں پاؤں کی انگلیوں کی چھنگلیا سے ابتداء کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر انتہا ہو وضو پر قیاس کرتے ہوئے۔

کیونکہ وضو میں پاؤں کی انگلیوں کا اسی ترتیب سے خلال کرنا مستحب ہے (کہ دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کر کے ترتیب وار بائیں پاؤں کی چھنگلیا تک چلا جائے)

اس لئے پاؤں میں کوئی انگشتِ شہادت تو ہے نہیں جس کو مقدم کرنا مستحب ہوتا۔

سخاوی نے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ ناخن تراشنے میں ہاتھوں کی پاؤں پر تقدیم کو قیاس کیا گیا ہے ہے، وضو میں ہاتھ دھونے کی تقدیم کو پاؤں دھونے کی تقدیم پر۔

اور بعض فقہاء نے درجِ ذیل روایت نقل کی ہے:

"مَنْ قَلَّمَ اَظْفَارَهُ مُخَالِفًالَمْ يَرْمُدْعَيْنُهُ اَبَدًا" [۱]

ترجمہ: "جو کوئی دونوں ہاتھوں کے ناخن ایک دوسرے کے برخلاف کاٹے گا اس کو رَمد (آنکھوں کی ایک بیماری) کی شکایت نہ ہوگی"

اسی معنیٰ میں یہ دو شعر بھی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں:

وَقَلِّمُوْا اَظْفَارَكُمْ　　بِسُنَّةٍ وَاَدَبٍ

يَمِيْنُهَا خَوَابِسٌ　　يَسَارُهَا اَوْحَسَبُ [۲]

ترجمہ: "ناخن سنت و مستحب طریقہ پر کاٹو، دائیں ہاتھ کے خوابس کی ترتیب پر اور بائیں ہاتھ کے اوحسب کی ترتیب پر نقل کئے ہیں"

ان اشعار حروف کے مذکورہ دونوں مجموعے انگلیوں کے ناموں کے پہلے حرف کا مجموعہ ہیں۔

لہٰذا ہر طرف سے وہ انگلی مراد ہے جس کے نام کا وہ پہلا حرف بنتا ہے پس "خ" سے خنصر "و" سے

---

[۱] درمختار ج ۶ ص ۴۰۶، کتاب الحظر والاباحۃ

[۲] درمختار ج ۶ ص ۴۰۶، کتاب الحظر والاباحۃ

وسطیٰ ''ا'' سے ابہام، ''ب'' سے بنصر، ''س'' سے سبابہ مراد ہے اور اوخس کی اس کے برخلاف ترتیب ہے۔

لیکن صاحبِ درمختار نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے کہ یہ تمام منسوبات باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔

لَمْ يَثْبُتْ فِيْ كَيْفِيَّةِ قَصِّ الْاَظْفَارِ وَلَا فِيْ تَعْيِيْنِ يَوْمٍ لَهُ شَيْئٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا يُعْزىٰ مِنَ النَّظْمِ فِيْهَا لِعَلِيٍّ فَبَاطِلٌ (وهكذا قال غيره كما سيأتى) [1]

---

[1] درمختار ج۶ ص ۴۰۶، کتاب الحظر والاباحۃ

بابِ چہارم

متفرقاتِ عامہ

ایسے احکام کا ذکر جو مذکورہ اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مختلف چیزوں کے متعلق ہیں۔

مسئلہ ۶۲: داڑھی، مونچھ اور سر کے سفید بال چننا مکروہ ہے، [۱] سنن ابی داؤد میں عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَاتَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَتَبَ اللّٰهُ بِهَا حَسَنَةً وَكَفَّرَ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَرَفَعَهُ بِهَا دَرَجَةً" [۲]

ترجمہ: "سفید بال نہ چنو کیونکہ وہ مسلمان کا نور ہیں جو شخص حالتِ اسلام میں بوڑھا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی ایک نیکی لکھتے ہیں ایک خطا معاف فرماتے ہیں اور ایک درجہ بلند کرتے ہیں (قربت میں یا جنت میں)"

اور ترمذی ونسائی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے:

"كَانَتْ لَهُ نُورٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" [۳]

---

[۱] یہ حکم بظاہر بڑھاپے یعنی عمر کے تقاضے سے بال سفید ہونے کی صورت میں ہے، قبل از وقت بال سفید ہونا آدمی کے لئے ایک عیب ہے، جس کا ازالہ کیا جائے گا، شامی میں ہے:

قوله ولابأس بنتف الشيب قيده فى البزازية بان لايكون على وجه التزيين (ج۵ ص ۲۶۱)

احسن الفتاویٰ میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ازالۂ عیب کے لئے سفید بال چننا جائز ہے اور قبل از وقت بالوں کا سفید ہونا عیب ہے، لہٰذا جائز ہے" (ج۸ ص ۱۸۳)

[۲] ابوداؤد میں یہ روایت نہیں ملی، البتہ مسندِ احمد میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے (مسندِ احمد حدیث نمبر ۶۳۸۵، ج۱۳ ص ۴۲۳)

[۳] ترمذی اور نسائی میں یہ الفاظ نہیں ملتے البتہ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں یہ الفاظ موجود ہیں (مصنف ابنِ ابی شیبہ ج۶ ص ۱۶۵)

ترجمہ: ''یعنی یہ (سفید بال) اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوں گے''

محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ یہاں ایک چیز محلِ نظر ہے کہ بڑھاپے کے سفید بال جب دنیا و آخرت میں نورانیت کا ذریعہ ہیں تو خضاب کے ذریعے اس رنگ کو تبدیل کرنا شریعت نے کیوں جائز قرار دیا ہے؟

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ مشروعیت ایک مصلحت کی وجہ سے ہے کہ کافروں کے سامنے مسلمانوں کی عظمت اور ہیبت ظاہر ہو، مسلمان قوی اور جوان نظر آئیں، جس سے ان کو مسلمانوں پر کسی قسم کی جرأت کرنے سے حسرت اور مایوسی ہو۔

اور اس مصلحت کے باوجود بال چننا اس لئے جائز نہیں کہ یہ صورت گویا کہ بڑھاپے کو جڑ سے اکھاڑنا ہے اور اس سے آخر کار چہرہ بے رونق اور کریہہ المنظر ہو جاتا ہے۔

برخلاف خضاب کے کہ وہ ایک اضافی وصف ہے تو دونوں میں فرق ہوا۔

اور بالوں کا اکھاڑنا اگر زیب وزینت کی غرض سے نہ ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت جواز کی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

لیکن امام محمد رحمہ اللہ نے اس جواز کو ''لَا بَأْسَ بِہٖ'' سے ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عمل سے بچنا بہتر ہے۔

حکایت ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے بالوں میں سفیدی آئی، یہ دیکھ کر باری تعالیٰ کے جناب میں انہوں نے عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟

جواب ملا:

''وَقَارُکَ یَا اِبْرَاهِیْمُ''

ترجمہ: '' اے ابراھیم یہ تیرا وقار ہے''

---

[1] چہرے کے اضافی بال دور کرنا جائز ہے، شامی میں ہے:

لابأس بأخذ اطراف اللحية اذاطالت ولابنتف الشيب الا على وجه التزين ولابالاخذ من حاجبه وشعر وجهه مالم يشبهه فعل المخنث (ردالمحتار ج۲ص۴۱۸، ج۵ص۲۶۱) وایضاً فتاویٰ رشیدیه ص۵۹۲، و الكوكب الدرى، كتاب الاداب ج۳ص۴۰۹.

تو انہوں نے دعا فرمائی

"رَبِّ زِدْنِیْ وَقَارًا"

ترجمہ: "اے رب میرے وقار کو اور زیادہ کر" (رواہ مالک فی موطا) [۱]

اور موطّا میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ہی میزبانی کی ابتداء فرمائی اور سب سے پہلے انہوں نے ختنہ کیا اور مونچھیں تراشیں۔ [۲]

اور سیوطی رحمہ اللہ نے شرح موطّا میں فرمایا ہے کہ اسی طرح سب سے پہلے انہوں نے ہی ناخن تراشے، سر کے بالوں میں مانگ نکالی، زیرناف بال صاف کئے، پائجامہ پہنا، کتم اور حنا کا خضاب لگایا، منبر پر خطبہ دیا، جہاد کیا، میمنہ مقدمہ اور قلب کے طریقے پر لشکر کے حصے مقرر کئے اور (سفر سے آنے والے سے) ملاقات کے وقت معانقہ کیا۔

مسئلہ ٦٣: عورتوں کے لئے چہرے کے بال چننا جائز نہیں (غیر معمولی بال اگ آئیں تو چننے کے بجائے کسی اور طریقے سے زائل کرنے کی گنجائش ہے۔ [۳]

---

[۱] عن سعید بن المسیب قال کان ابراھیم ﷺ اول الناس ضیف الضیف واول الناس اختتن واول الناس قص الشارب واول الناس رأی الشیب فقال یارب ماھذافقال اللہ تبارک وتعالیٰ وقارک یاابراھیم فقال یارب زدنی وقارا (مؤطاامام مالک حدیث نمبر ۱۴۳۷، باب ماجاء فی السنة فی الفطرة)

ذکر فی المظھر ان اول من شاب من بنی آدم کان ابراھیم خلیل اللہ فلما رأی الشیب فی لحیته قال ماھذا یارب فقال اللہ تعالیٰ له ھذا الوقار فقال یارب زدنی وقارا (شرح شرعة الاسلام لسید علی زادہ ص ۲۹۶)

وایضافی الوسیلة الاحمدیة والذریعة السرمدیة حاشیة بریقه محمودیة شرح طریقة محمدیة ج ۲ ص ۸۴

[۲] عن سعید بن المسیب قال کان ابراھیم ﷺ اول الناس ضیف الضیف واول الناس اختتن واول الناس قص الشارب واول الناس رأی الشیب فقال یارب ماھذافقال اللہ تبارک وتعالیٰ وقار یاابراھیم فقال یارب زدنی وقارا (مؤطاامام مالک حدیث نمبر ۱۴۳۷، باب ماجاء فی السنة فی الفطرة)

[۳] عورت کے لئے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے اور اگر داڑھی یا مونچھ کے بال اگ آئیں تو ان کا ازالہ مستحب ہے، نامصہ ومتنمصہ کی لعنت کا مورد یہ ہے کہ ابرو کے اطراف سے بال اکھاڑ کر باریک دھاری بنائی جائے (احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۷۵)

البتہ داڑھی یا مونچھ کے بال اُگ آئیں تو ان کو دور کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ [۱]

کیونکہ نبی علیہ السلام نے نامصہ اور متنمصہ عورت کو بھی ملعون عورتوں میں شمار فرمایا ہے، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر اور تبدیلی کرنے والی قرار دیا ہے۔ [۲]

نامصہ وہ عورت ہے جو دوسرے کے ابرو کے بال چنے اور متنمصہ وہ جو اپنے ابرؤں کے بال کسی سے چنوائے۔

اور تیسیر الاصول میں ہے نماص موچنے کے ذریعے چہرے کے بال چننے کو کہتے ہیں۔

نووی نے شرح مسلم میں فرمایا ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے البتہ داڑھی اور مونچھ کے بال عورت کے اُگ آئیں تو وہ اس حرمت سے مستثنیٰ ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الآثار میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

''اِنَّ اِمۡرَأَةً سَأَلَتۡهَا اَحُفُّ وَجۡهِیۡ فَقَالَتۡ اَمِیۡطِیۡ عَنۡکِ الۡاَذٰی'' [۳]

ترجمہ: ''ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا میں اپنے چہرے کے بال دور کرلوں؟

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (ہاں) ایذا والی چیز اپنے سے دور کرو''

امام محمد رحمہ اللہ یہ روایت نقل کر کے فرماتے ہیں:

''وَبِهٖ نَاۡخُذُ وَهُوَ قَوۡلُ اَبِیۡ حَنِیۡفَةَ''

ترجمہ: ''اسی روایت کو ہم لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا اس بارے میں یہی قول ہے''

اور بعض علماء کے نزدیک نماص کا اطلاق صرف ابرو کے بال صاف کرنے پر ہوتا ہے۔

جامع صغیر کے شارح فرماتے ہیں کہ نماص ابرو کے بال صاف کرنے کے ساتھ خاص ہے کہ وہ

---

[۱] ولعله محمول علی ما اذافعلته لتتزین الاجانب والا فلو کان فی وجهها شعر ینفر زوجها عنها بسببه ففی تحریم ازالته بعد لان الزینة للنساء مطلوبة للتحسین الا ان یحمل علی مالاضرورة الیه فی نتفه الخ (شامی ج۵ص ۲۳۹)

[۲] کذافی المشکوٰة، باب الترجل، الفصل الاول، کتاب اللباس فی المرقاة ج۸ص ۲۹۵

[۳] (کتاب الآثار باب حف الشعر من الوجه ص ۲۰۳)

باریک کئے جائیں یا برابر کئے جائیں۔

اور شرح جامع الاصولؔ میں لکھا ہے:

"اَلنَّمْصُ تَرْقِيْقُ الْحَوَاجِبِ لِلتَّحْسِيْنِ" [۱]

ترجمہ: "نمص تزئین کی غرض سے ابرو کے بال باریک کرنے کو کہتے ہیں"

اور مفید المستفیدؔ میں ہے:

"اَلْمُتَنَمِّصَةُ هِيَ الَّتِيْ تَنْتُفُ الشَّعْرَ مِنْ حَاجِبِهَا وَتَأْمُرُ غَيْرَهَا لِتَنْتَفِ شَعْرَهَا" [۲]

ترجمہ: " متنمصہ وہ عورت ہے جو اپنے ابروؤں کے بال چنے یا دوسرے سے چنوائے"

مسئلہ ٦٤: ناخن اور مونچھیں تراشنا اور زیر بغل بال لینا اور زیر ناف بال صاف کرنا اور جس شخص کا سر منڈانے کا معمول ہو اس کو سر مونڈنا یہ تمام اعمال ہر ہفتہ بجالانا مستحب ہیں اور اس میں جمعہ کے دن کی رعایت رکھنا بھی مستحب ہے۔

اور زیر بغل وزیر ناف بال بیس دن کے وقفے سے بھی صاف کرسکتا ہے اور وقفے کی انتہائی حد چالیس دن ہے، چالیس دن سے زیادہ وقفہ جائز نہیں۔

اور مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"وُقِّتَ لَنَا فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَّانَتْرُكَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً" [۳]

ترجمہ: " مونچھیں اور ناخن تراشنے اور زیر بغل وزیر ناف بال صاف کرنے میں ہمارے لئے چالیس روز کی حد مقرر کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ وقت ہم نہ چھوڑیں"

---

[۱] وفی ردالمحتار: النمص نتف الشعر ومنه المنماص المنقاش (ج٦ ص٣٧٣)
النمص نتف الشعر ولعنت النامصة وهی مزینة النساء بالنمص والمتنمصة وهی المزینة به (القاموس المحیط ج٢ ص١٧٩)

[۲] فی الدر: المتنمصة التی یفعل بها ذلک (ج٦ ص٣٧٣)

[۳] رواه مسلم حدیث نمبر ٣٧٩، باب خصال الفطرة

اور یہ بھی منقول ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہر جمعہ ناخن اور مونچھ کے بال تراشنے کا حکم دیا ہے اور زیر ناف بال ہر بیس روز اور زیر بغل بال ہر چالیس روز میں ایک دفعہ کاٹنا مقرر فرمایا ہے۔ [۱]

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''مرقاۃ'' میں فرمایا ہے کہ مقصود اس حدیث سے یہ نہیں کہ ان بالوں کی صفائی کے لئے چالیس روز مقرر کر دیئے کہ اتنے دن گذرنے پر صفائی کی جائے۔

بلکہ مقصود آخری حد جواز کی تعیین کرنا ہے کہ چالیس روز سے تجاوز جائز نہیں اس لئے کہ بال تراشنے اور مونڈنے میں مختار قول یہ ہے کہ جب بھی بال بڑھ جائیں صاف کر لئے جائیں۔ [۲]

اور قنیہ میں فرمایا ہے کہ ہر ہفتہ بالوں کی صفائی کرنا افضل ہے درمیانی درجہ پندرہ دن کا وقفہ ہے اور چالیس دن کا وقفہ جواز کا آخری درجہ ہے۔

وَلَاعُذْرَفِي التَّرْكِ وَرَاءَ الْاَرْبَعِيْنَ وَيَسْتَحِقُّ الْوَعِيْدَ [۳]

ترجمہ: ''چالیس دن کے بعد بال چھوڑے رکھنا عذر نہیں اور ایسا آدمی وعید کا مستحق ہوگا''

اور بیہقی نے ایک مرسل حدیث یوں نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے اپنی

---

[۱] کذا فی مجمع البحار

قال ابن الملک وقد جاء فی بعض الروایات عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یاخذ اظفاره ویحفی شاربه فی کل جمعة ویحلق العانة فی عشرین یوما وینتف الابط فی کل اربعین یوما.

وفی القنیة الافضل ان یقلم اظفاره ویحفی شاربه ویحلق عانته وینظف بدنه بالاغتسال فی کل اسبوع مرة فان لم یفعل ذلک ففی کل خمسة عشریوما ولاعذرفی ترکه وراء الاربعین.

فالاسبوع هو الافضل والخمسة عشرهوالاوسط والاربعون هوالابعد ولاعذر فیما وراء اربعین ویستحق الوعید عندنا......

وقیل کان (ﷺ) یحلق العانة وینتف الابط فی کل اربعین یوما وقیل فی کل شهر الخ وهو اعدل الاقوال کمالایخفی الخ(مرقاة شرح المشکوٰة ج۸ص ۲۹۱)

[۲] ومفهومه ان حلق العانة ونتف الابط کان یؤخرهما وهوالظاهرلعدم اطالتهمافی اسبوع الخ (مرقاة المفاتیح ،باب الترجل ج۱۳ص ۱۶۳)

[۳] ولاعذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید کذافی القنیة(عالمگیری ج۵الباب التاسع عشر فی الختان الخ)

وکذافی المرقاة شرح المشکوٰة ج۸ص ۲۹۱

مونچھوں کے بال اور ناخن تراشتے تھے۔[۱]

اور اسی طرح فردوسؔ (کتاب کا نام) میں ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اس مرسل حدیث کی شاہد ایک موصول حدیث بھی ہے اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے اور بزارؔ نے نقل کیا ہے:

"کَانَ صلی اللہ علیہ وسلم یُقَلِّمُ اَظْفَارَہٗ وَیَقُصُّ شَارِبَہٗ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ اِلَی الصَّلٰوۃِ" (وھکذا فی المرقاۃ ناقلا عن المظھر)

ترجمہ: "نبی علیہ السلام جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے نکلنے سے پہلے اپنے ناخن اور مونچھوں کے بال تراشتے تھے" [۲]

اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْیَةِ وَالسِّوَاکُ وَاِسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ (قَالَ الرَّاوِیُ) یَعْنِیْ اَلْاِسْتِنْجَاءَ قَالَ الرَّاوِیُ وَنَسِیْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ الْمَضْمَضَةُ" [۳]

ترجمہ: "دس چیزیں امورِ فطرت میں سے ہیں مونچھیں تراشنا، داڑھی چھوڑنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے بندؔ دھونا، زیر بغل بال چننا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی کے ساتھ استنجا کرنا، راوی کہتے ہیں کہ دسویں چیز مجھے بھول گئی شاید کلی کرنا تھا"

بعض روایات میں پنج شنبہ (جمعرات) کو ناخن تراشنے کا ذکر بھی آیا ہے اور ایک ضعیف حدیث میں یوں آیا ہے:

---

[۱] بیہقی میں تو یہ روایت نہیں ملی، البتہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث المعجم الکبیر للطبرانی میں موجود ہے:
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقلم اظفارہ ویقص شاربہ یوم الجمعة قبل ان یروح الی الصلاۃ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۳۳۳)

[۲] مرقاۃ المفاتیح، باب الترجل، کتاب اللباس، فصل الاول ج۸ ص ۲۹۱

[۳] صحیح مسلم حدیث نمبر ۳۸۴، باب خصال الفطرۃ.

" یَا عَلِیُّ قَصِّ الْاَظْفَارَ وَانْتِفِ الْاِبطَ وَاحْلِقِ الْعَانَةَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَالْغُسْلُ وَالطِّیْبَ وَاللِّبَاسَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ (ذکرہ ابن الحجر وعلی القاری) [۱]

ترجمہ: "اے علی! ناخن تراش اور زیر بغل بال نوچ اور زیر ناف بال صاف کر پنج شنبہ کے دن اور غسل، خوشبو اور لباس تبدیل کر جمعہ کے دن"

اسی وجہ سے فتاوی غرائب میں ہے یَفْعَلُ ذَالِکَ فِی الْخَمِیْسِ اَوِ الْجُمُعَةِ کہ یہ اعمال جسمانی طہارت ونظافت والے جمعرات یا جمعہ کو کئے جائیں۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں فرمایا ہے کہ:

ناخن اور مونچھ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے تراشنا مکروہ ہے کیونکہ نماز جمعہ مثل حج کے ہے اور حج سے فارغ ہوئے بغیر بال مونڈنا یا کاٹنا اور مونچھیں تراشنا اور ناخن لینا منع ہے اور نماز کے بعد افضل ہے، کہ گویا اس نے حج وعمرہ سے فراغت کے بعد بال منڈوائے یا کٹوائے۔ [۲]

لیکن یہ روایت لائق اعتماد اور قابل عمل نہیں:

---

[۱] ناخن کاٹنے کے لئے کسی دن کی تخصیص کی روایات سند کے اعتبار سے کمزور ہیں، ان میں سے جمعہ کے دن کے حوالے سے جو روایات ہیں باوجود اسنادی ضعف کے ان کی فقہاء نے رعایت فرمائی ہے، چنانچہ جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو مستحب قرار دیتے ہیں، جیسا کہ پیچھے مسئلہ گذرا ہے، کیونکہ ضعیف احادیث کو فی الجملہ فضائل میں قبول کیا جاتا ہے، اور ویسے بھی شرعی اصولوں کی رو سے جمعہ کے دن کو صفائی ستھرائی سے خاص نسبت ہے۔

لم یثبت فی قص الظفر یوم الخمیس حدیث بل کیفما احتاج الیه ولم یثبت فی کیفیته ولافی تعیین یوم له شیئ ومایعزی من النظم فی ذلک لعلی وغیرہ باطل(ردالمحتار ج۶ ص۴۰۶، مرقاۃ ج۸ ص۲۹۰، اللالی المصنوعة للسیوطی ج۱ ص۳۴۶)

[۲] وھکذا فی المطالب

وفی ردالمحتارتحت قول الدرر: ویستحب قلم اظافیرہ یوم الجمعة وکونه بعد الصلاۃ افضل الا اذا اخرہ تاخیرا فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقه ضیقا الخ.

(قال الشامی فی ذیله)وکونه بعد الصلاۃ افضل ای لتناله برکة الصلاۃ وھومخالف لما ذکرہ قریبا فی الحدیث......قال کان رسول اللہ ﷺ یقص شاربه ویقلم اظفارہ یوم الجمعة قبل ان یروح الی الصلاۃ اخرجه البیھقی وقال عقبة قال احمد: فی ھذاالاسناد من یجھل، قال السیوطی: وبالجملة فارجحھما ای الاقوال دلیلا ونقلا یوم الجمعة والاخبارالواردۃ فیه لیس بواھیة جد مع ان الضعیف یعمل به فی فضائل الاعمال الخ(ج۶ ص۴۰۵)

ایک تو اس لئے کہ اس میں سنت کی خلاف ورزی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے، کہ یہ تمام طہارت ونظافت نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے ہے جو کہ مسلمانوں کی عید ہے جبکہ نمازِ جمعہ کے بعد صفائی سے اس صفائی کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔
دوسرے اس وجہ سے کہ غیر حاجیوں کو عیدالاضحیٰ کے دنوں میں وقوف وغیرہ کر کے حاجیوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا، جیسے بعض مشائخ کا یہ عمل ہے اس کو فقہاء نے ''لیس بشئی'' کہہ کر رد کیا ہے۔
پس جمعہ جو کہ حقیقتاً عید بھی نہیں اس میں حج کرنے والوں کے ساتھ مشابہت کرنے کا عدم جواز عید پر قیاس کرتے ہوئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔
اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح شمائل، باب الادام میں فرمایا ہے:

''لَمْ یَثْبُتْ فِیْ قَصِّ الظُّفُرِ یَوْمَ الْخَمِیْسِ حَدِیْثٌ بَلْ کَیْفَ مَااحْتَاجَ اِلَیْهِ وَلَمْ یَثْبُتْ فِیْ کَیْفِیَّتِهٖ وَلَاتَعْیِیْنِ یَوْمٍ لَهٗ شَیْئٌ وَمَایُعْزیٰ فِی النَّظْمِ فِیْ ذَالِکَ اِلٰی عَلِیٍّ اَوْغَیْرِهٖ بَاطِلٌ (ذَکَرَهٗ)اِبْنُ حَجَرٍ'' [1]

ترجمہ: ''جمعہ کے دن ناخن تراشنے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں بلکہ جب بھی حاجت ہو کاٹنے چاہئیں اور کاٹنے کی کیفیت اور دن متعین کرنے کے بارے میں بھی کوئی چیز ثابت نہیں اور وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی اور کی طرف اس معنیٰ کی نظم منسوب کی گئی ہے باطل ہے (مترجم)''

اور مطالبُ المومنین میں ملتقط کے حوالے سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ناخن اور مونچھیں تراشنے میں وقت اور دن کی تعیین مکروہ ہے بلکہ جب بھی دراز ہو جائیں کاٹ لئے جائیں۔ [2]
اور طحطاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بعض روایات میں بدھ کے دن ناخن تراشنے سے ممانعت آئی ہے، کیونکہ اس سے برص کا مرض ہونے کا خدشہ ہے۔

---

[1] مرقاۃ ج۸ص۲۹۰
[2] ذکرہ ابن حجر

حضرت ابنُ الحاج صاحب مدخل نے چہار شنبہ (بدھ) کے دن ناخن تراشنے کا قصد کیا، جب ان کو یہ مذکورہ نہی یاد آئی تو ارادہ ترک کر دیا۔

لیکن پھر ان کی رائے اس پر جم گئی کہ اس بارے میں تو کوئی حدیث ثابت نہیں بلکہ سنتِ حاضرہ (عام رائج طریقہ) یہ ہے کہ جس وقت بڑھ جائیں تو تراش لئے جائیں۔

پس انہوں نے اسی دن ناخن تراش لئے، اچانک برص کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔

نبی علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

کیا میری جانب سے ممانعت کا تمہیں علم نہ تھا۔

عرض کیا کہ:

وہ روایت میرے نزدیک درجۂ صحت تک نہ پہنچی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سن لینا ہی کافی تھا۔

ابن الحاج فرماتے ہیں:

پھر نبی علیہ السلام نے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا تو برص کی شکایت دور ہو گئی، اس کے بعد میں نے توبہ کر لی کہ نبی علیہ السلام کی جو روایت سنوں گا اس کی مخالفت نہ کروں گا۔

راقم الحروف (مصنف کتاب) کہتا ہے کہ یہ قاعدہ اپنی جگہ مسلّم ہے کہ جو احکام خواب سے معلوم ہوں اگر احکامِ منصوصہ اور ادلۂ اربعہ کے خلاف ہوں وہ لائق اعتماد نہیں۔

لہٰذا کسی کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ یہ نبی علیہ السلام کی حدیث ہے بغیر سند ثبوت کے اس پر یقین کر لینا اصولِ شرعیہ کے خلاف ہے (کیونکہ شرعی اصول یہ ہے کہ حدیث کے صحت وسقم اور ثبوت وعدمِ ثبوت کے لئے سند معیار ہے، مترجم)

مسئلہ ۶۵: جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو وہ ذوالحجہ کی ابتداء سے قربانی تک جسم کے بال اور ناخن صاف نہ کرے تاکہ قربانی اس کے تمام اجزائے بدن کا عوض اور بدلہ ہو جائے، نبی علیہ السلام

کا ارشاد ہے،

اِذَارَاَیْتُمْ هِلَالَ ذِی الْحِجَّةِ وَاَرَادَاَحَدُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلْیُمْسِکْ عَنْ شَعْرِہٖ وَاَظْفَارِہٖ [۱]

ترجمہ: ''جب ذُوالحجہ کا چاند نظر آ جائے (یعنی ذُوالحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے) اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ جسم کے کسی حصہ کے بال اور ناخن نہ کاٹے''

مسئلہ ٦٦ : سراجُ الوھاج میں ہے کہ جسم کے بال اور ناخن اور جو کچھ بدن سے جدا ہو، جیسے دانت، چور کا کٹا ہوا ہاتھ، دیگر منقطع شدہ اعضاء پوست بدن، حیض کے چیتھڑے، خون اور جوئیں ان کو دفن کر لینا چاہئے۔ [۲]

اور مطالبُ المومنین میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ناخن اگر پھینک بھی دے تو بھی کچھ حرج نہیں لیکن نجاست یا غسل خانہ میں پھینکنا مکروہ ہے۔ [۳]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (اس طرح کرنے سے) کوئی مرض پیدا ہو سکتا ہے۔

مسئلہ ٦٧ : مطالبُ المومنین میں ہے کہ بالوں اور ناخنوں کا منڈانا اور تراشنا حالتِ جنابت میں مکروہ ہے نبی علیہ السلام کے اس قول کی وجہ سے:

''مَنْ حَلَقَ شَعْرَهٗ وَهُوَ جُنُبٌ جَاءَتْ ذَالِکَ الشَّعْرُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَهٗ حَمْحَمَةٌ کَحَمْحَمَةِ الْبَغْلِ وَیَقُوْلُ یَارَبِّ سَلْ هٰذَا لِمَ فَارَقَنِیْ وَاَنَاجُنُبٌ'' [۴]

ترجمہ: ''جو کوئی جنابت کی حالت میں بال صاف کرے وہ بال قیامت کے روز پیش ہوں گے اور ایسی آواز نکالیں گے جس طرح گھاس چارا طلب کرتے وقت اونٹ کی آواز ہوتی ہے اور کہے گا، اے میرے رب! اس سے پوچھیں کہ اس نے مجھے جنابت کی

---

[۱] مسلم فی الاضاحی واللفظ لهٗ، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجه، دارمی فی الاضاحی واحمد

[۲] فاذا قلم اظفاره اوجزشعره ینبغی ان یدفن ذلک الظفر والشعر المجزور فان رمی به فلا باس وان القاه فی الکنیف او فی المغتسل یکره ذلک لان ذلک یورث داء کذافی فتاوی قاضی خان یدفن اربعة الظفر والشعر وخرقة الحیض والدم کذافی الفتاویٰ العتابیة (عالمگیری ج۵ ص۳۵۸)

[۳] کذافی عالمگیری ج۵ ص۳۵۸

[۴] اس روایت کی کتبِ حدیث میں کوئی اصل نہیں ملی۔

حالت میں کیوں علیحدہ کیا؟"

اور تجنیس میں ہے کہ جنابت کی حالت میں نورہ [۱] کا استعمال مکروہ ہے جس کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

"مَنْ تَنَوَّرَقَبْلَ اَنْ یَّغْتَسِلَ جَاءَ تْهُ كُلُّ شَعْرَةٍ فَتَقُوْلُ يَا رَبِّ سَلْهُ لِمَ ضَيَّعَنِىْ وَلَمْ يَغْسِلْنِىْ" [۲]

ترجمہ: "جو کوئی غسل سے پہلے نورہ استعمال کرے گا تو ہر بال (قیامت کے دن) آ کر کہے گا کہ اے رب! اس سے پوچھئے کہ اس نے مجھے غسل دیے بغیر کیوں ضائع کیا"

اور منظومہ وہبانیہ میں ہے:

وَلِلْجُنُبِ اَلتَّنْوِيْرُ يُكْرَهُ عِنْدَنَا وَبِالنَّفْسِ يُطْلِيْهِ وَبِالْغَيْرِيَحْظُرُ"

ترجمہ: "جنبی کو غسل سے پہلے نورہ استعمال کرنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے اور اپنے ہاتھ سے صفائی کرے دوسرے کے ہاتھ سے ممنوع ہے"

اور مفید المستفید میں ہے کہ یہی حکم ناخنوں کا بھی ہے۔ [۳]

مسئلہ ۶۸ : سر اور داڑھی کو پراگندہ رکھنا اور تیل اور کنگھی سے اس کو زینت نہ دینا مکروہ ہے، امام مالک نے موطاء میں عطاء بن یسار سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام مسجد میں تھے کہ ایک شخص آیا

---

[۱] وفی شرح شرعة الاسلام :ویجب ان یعلم انه لایحلق عانته وهو جنب قال فی مجمع الفتاویٰ ویکره للانسان ان یستعمل النورة وهو جنب روی خالد رضی اللّٰه عنه ان النبی ﷺ قال من تنور قبل ان یغتسل جاء ته کل شعرة فیقول یارب سله لم ضیعنی ولم یغسلنی هذا(ص۲۹۷)

چونا، بال صفا پاؤڈر وغیرہ۔ چونے کے ساتھ ہڑتال ملا کر پاؤڈر بنایا جاتا تھا، اسے نورہ کہتے تھے (حسن اللغات فارسی ص۹۹۴) مترجم

[۲] اس روایت کی کوئی اصل نہیں ملی۔

[۳] حلق الشعر حالة الجنابة مکروہ و کذاقص الاظافیر کذافی الغرائب(عالمگیری ج۵ص۳۵۸)

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ احسن الفتاویٰ میں حالتِ جنابت میں بال، ناخن صاف کرنے کی کراہت کے اس مذکورہ حکم کو کراہتِ تنزیہی پر محمول فرماتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

"مطلق کراہت کا قول ملتا ہے جس سے بالعموم کراہتِ تحریمیہ مراد ہوتی ہے، مگر یہاں قرائن سے کراہتِ تنزیہیہ معلوم ہوتی ہے" (احسن الفتاویٰ ج ا ص ۳۸)

جس کے سر اور داڑھی کے بال الجھے ہوئے پراگندہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو اپنی حالت درست کرنے کی تلقین کی چنانچہ وہ اپنی حالت درست کر کے دوبارہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ ثَائِرُالرَّأْسِ كَاَنَّهٗ شَيْطَانٌ "[۱]

ترجمہ: "کیا بالوں کی یہ درست حالت اس پراگندہ سر چڑیل صورت حالت میں آنے سے بہتر نہیں؟"

بلکہ سر اور داڑھی کو تیل لگانا اور کنگھی کرنا خشکی اور پریشان حالی کو دور کرنے کے لئے بوقت ضرورت مسنون ہے، شمائل ترمذی میں ہے:

"كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُكَثِّرُ دَهْنَ رَاْسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَيُكَثِّرُ الْقِنَاعَ كَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ"[۲]

ترجمہ: "نبی علیہ السلام بکثرت سر مبارک کو تیل لگاتے اور داڑھی کو کنگھی کرتے اور اکثر سر مبارک پر کپڑا رکھتے گویا کہ آپ کا وہ کپڑا تیل فروش کا کپڑا ہے (کثرت سے تیل جذب کرنے کی وجہ سے، جس طرح تیل فروش کی صافی ہوتی ہے، مترجم)"

قناع سے مراد وہ کپڑا ہے جو پگڑی کے نیچے اسے میلا ہونے سے بچانے کے لئے رکھا جاتا ہے، مشکوٰۃ المصابیح میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

"نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا"[۳]

ترجمہ: "نبی علیہ السلام نے ہر وقت کنگھی کرنے (بال سنوارنے، مترجم) سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ بیچ میں ناغہ بھی کرے، ہر وقت کنگھی پٹی میں نہ لگا رہے"

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: لفظِ "غب" (جو حدیث میں مذکور ہے، مترجم) اصل میں اونٹوں کا ایک دن کے بعد پانی کے گھاٹ پر وارد ہونے کے لئے آتا ہے، پھر

[۱] مؤطا امام مالک حدیث نمبر ۱۴۹۴، باب اصلاح الشعر.
[۲] شمائلِ ترمذی حدیث نمبر ۳۳، باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ ﷺ
[۳] سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۶۷۸، باب ماجاء فی النھی عن الترجل الا غبا.

اس کا استعمال کسی کام کو وقفہ کے ساتھ، درمیان میں ناغہ رکھ کر کرنے کے لئے ہونے لگا
اور کنگھی کے ساتھ بالوں کی آرائش ناغہ کے ساتھ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر وقت کنگھی
پٹی کرنے میں لگا رہنا زیب وزینت میں زیادہ دلچسپی اور عیش وعشرت پر دلالت کرتا ہے
جو عورتوں کی عادت ہے اور مَردوں کی شان کے خلاف ہے۔

طیبی (شارح مشکوٰۃ) نے کہا ہے کہ اس ممانعت سے مقصود زیب وزینت پر مواظبت، اہتمام اور مبالغہ سے روکنا ہے، غا اور سیوطی نے حاشیہ ابی داؤد میں عراقی سے نقل کیا ہے کہ ہر روز کنگھی کرنے سے ممانعت نہی تنزیہی پر محمول ہے، نہی تحریمی نہیں ہے اور اس سے مقصود عیش کوشی وتن آرائی میں پڑنے سے بچانا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس نہی سے مقصود کنگھی پٹی کے ذریعے خوش عیشی میں زیادہ پڑنے سے روکنا ہے جو کہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔

اس سے نظافت ونفاست کی نفی کرنا مقصود نہیں کیونکہ نظافت کا اہتمام تو عین دین کا حصہ ہے۔

اور محدث دہلوی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہر روز کنگھی کرنے کی ممانعت سر اور داڑھی دونوں کو شامل ہے۔

اور بعض لوگ جو ہر وضو کے بعد کنگھی کرتے ہیں اس کی کوئی صحیح اصل سنت سے ثابت نہیں۔

البتہ بعض آثار میں مروی ہے کہ وضو کے بعد کنگھی کرنا فقر اور محتاجی کو دور کرتا ہے۔ [1]

اگر چہ ترجل کا لفظ سر کے بالوں میں کنگھی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

داڑھی کے لئے تسریح آتا ہے اور اس حدیث:

"نَهٰى عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا"

سے داڑھی (میں کنگھی کرنے کی ممانعت) پر استدلال ضعیف ہے۔

لیکن ابوداؤد کی روایت میں:

"اِمۡتِشَاطُ كُلِّ يَوۡمٍ"

---

[1] كذافى كتاب النورين فى اصلاح الدارين (ذكره المؤلف لكنا ماوجدنا هذا الكتاب، مترجم)

کی ممانعت کی صراحت ہے اور امتشاط (کالفظ عام ہے) بلاشبہ سر اور داڑھی دونوں کو شامل ہے۔
اور پیچھے ترمذی شریف کے حوالے سے تسریح لحیہ میں "اکثـــار" کرنے کالفظ جو حدیث میں مذکور ہے، اس سے ہر روز کنگھی کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ اکثار اس پر بھی صادق آتا ہے کہ بوقتِ ضرورت کنگھی کی جائے۔

اشکال: احیاء میں منقول ہے کہ نبی علیہ السلام ہر روز دو مرتبہ داڑھی مبارک میں کنگھی فرماتے تھے۔

حـلِ اشـکـال: محدثین کے نزدیک اس حدیث کی کوئی سند نہیں پائی گئی اور سوائے امام غزالی رحمہ اللہ کے کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا اور احیاء میں دیگر بھی ایسی کئی احادیث منقول ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ [۱]

اور اشعۃ اللمعات میں ہے کہ بظاہر ہر روز کنگھی کرنے کی ممانعت مَردوں کے ساتھ مخصوص ہے عورتوں کے حق میں نہیں اس لئے کہ ان کو زیب و زینت کرنا مکروہ نہیں۔

مسـئلـہ ۶۹: مَردوں کو داڑھی، مونچھ صاف کر کے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنا حرام ہے اور اسی طرح ہاتھ، پاؤں میں مہندی لگانے میں اور لب ولہجہ آواز چال ڈھال اور لباس میں ان کی مشابہت کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَعَنَ اللهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بَالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ" [۲]

---

[۱] فإن قلت نقل أنه كان يسرح لحيته كل يوم مرتين قلت لم أقف على هذا بإسناد ولم أر من ذكره إلا الغزالي في الإحياء ولا يخفى ما فيه من الأحاديث التي لا أصل لها (مرقاةالمفاتيح، باب الترجل)

[۲] صحیح بخاری، حدیث نمبر ۵۴۳۵، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال

لابأس بان يقبض على لحيته فاذا زاد على قبضته شيئ جزه كما فى المنية ،وهو سنة كما فى المبتغى وفى المجتبىٰ والينا بيع وغيرهما لابأس باخذ اطراف اللحية اذا طالت ولاينتف الشيب الا على وجهه مالم يشبه فعل المخنثين ولايحلق شعر حلقه وعند ابى يوسف لابأس به ....(مطلب فى الاخذ من اللحية)واما الاخذ منها (من اللحية)وهى دون ذلك (القبضة) كمايفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال الرجال فلم يبحه احد (ردالمحتار علىٰ هامش الدرالمختار ج۲ص۴۱۸، كتاب الصوم، ايچ ايم سعيد)

ontact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مَردوں پر اور مَردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر۔

مسئلہ ۷۰ : داڑھی اور مونچھ وغیرہ کے بال مصیبت کے وقت یا کسی کی موت کے وقت منڈانا جائز نہیں نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''اَنَا بَرِیْئٌ''''مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ '' [۱]

ترجمہ: ''میں اس سے بیزار ہوں جو مصیبت کے وقت بال منڈائے یا بآوازِ بلند نوحہ کرے یا کپڑے پھاڑے'' [۲]

مسئلہ ۷۱ : ٹھوڑی، ابرؤ اور مونچھوں کے بالوں میں (دورانِ وضو یا غسل) پانی پہنچادے یا سر کا مسح کرلے پھر یہ بال منڈادے یا وضو کے بعد ناخن کاٹ لے تو ان تمام صورتوں میں دوبارہ ان مذکورہ جگہوں کو دھونے اور پانی پہنچانے کی ضرورت نہیں۔ [۳]

البتہ اگر ناخن اتنے بڑے ہوچکے ہوں کہ انگلیوں کے پورے بالکل چھپ چکے ہوں تو ایسی صورت میں ان کو کٹوانے کے بعد انگلیوں کے پوروں تک پانی پہنچانا لازم ہوگا۔ [۴]

---

[۱] اس حدیث کے الفاظ اس طرح سے ہیں:

عن صفوان بن محرز قال اغمی علی ابی موسیٰ فقال ابرأ الیکم کما برئ الینا رسول اللہ ﷺ فسألوا ذلک امرأته فقالت من حلق او خرق اوسلق (مسنداحمد حدیث نمبر ۱۸۷۱۸)

[۲] کذافی شرح المصابیح للتوربشتی

[۳] فان امر الماء علی شعر الذقن ثم حلقه غسل الذقن وکذا حلق الحاجب والشارب او مسح رأسه ثم حلق اوقلم اظافیره لایلزمه الاعادة (قاضی خان علیٰ هامش الهندية ج ا ص ۳۴، وایضا فی الهندية ج ص ۴،الباب الاول والفصل الاول)

[۴] کذا فی المجمع

ذکر الشیخ الامام الزاهد ابونصر الصفار فی شرحه ان الظفر اذاکان طویلا بحیث یستر رأسه نمله یجب ایصال الماء الی ماتحته وان کان قصیرا لایجب کذا فی المحیط ،ولو طال اظفاره حتی خرجت عن رؤوس الاصابع وجب غسلهما قولا واحدا کذافی فتح القدیر (عالمگیری ج ا ص ۴، الباب الاول والفصل الاول فی فرائض الوضوء)

ontact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ ۷۲: نائی کو کسی کے سر کے بال خلافِ شرع طریقے پر کاٹنا[۱] یا داڑھی مونڈنا، اگرچہ آدمی کے فرمائش اور مطالبے پر ہی ہونا جائز ہے کیونکہ یہ اعانت علی المعصیت میں داخل ہے۔[۲]

مسئلہ ۷۳: سونے چاندی کے برتن سے سر اور داڑھی پر تیل لگانا مکروہ ہے اور اس کے حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اور اصل اس باب میں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت ہے، حدیث شریف میں ہے:

"لَاتَشْرَبُوْا فِیْ آنِیَةِ الذَّھَبِ اَوِالْفِضَّةِ وَلَا تَاْکُلُوْا فِیْ صَحَافِھَا فَاِنَّھَالَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَنَا فِی الْاٰخِرَۃِ" [۳]

---

[۱] بال ہلکے اور چھوٹے کرانے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ تمام سر سے بالوں کو برابر ایک ہی مقدار میں کاٹے، کہیں سے کم کٹوانا اور کہیں سے زیادہ کٹوانا اور کہیں سے کٹوانا کہیں سے نہ کٹوانا اور کہیں سے مونڈ دینا اور کہیں سے چھوڑ دینا اور اس کے علاوہ اس قسم کی اور جتنی بھی صورتیں ہیں جو آج کل بطور فیشن یا ویسے رائج ہیں یہ تمام صورتیں ناجائز اور منع ہیں۔
سر کے بال رکھنے اور کاٹنے کی جائز و ناجائز صورتوں کی مختصر مگر جامع تفصیل احسن الفتاویٰ میں یوں ذکر کی گئی ہے:
بال رکھنے (اور کاٹنے) کی جائز صورتیں تین ہیں:
(۱)...... پٹے رکھنا، اس کی تین قسمیں ہیں: (الف) کانوں کی لو تک، اس کو عربی میں وفرہ کہتے ہیں (ب) کانو کی لو اور کاندھوں کے درمیان تک اس کو لمہ کہتے ہیں (ج) کندھوں تک اس کو جمہ کہتے ہیں۔
(۲)...... حلق یعنی پورے سر کے بال منڈوانا۔
(۳) پورے سر کے بالوں کو برابر کاٹنا (کہیں سے زیادہ کٹوائے کہیں سے کم جیسے مروج انگریزی ہیئر کٹنگ کی مختلف صورتیں ہیں یہ جائز نہیں)

ان میں سب سے افضل پہلی صورت ہے (یعنی اس کی تینوں قسمیں ہیں) پھر دوسری صورت کا درجہ ہے، اور آخری صورت کی صرف گنجائش ہے، اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ پٹے رکھنا مسنون ہے، البتہ حلق (سر منڈانے) کی سنیت میں اختلاف ہے (احسن الفتاویٰ ج۸ ص۸۱)

سر کے بال منڈوانے کے سنت ہونے یا صرف جائز ومباح ہونے میں جو اختلاف ہے مثلاً امام طحاوی اور علامہ طیبی نے سنت کہا اور ابنِ حجر اور ملا علی قاری نے صرف جائز ومباح قرار دیا ہے، اس اختلاف کی تطبیق اور توجیہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ میں یوں فرمائی ہے:

"مطلب یہ ہے کہ اگر سر منڈاوے تو پورا سر منڈاوے، بعض کا منڈانا بعض کا نہ منڈانا خلافِ سنت ہے، اور مطلب یہ نہیں کہ پورا سر منڈانا بمقابلہ سر نہ منڈانے کے سنت ہے" (امداد الفتاویٰ ج۴ ص۲۳۱) مترجم

[۲] کذا فی شرح الطریقة المحمدیة ج۲ ص ۸۲، الجزء الرابع

[۳] صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۰۰۶، باب الاکل فی اناء مفضض

ترجمہ: ”سونے چاندی کے برتنوں میں مت پیو اور نہ سونے چاندی کی طشتریوں (پلیٹ، رکابی وغیرہ) میں کھاؤ کیونکہ یہ کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں“

اور فقہاء نے خوشبو، تیل وغیرہ کو کھانے پینے پر قیاس کیا ہے، قاضی خانؒ میں ہے:

”وَيُكْرَهُ الشُّرْبِ وَالْاِدِّهَانِ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَكَذَا الْمَحَابِرِ وَالْمَكَاحِلِ وَالْمَدَاهِنِ“ [۱]

ترجمہ: ”سونے چاندی کے برتنوں میں پینا، تیل استعمال کرنا اور اسی طرح (ان کا) دوات، سرمہ دان بنانا، اور تیل دان بنانا مکروہ ہے“

اور کراہت کی صورت یہ ہے کہ ابتداء میں ہی تیل، سرمہ وغیرہ سونے چاندی کے سرمہ دان، تیل دان وغیرہ میں ہو اور پھر براہِ راست اسی سے استعمال کیا جائے مثلاً تیل دان میں تیل ڈالا گیا ہو اور پھر اس تیل دان میں ہاتھ داخل کر کے یا اسی سے براہِ راست سر پر تیل ڈال کر لگایا جائے اور اگر تیل کو ہتھیلی میں ڈالا جائے پھر ہتھیلی سے سر پر لگایا جائے تو مکروہ نہیں۔ [۲]

شرعۃ الاسلامؒ (کتاب) میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے تیل بائیں ہتھیلی پر ڈالا پہلے دونوں ابرووٴں پر لگایا پھر مونچھوں پر لگایا اور ایک روز ان میں کنگھی کی اور اسی مذکورہ کتاب میں نبی علیہ السلام سے منقول ہے:

”مَنْ اَمَرَّ عَلٰی حَاجِبَيْهِ الْمِشْطَ عُوْفِیَ مِنَ الْوَبَاءِ“ [۳]

---

[۱] فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الهندية ج۳ص ۵۱۲

[۲] يعنى اذا استعملت ابتداء فيما صنعت له بحسب متعارف الناس والا فلا كراهةحتى لو نقل الطعام من اناء الذهب الیٰ موضع اٰخر او صب المآء او الدهن فی كفه الاعلیٰ رأسه ابتداء ثم استعمله لابأس به مجتبیٰ وغيره(الدرالمختار ج٦ ص ۳۴۱)

[۳] اس حدیث کو محدثین نے موضوع قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو:

من سرح لحيته حين يصبح كان له امانا حتى يمسى لان اللحية زين الرجال وجمال الوجه موضوع كحديث من امر المشط على حاجبيه عوفى من الوباء وكحديث عليكم بالمشط فانه يذهب الفقر جميعاموضوع كذب .كما نقل ذلک ابنِ حجر المكى عن الحافظ السيوطى(كشف الخفاء ،ج۲ ص ۲٦۴)

ترجمہ: ''جس نے اپنے ابروؤں میں بھی کنگھی کی اسے وباء سے عافیت حاصل ہوگی (اور کنگھی کرتے وقت سورۃ الم نشرح پڑھنی چاہیئے خواہ سر میں یا داڑھی میں)''

مسئلہ ۷۴: نبی علیہ السلام کے موئے مبارک سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

اُسُدُ الغابہ میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کے بال مبارک کو اپنی ٹوپی میں لگایا تھا، حصولِ برکت کے لئے، جنگی معرکوں میں اسے سر پر رکھتے تھے اور فتح یاب لوٹتے تھے۔ [1]

عینی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ اس قول کی تائید کتبِ سیرت میں مذکور اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جب نبی علیہ السلام کے سر مبارک کے مونڈے ہوئے بال تقسیم کر رہے تھے۔

تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے پیشانی کی طرف کے بال عطا فرمائیں کیونکہ پیشانی کے بال فتح یابی کے مناسبِ حال اور کامیابی کے لئے نیک فال ہیں پس انہوں نے دے دیئے۔

اور علامہ عسقلانی رحمہ اللہ نے اصابہ میں فرمایا ہے کہ جنگِ یرموک کے موقع پر جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کلاہ گم ہوا تو انہوں نے اس کی تلاش میں پوری کوشش صرف کی۔

اور فرمایا کہ:

> نبی علیہ السلام نے عمرہ سے فراغت پر سر منڈایا تھا اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بطور تبرک حاصل کئے تھے اور میں نے پیشانی مبارک کے بال حاصل کر کے اپنی کلاہ میں ٹانک دیئے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا:
>
> ''فَلَمْ اَشْهَدْ قِتَالًا وَهِيَ مَعِيَ اِلَّا تَبَيَّنَ لِيَ النَّصْرُ'' [2]

---

[1] ولہ الاثر المشهور فی قتال الفارس والروم، وافتتح دمشق، وکان فی قلنسوته التی یقاتل بها شعر من شعر رسول اللہ یستنصره به وببرکته فلا یزال منصورا (اسد الغابة ج ۱ ص ۱۳۱، خالد بن الولید)

[2] الاصابة فی معرفة الصحابه، ذکر من اسمهٔ خالد، ج ۱ ص ۲۸۴

ترجمہ: ''میں اس کلاہ کو پہن کر جس معرکہ میں شامل ہوا فتح ونصرت نے میرے قدم چومے''

اور صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ امُّ المومنین حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی علیہ السلام کے بال مبارک تھے جن کو ایک مخصوص برتن میں رکھا تھا۔

جب کوئی بخار میں مبتلا ہو جاتا، یا کسی کو نظر لگتی یا کوئی اور آفت پہنچتی تو اس برتن میں پانی ڈال کر ذرا ہلاتیں اور مریض کے چہرے پر چھڑکتیں یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جاتا۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''لَمَّا رَمٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ الْجَمْرَۃَ وَنَحَرَ نُسُکَہٗ وَحَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقُ شِقَّہٗ الْاَیْمَنَ فَحَلَقَہٗ ثُمَّ دَعَا اَبَاطَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیِّ فَاَعْطَا اِیَّاہُ ثُمَّ نَاوَلَ الشِقَّ الْاَیْسَرَ فَقَالَ اِحْلِقْ فَحَلَقَہٗ فَاَعْطَاہُ اَبَاطَلْحَۃَ فَقَالَ اِقْسِمْہُ بَیْنَ النَّاسِ'' [1]

ترجمہ: ''جب نبی علیہ السلام نے نائی کو بلوایا اور اپنے سر کی دائیں جانب اس کے سامنے کی، نائی نے اس جانب کے بال مونڈ دیے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ مونڈے ہوئے بال ان کو دیے پھر سر کی بائیں جانب آگے کی اور فرمایا مونڈو۔ نائی نے اس جانب کے بال بھی مونڈ دیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیے اور فرمایا یہ (تمام بال) لوگوں میں تقسیم کردو''

اشعۃُ اللمعاتؔ میں لکھا ہے کہ ہر شخص کے حصہ میں تھوڑے تھوڑے بال ہی آئے۔

اور مواہبؔ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب حجام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اتار رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کے اردگرد جمع تھے اور کوئی بال زمین پر گرنے نہ دیتے تھے بلکہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرتا۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے (فرماتے ہیں) کہ میں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ

---

[1] صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۳۰۰، کتاب الحج، باب بیان ان السنة یوم النحر ان یرمی ثم ینحر ثم یحلق.

سے ذکر کیا کہ میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہے جو مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

’’لَانْ تَكُوْنَ عِنْدِىْ شَعْرَةٌ مِّنْهُ ﷺ اَحَبَّ اِلَىَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا‘‘ (رواہ البخاری) [1]

ترجمہ: ’’نبی علیہ السلام کے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھے دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ پسند ہے‘‘

عینیؒ نے شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ اس حدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ کسی زندہ آدمی کے جسم سے جُدا شُدہ بال کو اپنے پاس رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس کا دفن کرنا ضروری نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۶۵، کتاب الوضوء.

[2] ان فیہ انہ لاباس باقتناء الشعر البائن من الحی وحفظہ عندہ وانہ لایجب دفنہ (عمدۃ القاری ج۳ص ۳۸۵، کتاب الوضوء)

بابِ پنجم

خضاب کے بیان میں

﴿اور اس میں ایک تمہید اور دو فصلیں ہیں﴾

تمہید

لفظِ خضاب اور اس کے معنیٰ کی تحقیق اور ان چیزوں کی تحقیق میں جن سے خضاب کرنا احادیث میں مذکور ہے جیسے حنا، زعفران، ورس، کتم، وسمہ۔

خضاب (بالکسر) باب ضرب سے مصدر ہے بمعنی رنگ کرنا اور نیز اس رنگ کو بھی کہتے ہیں جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] بال اور دوسری اشیاء رنگنے کے لئے جو نبات (پودے، بُوٹیاں وغیرہ) استعمال ہوتے ہیں ان کے عربی میں مختلف انواع اور نام ہیں، جیسے الکتم، النیل، الوسمة، الأس، العظلم، الخطر۔
پھر اہلِ لغت میں ان کے متعلق اختلاف ہوا ہے کہ یہ سب الگ الگ بُوٹیوں کے نام ہیں یا بعض نام مترادفات کے قبیل سے ہیں۔
مؤلف نے خضاب کے اس باب میں اس حوالے سے عمیق و دقیق تحقیق فرمائی ہے، قاموس، المغرب وغیرہ لغت کی امہات الکتب سے ان انواع و اسماء کی تحقیق میں کچھ مزید عبارات بھی ملاحظہ ہوں۔ مترجم:
الکُتم والکتمان بالضم نبت یخلف بالحناء ویخضب به الشعر فیبقی لونه واصله اذا طبخ بالماء کان منه مداد للکتابة (القاموس المحیط ج۲ ص۱۵۱۷)
کتم من شجر الجبال وورقه کورق الأس وهو شباب للحناء عن الازهری نبت فیه حمرة (المغرب ج۲ ص۲۰۷)
النیل بالکسر نبات العظلم ونبات آخر ذو ساق صلب وشعب دقاق وورق صغار مرصفة من جانبین ومن العظلم یتخذ النیلج بان یغسل ورقه بالماء الحار فیجلو ماعلیه من الزرقة ویترک الماء فیرسب النیلج اسفله کالطین فیصب الماء عنه ویجفف الخ (القاموس المحیط ج۲ ص۱۴۰۷)
وسمة ورق النیل او نبات یخضب بورقه وفیه قوة مخللة (القاموس المحیط ج۲ ص۱۵۳۵)
وسمة شجرة ورقها خضاب وقیل هی الخطر وقیل هی العظلم یخفف ویطحن ثم یخلط بالحناء فیقنا لونه والا کان اصفر (المغرب ج۲ ص۳۵۵) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنا (بالکسر وبتشدید نون اور فارسی میں نون مخفف کے ساتھ بھی رائج ہے) معروف پودہ ہے جس کو اردو میں مہندی کہتے ہیں۔

اور زعفران (بفتحِ اول وثالث وسکونِ عین) جو اردو میں کیسر بھی کہلاتا ہے یہ بھی مشہور چیز ہے۔

اور کتم کے لفظ و ماہیت میں اختلاف ہے، تلفظ اس کا بفتحتین وتاءِ مخفف کے ساتھ معروف ہے۔

اور جزری نے نہایہ میں ابوعبید سے تاءِ مشدد کے ساتھ بھی نقل کیا ہے۔ [۱]

اور صاحبِ بحرالجواہر نے بِفَتْحَتَيْنِ او بِضَمّ دونوں طرح نقل کیا ہے۔

اس کی ماہیت مشہور قول کے مطابق یہ ہے کہ نیل کا پتہ ہے جس کو وسمہ بھی کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک وسمہ علیٰحدہ چیز ہے۔

داؤ دانطاکی نے تذکرہ اولی الالباب میں لکھا ہے:

”اَلْمَشْهُوْرُ اَنَّهُ النِّيْلُ وَقِيْلَ نَبْتٌ وَقِيْلَ نَبْتٌ لَهٗ وَرَقٌ دَقِيْقٌ وَزَهْرٌ اَصْفَرُ وَحَمْلٌ اَسْوَدُ“

ترجمہ: ”مشہور یہ ہے کہ یہ نیل کا پودا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک بوٹی ہے جس کا پتہ باریک ہوتا ہے، شگوفہ زرد اور پھل سیاہ“

جزری نے نہایہ میں فرمایا ہے:

”وَنَبْتٌ يُخْلَطُ مَعَ الْوَسْمَةِ وَيُصْبَغُ بِهِ الشَّعْرُ اَسْوَدُ وَقِيْلَ هُوَ الْوَسْمَةُ“ [۲]

ترجمہ: ”ایک بوٹی ہے جو وسمہ کے ساتھ مخلوط کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ بالوں کو کالا کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ہی وسمہ ہے (یعنی وسمہ اور کتم دو علیٰحدہ علیٰحدہ چیزیں

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

اٰس اٰسة شجر (القاموس المحيط ج ا ص ۱۴۳۱) اوس شجرة ورقها عطر (المغرب ج ا ص ۴۸)

العظلم عصارة شجرة اونبت يصبغ به اوهو الوسمة (القاموس المحيط ج۲ ص ۱۵۰۰)

خطر: نبات يختضب به او الوسمة (القاموس المحيط ج ا ص ۵۴۶)

[۱] قال ابوعبيد: الكتم مشددة التاء والمشهور التخفف (النهاية فى غريب الاثر للجزرى ج۴ ص ۲۵۹، باب الكاف مع التاء)

[۲] النهايه فى غريب الاثر، باب الكاف مع التاء ج۴ ص ۲۵۹.

نہیں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں)‘‘

اور ابنِ یوسف ہروی نے بحر میں فرمایا ہے :

’’ اَلْکُتُمُ بِالتَّحْرِیْکِ قَالَ مَوْلَانَا نَفِیْسٌ قَدْ اِخْتَلَفَ فِیْ مَاهِیَّةِ الْکُتُمِ هُوَ الْوَسْمَةُ وَقِیْلَ اِنَّهٗ شَیْئٌ یُزْرَعُ مَعَ الْحِنَاءِ یَشْبَهُ وَرَقُهٗ وَرَقَ الْحِنَاءِ وَیَطَّلِعُ اَعْلٰی مِنْهُ حَتّٰی یَقَعَ اِسْتِظْلَالُ الْحِنَاءِ بِهٖ وَلِهٰذَا یُزْرَعُ مَعَهٗ وَبِالضَّمِّ وَرَقُ نَبْتٍ یُجْعَلُ مِنْهُ شَیْئٌ یُقَالُ لَهٗ بِالْفَارْسِیَّةِ نِیْلٌ ‘‘

ترجمہ:’’ کتم (بفتحتین) کے متعلق مولانا نفیس نے فرمایا ہے کہ کتم کی ماہیت میں اختلاف ہے، وہ وسمہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایک الگ چیز ہے جو حنا کے ساتھ کاشت کی جاتی ہے اور اس کے پتے حنا کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور اس کا پودا حنا سے بلند ہو جاتا ہے حتیٰ کہ حنا کو اس سے سایہ حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کو حنا کے ساتھ کاشت کیا جاتا ہے (تاکہ حنا اس سے سایہ پائے) اور کتم بالضم ایک بوٹی کے پتے ہیں جس سے ایک چیز بنتی ہے جس کو فارسی میں نیل کہتے ہیں‘‘

اور خضر بن علاء نے شفاءُ الاسقام میں فرمایا ہے:

’’ وَهُوَ الْوَسْمَةُ وَقِیْلَ هُوَ مِنْ شَجَرِ الْجِبَالِ یُجَفَّفُ وَرَقُهٗ وَیُدَقُّ وَیُخْلَطُ بِالْحِنَاءِ وَیُخْضَبُ بِهِ الشَّعْرُ فَیَقْنٰی لَوْنُهٗ وَیُقَوِّیْهِ وَقِیْلَ اِنَّ الْکُتُمَ لَایُسَمُّوْا صَعَدًا وَیَنْبُتُ فِیْ اَصْعَبِ مَایَکُوْنُ مِنَ الصُّخُوْرِ وَهُوَ اَخْضَرُ وَوَرَقُهٗ کَوَرَقِ الْاٰسِ وَاَصْفَرُ وَمُجْتَنَاهُ صَعَبٌ وَقِیْلَ اَلْکَتَمُ مَعْرُوْفٌ بِالْاَنْدُلُسِ یَنْبُتُ فِی السُّهُوْکِ وَرَقُهٗ قَرِیْبٌ مِّنْ وَرَقِ الزَّیْتُوْنِ یَعْلُوْ فَوْقَ الْقَامَةِ وَلَهٗ ثَمَرٌ فِیْ قَدْرِ الْفِلْفِلِ فِیْ دَاخِلِهٖ نَوًی وَاِذَا نَضَجَ اِسْوَدَّ (انتھیٰ ملخصا)

ترجمہ:’’ وہ وسمہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پہاڑی درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتوں کو خشک کر دیا جاتا ہے اور کوٹ دیا جاتا ہے اور حنا کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بالوں کو رنگا جاتا ہے پس وہ حنا کے رنگ کو گہرا سرخ اور پکا کر دیتا

ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا پودا زیادہ اونچا نہیں ہوتا اور سخت پتھریلی زمین میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے پتے آس کے پتوں کی طرح سبز ہوتے ہیں اور زرد بھی ہوتے ہیں اور اس کے پھل کی جڑ سخت ہوتی ہے اور کہا گیا ہے کہ کتم اندلس میں مشہور ومعروف ہے اور نرم زمین میں اگتا ہے اور اس کا پتہ زیتون کے پتے کے برابر ہوتا ہے اور یہ قد آدم اونچا ہوتا ہے اور اس کا پھل فلفل کے برابر ہوتا ہے جس کے اندر تخم بھی ہوتا ہے اور جب پک جاتا ہے تو سیاہ ہوجاتا ہے''

ان اقوال کی وجہ سے اس کی ہیئت میں اختلاف پیدا ہوا ہے۔

صاحبِ مخزن الادویہ نے کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ کتم نیل کے پتے کو کہتے ہیں۔

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ ائمہ فن کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ کتم برگِ نیل کے علاوہ چیز ہے۔

اور درجِ ذیل ثقات کی معتبر عبارات جوہری نے صحاح میں نقل کی ہیں:

''وَالْكَتَمُ (بِالتَّحْرِيكِ) نَبْتٌ يُخَالَطُ بِالْوَسْمَةِ يُخْتَضَبُ بِهِ ''

ترجمہ: ''کتم گھاس ہے جو خضاب کرنے کے لئے وسمہ کے ساتھ ملائی جاتی ہے''

اور علامہ زمخشری نے فائق میں فرمایا ہے:

'' هُوَ نَبَاتٌ يُخْلَطُ مَعَ الْوَسْمَةِ لِلْخِضَابِ الْاَسْوَدِ'' [1]

ترجمہ: ''وہ ایک گھاس ہے جو سیاہ خضاب کی غرض سے وسمہ کے ساتھ ملائی جاتی ہے''

اور بزازیہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے:

'' اِنَّ الْخِضَابَ حَسَنٌ لٰكِنْ بِالْحِنَاءِ وَالْكُتُمِ وَالْوَسْمَةِ'' [2]

ترجمہ: ''خضاب کرنا اچھا ہے لیکن حنا، کتم اور وسمہ کے ساتھ''

مذکورہ تینوں تصریحات سے کتم کی وسمہ یعنی برگِ نیل سے مغائرت صاف ظاہر ہے۔

---

[1] الفائق فی غریب الاثر للزمحشری ،باب الکاف مع الدال ج ا ص ۳۸۹

[2] بزازیه علیٰ هامش الهندية ج ٦ ص ٣٧٧، کتاب الاستحسان

اور مناوی نے شرح جامع الصغیر میں فرمایا ہے:

"وَوَرَقُهٗ كَوَرَقِ الزَّيْتُوْنِ وَلَهٗ ثَمَرَةٌ قَدْرَ الْفِلْفِلِ وَلَيْسَ هُوَ وَرَقُ النِّيْلِ كَمَاوُهِمَ" [1]

ترجمہ: "اور اس کا پتہ زیتون کے پتے کی طرح ہوتا ہے اور فلفل کے برابر اس میں پھل لگتا ہے اور یہ نیل کا پتہ نہیں جیسا کہ بعضوں کو شبہ ہوا ہے"

اور صاحبِ مغرب نے فرمایا ہے:

"مِنْ شَجَرِ الْجِبَالِ وَرَقُهٗ كَوَرَقِ الْاٰسِ وَهُوَ شَبَابٌ لِلْحِنَا" [2]

ترجمہ: پہاڑی درختوں میں سے ہے اس کا پتہ آس کے پتے کی طرح ہوتا ہے اور وہ (یعنی آس؟) حنا کے جوبن کی حالت ہے۔

اور حکیم گیلانی نے شرح قانون میں نقل کیا ہے:

"وَنَوْعٌ مِنْ اَشْجَارِ الْجِبَالِ يُصْبَغُ بِوَرَقِهٖ وَغَلَطَ مَنْ ظَنَّ اَنَّهُ الْوَسْمَةُ وَهُوَاَقْوٰى مِنَ النِّيْلِ فِى الصِّبْغِ وَهُوَ يَكُوْنُ بِمَوَاضِعَ مَنِيْعَةٍ مِنْهَا وَلَهٗ وَرَقٌ كَوَرَقِ الْاٰسِ وَالزَّيْتُوْنِ وَلَهٗ ثَمَرٌ فِىْ قَدْرِ الْفِلْفِلِ فِىْ دَاخِلِهٖ نَوًى وَاِذَانَضِجَتِ الثَّمَرَةُ اِسْوَدَّتْ وَاِذَاجَفَّفَ وَرَقُهٗ وَدُقَّ كَانَ خِضَابًا مَعَ الْحِنَاءِ وَاَصْلُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِذَا طُبِخَ جَيِّدًا كَانَ مِدَادًا حَسَنًا فَاِذَااُضِيْفَ اِلَيْهِ صِبْغٌ كَانَ بَالِغًا"

ترجمہ: "کتم پہاڑی درختوں میں سے ہے اس کے پتوں کے ساتھ رنگ کیا جاتا ہے اس کو وسمہ سمجھنا خطا ہے اور وہ رنگ کرنے میں نیل سے زیادہ تیز ہے اور یہ پہاڑوں میں اونچی جگہوں پر ہوتا ہے اس کے پتے آس اور زیتون کے پتوں کی طرح ہوتے ہیں اور

---

[1] فيض القدير للمناوی ج۲ ص ۵۲۹.

[2] المغرب باب الكاف مع التاء الفوقانية ج۲ ص۲۰۷.

آس عربی لفظ ہے فارسی میں اس پودے کو مرزد کہتے ہیں، مغرب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آس حنا کے پودے ہی کی ایک حالت کا نام ہے مترجم

فلفل کے برابر اس کا پھل ہوتا ہے اور اس میں بیج ہوتا ہے اور اس کا پھل پک جانے پر سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کے پتے جب خشک ہو جاتے ہیں اور کوٹ لئے جاتے ہیں تو وہ مہندی کے ساتھ خضاب بن جاتا ہے اور اس کی جڑیں خوب ابالی جائیں تو وہ بہت عمدہ روشنائی بن جاتی ہے اور اس میں گوند ملایا جائے تو اس کی خوبی دوبالا ہو جاتی ہے''

تحفۃ المومنین میں لکھا ہے کہ کتم برگ نیل نہیں ہے اس لئے کہ نیل کا پودا السی کے پودے کے مشابہ ہے اور نیؔل کے پودے کا تنا کھوکھلا ہوتا ہے۔

اور وسمہؔ آسؔ کے پتے کی طرح ہوتا ہے اور اس کا تنا کھوکھلا نہیں ہوتا، اور اس کے دانے فلفل کے برابر ہوتے ہیں جو پکنے کے بعد سیاہ ہو جاتے ہیں اور اس کی شاخیں نیل کی شاخوں سے زیادہ گھنی ہوتی ہیں اور اس کے پتے نیؔل کے پتوں سے زیادہ چوڑے ہوتے ہیں۔

اور بعض حضرات نے برگ نیل کو جو وسمہؔ کہا ہے یہ صحیح نہیں۔

راقمُ الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ بعید نہیں ہے کہ نیل کی ایک قسم بعض علاقوں میں کتم کے نام سے مشہور ہوا اور دوسری قسم نیؔل کے نام سے۔ [1]

---

[1] **نیل کے پودے کا تعارف**

نیل کا پودا کچھ بہت اونچا نہیں ہوتا، تخمینا دو گز کے قریب بلند ہوتا ہے، اس کے پتوں کی شکل کچھ بیضوی سی ہوتی ہے، پتوں کے جوڑے شاخ کے دونوں طرف نکلتے ہیں، جب پودے میں کلیاں پھوٹنے کا وقت آ جاتا ہے، تو اس کو کاٹ لیتے ہیں، اور گھٹڑ باندھ باندھ کر ایک بڑے حوض کے اندر ڈال دیتے ہیں جو خاص اسی غرض کے لئے چونے گچ سے تعمیر کیا جاتا ہے، اور گھٹے اتنی مقدار سے ڈالے جاتے ہیں کہ تین چوتھائی حوض بھر جائے، نیل کے گھٹے جو حوض کے اندر ڈالے جاتے ہیں ان کے اوپر لمبی لمبی کڑیاں وغیرہ لا دی جاتی ہیں تا کہ وہ ان کے بھاری بوجھ سے دبے رہیں، اور جب حوض میں پانی چھوڑا جائے تو اس کی سطح پر تیرنے نہ لگیں پھر حوض کو پانی سے اس قدر بھرتے ہیں کہ وہ پودے جو کڑیوں کے نیچے دبائے گئے ہیں بالکل پانی میں غرق ہو جائیں، جب پودوں کو بھیگے ہوئے چند روز ہو جاتے ہیں تو اس پانی کی رنگت میں زردی جھلکنے لگتی ہے، اس وقت موری کی ڈاٹ جو حوض کی تہہ میں ہوتی ہے کھول دی جاتی ہے اور تمام پانی حوض میں چلا جاتا ہے جو پہلے حوض کی نسبت نشیب میں بنا ہوتا ہے، اب اس زردی مائل پانی کو جو نیچے کے حوض میں آ گیا ہے لمبی کڑیوں اور بانسوں کے ذریعہ بلونا شروع کر دیتے ہیں، اس ترکیب سے باہر کی ہوا پانی میں شامل ہو جاتی ہے اور زرد رنگ کے ذروں کو جو پانی کے اندر گھلے ہوتے ہیں نیلا بنا دیتی ہے، جب پانی خوب نیلا ہو جاتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں تا کہ نیل کے ذرے تہہ نشین ہو جائیں، پھر اوپر اوپر کا صاف پانی ایک موری کی راہ سے باہر نکال دیا جاتا ہے اور نیلی گار باقی رہ جاتی ہے جس کو جوش دے کر پانی سکھا لیتے ہیں اب نیل کی ٹکیاں دبا دبا کر بنالی جاتی ہیں الخ (مولوی اسماعیل میرٹھی مرحوم کے اردو ریڈر نمبر ۳ سے انتخاب)

پس جن لوگوں نے کتم کو نیل سے مغایر قرار دیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ نیل کی ایک الگ مستقل نوع ہے جو علیٰحدہ مستقل قسم شمار ہوتی ہے نہ کہ اس کا جزء اور جنہوں نے اس کو نیل قرار دیا ہے، انہوں نے نیل کی ہی ایک نوع ہونا مراد لیا ہے اس طرح یہ اختلاف رفع ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت محض نزاع لفظی ہونے کی رہ جاتی ہے۔

پس ہر ایک کا قول اپنی جگہ صحیح ہے۔

اور اس کی تائید ملا نفیس کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے:

”وَالنِّيلُ يُطْلَقُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَشْيَاءٍ اَحَدُهَا النَّبَاتُ الَّذِىْ وَرَقُهُ الْوَسْمَةُ وَهُوَالَّذِىْ يُسْتَعْمَلُ فِىْ خِضَابِ الشَّعْرِ وَثَانِيْهَا النَّبَاتُ الَّذِىْ يُقَالُ لَهُ الْعِظْلِمُ وَهُوَ نَبَاتٌ لَهُ وَرَقٌ شَبِيْهٌ بِوَرَقِ لِسَانِ الْحَمِلِ اِلَّا اَنَّهُ اَلْزَجُ وَاَشَدُّ سَوَادًامِنْهُ وَلَهُ سَاقٌ اَطْوَلُ مِنْ زِرَاعٍ وَهُوَ الَّذِىْ يَسْتَعْمِلُهُ الصَّبَّاغُوْنَ بِبِلَادِ الْاُنْدُلُسِ وَثَالِثُهَا الْعُصَارَةُ الْمُتَّخَذَةُ الَّتِىْ يَسْتَعْمِلُ الصَّبَّاغُوْنَ اَيْضًا فِىْ اَكْثَرِ الْبِلَادِ“

ترجمہ: ”نیل کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے ایک وہ پودا جس کا پتہ وسمہ کہلاتا ہے جو کہ بالوں کو خضاب کرنے کے کام آتا ہے اور دوسرے وہ پودا ہے جس کو عظلم کہتے ہیں، یہ ایسا پودا ہے جس کا پتہ بارتنگ (لسان الحمل) کے پتے کے مشابہ ہوتا ہے البتہ اس سے زیادہ لیس دار اور سیاہ ہوتا ہے اور اس کا تناہاتھ (زراع) سے زیادہ لمبا ہوتا ہے اور اس کو اندلس میں رنگریز (رنگ کرنے کے لئے) استعمال کرتے ہیں اور تیسرے وہ عرق ہے جو مذکورہ گھاس، بوٹیوں سے کشید کیا جاتا ہے اس کو بھی رنگریز اکثر علاقوں میں استعمال کرتے ہیں“

اور اسی طرح خضر بن علاء نے شفاء الاسقام میں لکھا ہے:

”اَلنِّيلُ حَشِيْشٌ مِنْهُ بُسْتَانِىٌّ وَمِنْهُ بَرِّىٌّ وَعُصَارَتُهُ هِىَ النِّيْلَجُ وَهُوَالَّذِىْ يَسْتَعْمِلُهُ الصَّبَّاغُوْنَ“

ترجمہ: ''نیل ایک گھاس ہے جو جنگلی بھی ہوتی ہے اور میدانی بھی اور نیل اصل میں اس کا عرق ہوتا ہے اور یہ وہی ہے جس کو رنگریز استعمال کرتے ہیں'' (القاموس المحیط ج۲ص۱۵۳۵)

اور وسمہ کے رنگ اور ماہیت اور تلفظ میں بھی اختلاف ہے، صاحب قاموس نے بفتحتین اور بفتحِ اول وکسرہ سین کے ساتھ بھی لایا ہے (وَسَمہ، وَسِمہ)

اور فتحِ مغلطی شرح الموطا ومغرب میں بسکون سین (وسمہ) بھی منقول ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مصباح سے نقل فرمایا ہے کہ کسرہ سین اہلِ حجاز کی لغت ہے اور سکونِ سین سے زیادہ فصیح ہے بلکہ ازہری نے سکون سین کا انکار کیا ہے۔

اور اشعۃ اللمعات میں واؤ کے ضمہ کے ساتھ بھی لایا ہے باقی کسی کتاب میں دیکھا نہیں گیا۔

یہ تو اس کی لفظی تحقیق تھی، باقی رہی اس کی ماہیت کہ آیا کتم ہے یا نیل یا ان دونوں کے علاوہ کوئی چیز محمود شیبانی نے مہذب میں فرمایا ہے:

'' الوَسِمَةُ بَرُکُ نِیلٍ '' ترجمہ: وسمہ برگِ نیل ہے

اور مطرزی نے کہا ہے:

'' قِیلَ الْخِظْرُ وَقِیلَ الْعِظْلِمُ ''

ترجمہ: ''ایک قول کے مطابق یہ خظر ہے دوسرے کے مطابق عظلم''

ابنِ درید نے جمہرہ میں عظلم کا معنیٰ کتم کیا ہے اور صاحبِ قاموس نے خظر اور عظلم دونوں کے معنیٰ میں کہا ہے:

'' نَبَاتٌ یُخْضَبُ بِهٖ اَوْهُوَالْوَسْمَةُ '' [۱]

ترجمہ: ''کوئی گھاس ہے جس کے ساتھ خضاب کیا جاتا ہے یا وسمہ ہے اور وسمہ کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''وَرَقُ النِّیلِ اَوْ نَبَاتٌ یُخْضَبُ بِوَرِقِهٖ'' [۲]

---

[۱] القاموس المحیط ج ۱ ص ۳۹۹.

[۲] القاموس المحیط ج۳ص ۲۹۲، الوظمة بالفتح التهمة .

ترجمہ: ''نیل ہے یا کوئی گھاس ہے جس کے پتوں سے خضاب کیا جاتا ہے''

اور نیل کے ترجمہ میں کہا ہے:

'' نَبَاتُ الْعِظْلِمُ وَنَبَاتٌ آخَرُ ذُوْسَاقٍ صُلْبٍ وَشَعَبٍ دَقَاقٍ وَوَرَقٍ صِغَارٍ مُرَصَّفَةٍ مِنَ الْجَانِبَيْنِ '' [۱]

ترجمہ: '' یہ عظلم گھاس ہے یا کوئی اور گھاس ہے، مضبوط (سخت) تنے والا، اور باریک ٹہنیوں والا، اور چھوٹے چھوٹے پتوں والا جو دونوں جانب سے صف بصف (ایک ترتیب میں) ہوتے ہیں''

اور تحقیقی بات یہ ہے کہ وسمہ برگِ نیل ہے۔

داؤ دانطا کی نے تذکرہ میں کہا ہے:

''اَلنِّیْلُ وَهِیَ الْوَسْمَةُ وَالْحِظْرُ وَالْعِظْلِمُ ''

ترجمہ: ''نیل ہی وسمہ، حظر، عظلم (کہلاتا) ہے''

اور مخزن میں لکھا ہے:

'' یہی وسمہ ہے اور سدید نے بھی شرح قانون میں اس کی تصریح کی ہے، اور ورس (بالفتح) ایک درخت کا پھل ہے جو پکنے کے بعد پھٹ جاتا ہے ایک چیز بالوں کے مشابہ زرد رنگ کی اور قدرے سرخی مائل زعفران کی طرح اس سے نکلتی ہے اور اس کا سائیدہ (عرق، گوند وغیرہ) زعفران کے سائیدہ کی طرح ہوتا ہے جو یمن سے لایا جاتا ہے اور اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں'' [۲]

اور صاحبِ مغرب فرماتے ہیں یہ ایک زرد قسم کا رنگ ہے یا کوئی خوشبودار گھاس ہے۔

اور شیخ نے شرح قانون میں فرمایا ہے کہ ورس گہرے سرخ رنگ کا ہے زعفران کے مشابہ، جو یمن سے لایا جاتا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ زعفران کے چھلکے ہیں۔ [۳]

---

[۱] القاموس المحيط ج۳ص ۱۷۶، فصل فی الواو.
[۲] كذا فی المخزن تبعاً للانطاكی
[۳] قاله السديد فی شرح القانون

فصلِ اول

خضاب کے احکام اور اس کی اقسام کا بیان

مسئلہ ۷۵: سرخ وزرد خضاب مَردوں، عورتوں دونوں کے لئے جائز و مستحب ہے۔ [1]

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابوامامہ سے بسندِ حسن نقل کی ہے کہ:

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند عمر رسیدہ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف آئے جن کی داڑھی سفید تھی تو فرمایا:

''یَامَعْشَرَ الْاَنْصَارِ حَمِّرُوْا اَوْصَفِّرُوْا خَالِفُوْا اَهْلَ الْکِتَابِ'' [2]

ترجمہ: ''اے جماعتِ انصار سرخ کرو یا زرد کرو (اپنی داڑھی کو) اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو''

کیونکہ اہلِ کتاب خضاب نہیں کرتے تھے۔ [3]

امام نووی فرماتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں کئی اقوال ہیں صحیح تر یہ ہے کہ بوڑھے، مرد وعورت دونوں کے لئے خضاب کرنا مستحب ہے اور سیاہ خضاب کرنا حرام ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں فرمایا ہے:

---

[1] یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح (شامی ج۶ ص ۴۲۲، کتاب الحظر والاباحۃ، ایچ ایم سعید)

خضابی کنگھی کا استعمال

اس کنگھی کے استعمال سے اگر بال سیاہ خضاب لگانے کی طرح سیاہ ہو جاتے ہوں تو اس کنگھی کا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ حدیث شریف میں بالوں کو سیاہ کرنے پر وعید ہے خواہ کسی بھی طریقے سے کئے جائیں۔

(''خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام)

[2] مسندِ احمد حدیث نمبر ۲۱۲۵۲۔ مرقاۃ ج۸ ص ۳۰۶

[3] کذا فی جمع الوسائل

قال فی المرقاۃ: ولاتشبھوا بالیھود ای فی ترک خضاب الشیب (ج۸ ص ۳۰۶)

" وَلَانَرٰی بِالْوَسْمَةِ وَالْحِنَاءِ وَالصُّفْرَةِ بَأْسًا وَاِنْ تَرَکَهٗ اَبْیَضَ فَلَا بَأْسَ وَکُلُّ ذَالِکَ حَسَنٌ "

ترجمہ: " ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے وسمہ، حنا اور زرد رنگ کے خضاب میں اور بالوں کو سفید بھی چھوڑے تب بھی کوئی حرج نہیں ہر طرح صحیح ہے"

قاضی خاں فرماتے ہیں :

" اَلْخِضَابُ بِالْحِنَاءِ وَالْوَسْمَةِ حَسَنٌ " [1]

ترجمہ: " حنا اور وسمہ سے خضاب کرنا بہتر ہے"

اور فتاویٰ بزازیہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے :

" اِنَّ الْخِضَابَ حَسَنٌ لٰکِنَّ بِالْحِنَاءِ وَالْکُتُمِ وَالْوَسْمَةِ اَرَادَ بِهِ اللِّحْیَةَ وَشَعْرَ الرَّأْسِ وَالْخِضَابُ فِیْ حَالِ غَیْرِ الْحَرْبِ لَابَأْسَ بِهٖ فِی الْاَصَحِّ " [2]

ترجمہ: " تحقیق مہندی، وسمہ اور کتم سے خضاب کرنا پسندیدہ عمل ہے مراد سر اور داڑھی کو خضاب کرنا ہے اور جہاد کے علاوہ بھی خضاب کرنے میں کوئی حرج نہیں یہی زیادہ صحیح روایت ہے"

مسئلہ ۷۶ : بالکل سیاہ خضاب جو حقیقی سیاہی کے مشابہ ہو سوائے غازیوں کے باقی سب کے لئے حرام ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، حضرت ابوقحافہ (والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) فتح مکہ کے دن اسلام لائے تو ان کی داڑھی سفید تھی تو نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

" غَیِّرُوْا هٰذَا الشَّیْبَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ " [3]

---

[1] قاضی خان علیٰ هامش الهندية ج۳ص ۴۱۲،باب مايكره من الثياب والحلي والزينة. [2] بزازية علیٰ هامش الهندية ج۶ص ۳۷۶، كتاب الاستحسان

[3] مسندِ ابويعلیٰ الموصلی ج۴ص ۳۸۶

مشکوٰة لفظه غيروا هذا بشيئ واجتنبوا السواد،رواه مسلم، باب الترجل،مرقاة شرح مشکوٰة، ج۸ص ۲۹۲

يستحب لرجل خضاب شعره ولحيته ......ويكره بالسواد(شامی ج۶ص ۴۳۲، كتاب الحظر والاباحة)

ترجمہ: ''بڑھاپے کی اس سفیدی کو تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے بچو''

اور سنن ابی داؤد اور نسائی میں مروی ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''یَکُوْنُ قَوْمٌ یَخْضَبُوْنَ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَایُرِیْحُوْنَ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ'' [۱]

ترجمہ: ''آخری زمانہ میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو خالص سیاہ رنگ سے خضاب کریں گے کبوتر کے پوٹے کے بالوں کی طرح (جو بالکل سیاہ ہوتے ہیں) وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں گے''

یہ بطور مبالغہ اور زجر کے فرمایا، یا یہ مراد ہے کہ جنت کی خوشبو باوجود اس کے کہ پانچ سو سال کی مسافت سے سنگھائی دیتی ہے۔

لیکن ایسے لوگ جنت میں داخل ہونے تک قبر اور حشر میں یہ خوشبو نہیں سونگھ سکیں گے تاکہ اس خوشبو کی کیف ومستی سے ان پر حشر کے مصائب ومشکلات آسان ہوتے۔

محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ ''حَوَاصِلِ الْحَمَامِ'' سے مراد سینہ ہے جو بعض کبوتروں کا بالکل سیاہ ہوتا ہے۔

طبرانی میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے:

''مَنْ خَضَّبَ بِالسَّوَادِسَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ'' [۲]

ترجمہ: ''جو کوئی سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ فرمادیں گے''

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

''غَیِّرُوْاالشَّیْبَ وَلَاتَقْرَبُوْاالسَّوَادَ'' [۳]

ترجمہ: ''بڑھاپے کی ھیئت کو تبدیل کرو لیکن سیاہ رنگ کے قریب بھی نہ جاؤ''

---

[۱] سنن ابی داؤد باب ماجاء فی خضاب السواد

[۲] کذا فی جمع الوسائل لعلی القاری
طبرانی بحوالہ کنز العمال حدیث نمبر ۱۷۳۳۳

[۳] مسندِ احمد حدیث نمبر ۱۳۰۹۸

ontact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ نبی علیہ السلام نے سیاہ خضاب کے بارے میں فرمایا ہے:

"اَلْخِضَابُ بِالسَّوَادِ خِضَابُ اَھْلِ النَّارِ" [۱]

ترجمہ: "سیاہ خضاب کرنا جہنمیوں کا خضاب ہے"

اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے

"اَلْخِضَابُ بِالسَّوَادِ خِضَابُ الْکُفَّارِ" [۲]

ترجمہ: "سیاہ خضاب کافروں کا خضاب ہے"

اور پیچھے گزر چکا کہ پہلا شخص جس نے سیاہ خضاب کیا تھا فرعون تھا۔ [۳]

مذکورہ نصوص اور اس طرح کی دیگر روایات جو کتبِ حدیث میں مذکور ہیں وہ سیاہ خضاب کی حرمت پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں اور یہ سخت وعیدات بھی حرمت کا قرینہ ہیں۔

اور ابن حجر رحمہ اللہ نے (اپنی کتاب) "الزواجر" میں سیاہ خضاب کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

اور محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ مہندی کا خضاب بالاتفاق جائز ہے۔

اور سیاہ خضاب میں قولِ مختار حرمت کا ہے اور سیاہ خضاب کی ممانعت کی علت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سے بالوں کی اصلی سیاہی سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ [۴]

---

[۱] اخرجه الطبراني والحاكم من حديث ابنِ عمر بلفظ الكافر، قال ابن ابی حاتم منكر (تخريج احاديث الاحياء للعراقی ج ۱ ص ۳۵۰)

اما الاول وهو الخضاب بالسواد فهو منهي عنه لقوله ﷺ خير شبابكم من تشبه بشيوخكم وشر شيوخكم من تشبه بشبابكم والمراد بالتشبه بالشيوخ فی الوقار لا فی تبييض الشعر ونهی عن الخضاب بالسواد وقال هو خضاب اهل النار (احياء العلوم ج ۱ ص ۱۵۳)

[۲] اخرجه الطبرانی والحاكم من حديث ابنِ عمر بلفظ الكافر، قال ابن ابی حاتم منكر (تخريج احاديث الاحياء للعراقی ج ۱ ص ۳۵۰)

مرقاة ج۸ ص ۳۰۶

[۳] مرقاة ج۸ ص ۳۰۶

[۴] ذهب اكثر العلماء الیٰ كراهة الخضاب بالسواد وجنح النووی الی انها كراهة تحريم (مرقاة ج۸ ص ۳۰۴)

یہ توجیہ قریب ومناسب ہے اس لئے وصل اشعار (بالوں میں مصنوعی بال ملانے) کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور اسے جھوٹ ودھوکہ فرمایا ہے۔

اور اسی لئے سیاہ خضاب کرنے والے کو ''کَاذِبٌ فِی اللِّحْیَةِ'' کہتے ہیں برخلاف زرد وسرخ رنگ کے کہ اس سے اصلی بالوں کے ساتھ مشابہت لازم نہیں آتی [1]

حکایت: ایک بوڑھے شخص نے جو سیاہ خضاب کئے ہوئے تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک جوان عورت سے نکاح کیا۔

جب اس کی مردانہ کمزوری کی صورتحال اس عورت پر کھلی تو وہ اس کا معاملہ امیر المومنین کے سامنے لے گئی تو آپ نے اس کا نکاح فسخ کر کے اس شخص پر تعزیر لگائی اور فرمایا:

''غَرَرْتَ الْقَوْمَ بِالشَّبَابِ'' [2]

ترجمہ: ''تو نے قوم کو جوان ہونے کا دھوکا دیا''

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ نکاح رد کرنے کی علت شاید یہ ہو کہ یہ نکاح جوانی کی شرط کے ساتھ مشروط ہو اور بطلان شرط ان کے نزدیک موجبِ بطلان نکاح ہوگی۔

مسئلہ ۷۷: غازیوں کو کفار پر ہیبت طاری کرنے کی غرض سے سیاہ خضاب کرنا جائز ہے۔

محیط البرھانی کی اکیسویں فصل میں کتاب الکراھیہ سے نقل کیا ہے:

وَاَمَّا الْخِضَابُ بِالسَّوَادِ فَمَنْ فَعَلَ ذَالِکَ مِنَ الْغُزَاةِ لِیَکُوْنَ اَهْیَبَ فِیْ

---

[1] کذافی شرح الوجیز فی فقه الحنابله

[2] مؤلف کتاب نے اس عبارت کے لئے طحطاوی کا حوالہ دیا ہے فرمایا: ''کذا قال الطحطاوی''

لیکن طحطاوی میں یہ عبارت نہیں ملی، بلکہ طحطاوی کی کتاب الطلاق باب العنین میں درِمختار کی یہ عبارت ہے:

''ولو وجدته عنینا او خصیا اجل سنة''

''وعمر ابن الخطاب کتب الی الشریح ان یؤجل العنین سنة من یوم یُرفع الیه، وکذا قول الراوی عن عمر فی المرأة التی أتت الیه فاجله حولاً من غیر تقیید فی السنة والحول هو ماتراء ی بالاهلة هٰذا الذی یعرفه العرب واهل الشرع ،الخ''

اور یہی تفصیل اصل مذہب کے مطابق ہے، ملاحظہ ہو: طحطاوی علی الدر جلد۳ صفحہ ۲۱۱۔ پس یہ قول یا تو مرجوح ہے یا اس میں وہی تاویل جاری ہوگی جو مؤلف نے کی ہے۔ مترجم

عَیۡنِ الۡعَدُوِّفَھُوَ مَحۡمُوۡدٌ اِتَّفَقَ الۡمَشَائِخُ عَلَیۡهِ وَمَنۡ فَعَلَ ذَالِکَ لِیُزَیِّنَ نَفۡسَهٗ لِلنِّسَآءِ اَوۡلِیُحَبِّبَ نَفۡسَهٗ اِلَیۡھِنَّ فَذَالِکَ مَکۡرُوۡهٌ وَعَلَیۡهِ عَامَّةُ الۡمَشَائِخِ وَبِنَحۡوِهٖ وَرَدَالۡاَثَرُ عَنۡ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُ“ [۱]

ترجمہ: ”اور سیاہ خضاب اگر غازیوں میں سے کوئی دشمن پر ہیبت بٹھانے کے لئے لگائے تو قابلِ ستائش ہے اس پر مشائخ کا اتفاق ہے اور جو کوئی اس غرض سے لگائے کہ عورتوں کے سامنے اس کی زینت ظاہر ہو یا عورتوں کی نظر میں پسندیدہ بنے تو یہ مکروہ ہے“

اور اس پر جمہور مشائخ کا اتفاق ہے، اور ایسا ہی آثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مطالبُ المومنین میں اس قدر مزید ہے کہ بعض نے بلا کراہت اس کا جواز لکھا ہے [۲]

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت میں ” لا بأس “منقول ہے۔

اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں (اپنی) عورتوں کی زیب و زینت بھلی لگتی ہے ان کو بھی ہماری زینت اچھی لگتی ہے۔ [۳]

لیکن مختار یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ ہے (پس سوائے غازیوں کے اور کسی کے لئے کسی غرض سے سیاہ خضاب جو بالکل سیاہ ہو استعمال کرنا جائز نہیں، مترجم)

اس لئے کہ بڑھاپے کی سفیدی اللہ کا نور ہے اور اللہ کے نور کو سیاہی وظلمت سے بدلنا مکروہ ہے [۴]

---

[۱] المحیط البرهانی، کتاب الکراهیة، الفصل الحادی والعشرون فی الزینة، جلد۸ صفحه ۸۸.
وایضافی الشامی ج۶ص ۴۲۲.

[۲] کذا فی المحیط
وفی العالمگیریة: وبعضهم جوز ذلک غیر کراهة(ج۵ص ۳۵۹، الباب العشرون)

[۳] روی عن ابی یوسف رحمه اللّٰہ تعالیٰ انه قال کما یعجبنی ان تتزین لی یعجبها ان اتزین لها(هکذا فی العالمگیریه ناقلاً عن الزخیره ج۵ص ۳۵۹)

[۴] عن کعب بن مرة ان رسول اللّٰہ ﷺ قال من شاب شیبة فی الاسلام کانت له نورا یوم القیامة رواه الترمذی والنسائی بحواله مشکوٰة ج۲، کتاب اللباس، باب الترجل)
قال رسول اللّٰہ ﷺ لاتنتفواالشیب فانه نورالمسلم ...... ای وقاره المانع من الغرور بسبب انکسار النفس عن الشهوات والفتور وهو المؤدی الی نورالاعمال الصالحة فیصیر نورا فی قبره ویسعیٰ بین یدیه فی ظلمات حشره الخ(مرقاة ج۸ص ۳۰۶)

اشکال : سنن ابنِ ماجہ میں ہے :

'' اِنَّ اَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِهٖ لَهٰذَاالسَّوَادُ اَرْغَبُ لِنِسَآئِكُمْ فِيْكُمْ وَاَهْيَبُ لَكُمْ فِيْ صُدُوْرِعَدُوِّكُمْ '' [1]

ترجمہ: ''تحقیق بہترین وہ رنگ جس سے تم خضاب کرتے ہوالبتہ یہ سیاہ رنگ ہے کہ یہ تمہاری عورتوں کو مرغوب ہے اور تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہارا زیادہ رعب ڈالنے والا ہے''

یہ حدیث سیاہ خضاب کے جواز پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔

حلِ اشکال: اس حدیث کے راویوں میں سے ''وقاع بن دعقل سدوسی ضعیف ہے۔

اور محمد بن فراس کو بھی جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہے ابوحاتم نے ضعیف کہا ہے۔

پس صحاح کی دیگر احادیثِ صحیحہ کے مقابلے میں جو ممانعت پر دلالت کرتی ہیں (اس حدیث کا کوئی اعتبار نہیں اور) یہ لائق حجت نہیں۔

اشکال : صحاح کی احادیث میں وارد ہے :

'' اِنَّ اَبَابَكْرٍ يَصْبَغُ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ '' [2]

ترجمہ: ''تحقیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حنا اور کتم کا رنگ کرتے تھے''

اور ظاہر ہے کہ حنا اور کتم کو جمع کرنے سے سیاہ رنگ ظاہر ہوتا ہے۔

نہایہ میں جزری نے بھی اس کی تصریح کرتے ہوئے کہا ہے:

'' اِنَّ الْحِنَاءَ اِذَاخُضِبَ بِهٖ مَعَ الْكَتَمِ جَاءَ اَسْوَدُ '' [3]

ترجمہ: ''تحقیق حنا کے ساتھ کتم ملا کر جب خضاب کیا جاتا ہے تو سیاہ رنگ نکلتا ہے''

اور اسی طرح حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی سیاہ خضاب استعمال فرمایا ہے۔

---

[1] سنن ابنِ ماجه باب الخضاب بالسواد

[2] رواه ابنِ ابی شیبة بحواله کنزالعمال حدیث نمبر ۱۷۴۱۹

[3] النهایة فی غریب الأثر، لابن الاثیر الجزری، باب الکاف مع التاء، جزء ۴ صفحه ۲۵۹

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت والی احادیث پر عمل نہیں۔

حلِ اشکال : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خضاب خالص سیاہ نہ تھا بلکہ گہرا سرخ سیاہی مائل تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

”قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْمَدِیْنَةَ فَکَانَ اَسَنُّ اَصْحَابِهٖ اَبُوْبَکْرٍ فَغَلَفَهَا بِالْحِنَاءِ وَالْکُتْمِ حَتّٰی قَنَأَ لَوْنُهَا“ [۱]

ترجمہ: ”نبی علیہ السلام مدینہ تشریف لائے اس وقت آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں معمر ترین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے حنا اور کتم سے اپنے بڑھاپے (کے سفید رنگ) کو ڈھانپا یہاں تک کہ اس کا رنگ گہرا سرخ ہوگیا“

ابنِ حجرؒ نے فتح الباریؒ میں اور صاحب مواہبِ اللدنیہؒ نے قسطلانیؒ میں حدیث کے لفظ:

” قَنَأَ لَوْنُهَا“

کا معنیٰ کیا ہے:

” اَیْ اِشْتَدَّتْ حُمْرَتُهَا“ [۲]

ترجمہ: اس کا رنگ گہرا سرخ ہوگیا

اور صاحبِ نہایہ ومغرب نے حدیث مذکور کے تتمہ میں نقل کیا ہے :

”وَلِحْیَتُهٗ کَاَنَّهَا ضِرَامُ عَرْفَجَ “ [۳]

ترجمہ: ”حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی داڑھی مذکورہ خضاب کرنے سے عرفج نامی گھاس کی مانند ہوگئی“

یعنی رنگ سرخی مائل ہوگیا۔

اور دیگر حضرات (حسنین کریمین وعثمان رضی اللہ عنہم وغیرہ) کے سیاہ خضاب کو بھی اسی رنگ پر محمول

---

[۱] بخاری، باب هجرة النبی ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۲۷

[۲] فتح الباری لابن الحجر، باب هجرة النبی ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۲۷

[۳] المغرب، باب الکاف مع التاء الفوقانیة، ج۲ صفحه ۲۰۷.

کیا گیا ہے (گہرا سرخ مائل بسیاہی)

محدث دہلوی نے اشعۃُ اللمعات میں فرمایا ہے کہ یہ بات حدِ صحت کو پہنچی ہوئی ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حنا اور کتم کا خضاب کرتے تھے۔

اور کتم ایک گھاس ہے جس کا رنگ سیاہ نہیں ہے بلکہ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اور جو دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق سیاہ خضاب لگانا نقل کیا گیا ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے۔

اور اس تحقیق سے یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہوگئی کہ کتم وحنا کے ملانے سے بالکل سیاہ رنگ کا ظاہر ہونا تسلیم شدہ بات نہیں ہے۔

اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ان دونوں میں سے ایک کا رنگ بھی خالص سیاہ نہیں نکلتا، حنا کا تو ظاہر ہے اور کتم کے بارے میں بھی ثقہ ومعتبر حضرات جیسے صاحبِ مُغرب وغیرہ کی تصریحات ہیں کہ:

"(وَالْكُتُمُ) ...... وَعَنِ الْاَزْهَرِیُ نَبَتٌ فِيهِ حُمْرَةٌ" [1]

ترجمہ: "تحقیق کتم کا رنگ سرخ ہوتا ہے"

پس دونوں کا مجموعہ بھی لامحالہ دونوں کے رنگ کے مابین (ان سے ملے جلے) کسی رنگ کو ظاہر کرے گا، اسی وجہ سے عسقلانی نے کہا ہے:

"اَلْكُتُمُ الصَّرُفُ يُوْجِبُ سَوَادًا مَائِلًا اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْحِنَاءُ تُوْجِبُ الْحُمْرَةَ فَاِسْتِعْمَالُهُمَا يُوْجِبُ مَابَيْنَ السَّوَادِ وَالْحُمْرَةِ اه" [2]

ترجمہ: "صرف کتم سرخی مائل سیاہ رنگ لاتا ہے اور حنا سرخ رنگ لاتی ہے پس دونوں کا مجموعہ سرخی وسیاہی کے درمیان رنگ کو ظاہر کرے گا"

جیسا کہ جزری نے فرمایا ہے:

"قَدْ جُرِّبَ الْحِنَاءُ وَالْكُتُمُ جَمِيْعًا فَلَمْ يَسْوَدَّ بَلْ يُغَيِّرُ صُفْرَةُ الْحِنَاءِ وَحُمْرَتُهُ اِلَى الْخُضْرَةِ وَنَحْوِهَا فَقَطُ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّبْلُغَ اِلَى السَّوَادِ كَذَا

[1] المغرب، باب الكاف مع التاء الفوقانية ج۲ صفحه ۲۰۷.

[2] مرقاة المفاتيح، باب الترجل، ج۸ صفحه ۳۰۳

رَأَیْنَاہُ وَشَاھَدْنَاہُ ‘‘ [۱]

ترجمہ: ’’تحقیق حنا اور کتم کو ملا کر تجربہ کیا گیا پس (خالص) سیاہ رنگ ظاہر نہ ہوا بلکہ حنا کی زردی اور سرخی سبز اور اس سے ملتے جلتے رنگ سے بدل گئی فقط سیاہ ہونے تک نہیں پہنچی اسی طرح ہم نے دیکھا اور مشاہدہ کیا‘‘

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ کہ ان دونوں کو مخلوط کرنے کی مختلف شکلیں ہیں۔

اگر کتم غالب ہو یا حنا کے برابر ہو تو سیاہ رنگ ظاہر ہوتا ہے ورنہ سرخ رنگ۔ [۲]

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ جب صاحبِ مغرب اور عسقلانی کی تصریح سے یہ معلوم ہو گیا کہ کتم صرف سرخی آمیز رنگ ہی لاتا ہے تو حنا کے ساتھ اس کی جتنی بھی مقدار مخلوط ہو لامحالہ اس کی شراب کی سی رنگت باقی نہ رہے گی، بلکہ گہری سرخی مائل رنگت ظاہر ہوگی۔

اور برتقدیر تسلیم جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی داڑھی کی رنگت کا سرخ ہونا ثابت ہے تو لامحالہ مخلوط ہونے کی صورت میں دونوں (حنا اور کتم) کی اتنی مقدار ہی مراد لی جائیگی جس سے خالص سیاہ رنگ نہ آتا ہو۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان ذی النورین وحضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا سیاہ خضاب کرنا جہاد کی وجہ سے تھا۔ [۳]

یہ ہے وہ خلاصۂ بحث جو اکابرِ عظام کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے۔

باقی کتم چونکہ محققین کی تحقیق کی رو سے برگِ نیل سے الگ مستقل بوٹی ہے جو اِن (دیارِ ہند

---

[۱] مرقاۃ المفاتیح، باب الترجل، ج۸صفحہ۳۰۳.

[۲] قلت الظاهر ان الخلط يختلف فان غلب الكتم اسود وكذا استويا(مرقاة، باب الترجل، ج۸صفحہ۳۰۳.

[۳] ولعل ماروى ان عثمان والحسن والحسين رضى اللّٰہتعالىٰ عنهما خضبوا لحاهم بالسواد كان للمهابة لاللزينة(مرقاة ج۸ص۳۰۷)شرح شرعة الاسلام ص۱۹۵
وفى بريقه محمودية شرح طريقه محمدية وما روى من خضب عثمان والحسن والحسين وعقبه بن عامر وابنِ سيرين بالسواد محمول على الغزو(ج۲ص۱۷۳،جزء۴)

وپنجاب) علاقوں میں نہیں پائی جاتی، اس لئے اس کے رنگ کا تجربہ انفراداً واجتماعاً (حنا کے ساتھ) نہیں کیا جاسکتا۔

ہاں جو خضاب ان علاقوں میں رائج ومعروف ہے وہ برگِ نیل اور حنا کا ہے اور اکیلے برگِ نیل کی رنگت خالص سیاہی کا باعث نہیں بنتی بلکہ (سرخ سبزی مائل ہوتی ہے) اور حنا کے ساتھ اس کے ملانے کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ پہلے مہندی سے بالوں کو رنگا جائے اس کے بعد برگِ نیل لگایا جائے، اس طریقے سے بالکل سیاہ رنگ ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ایک چوتھائی مقدار حنا اور تین چوتھائی مقدار برگِ نیل کو باریک پیس کر آب دوغ (لسّی، چھاچھ) میں مخلوط کر دیا جائے، پھر اس کو دھوپ دی جائے اور پھر کچھ دیر کے بعد استعمال کیا جائے۔

اس طریقے سے بھی سیاہی اگرچہ آتی ہے اور ظاہر نظر میں عارضی (مصنوعی) رنگ ہونا نمایاں ہوتا ہے نہ کہ اصلی سیاہ رنگ کے مشابہ اور اس کے لگانے کے بعد جتنا وقت گزرتا جائے گا اس کا رنگ گہرا سرخ ہوتا جائے گا۔

اور جن حضرات کو ان دونوں چیزوں کے مخلوط کرنے سے سیاہ رنگ پیدا ہونے پر ہی اصرار ہے، ان کو مذکورہ اعتراض سے بچنے کے لئے تکلف کرنا پڑا وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ حدیث میں حنا اور کتم دونوں کا ذکر اختیار کے لئے کیا ہے (کہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلے) اور دونوں کے درمیان واؤ بمعنی ''او'' ہے اور واؤ بکثرت ''او'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

جزری نے نہایہ میں فرمایا ہے:

'' لَعَلَّ الْحَدِيْثَ بِالْحِنَاءِ أَوِ الْكُتُمِ عَلَى التَّخْيِيْرِ ''[1]

اور شرح شرعۃ الاسلام میں مظہر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حنا اور کتم میں سے ہر ایک کو علیحدہ استعمال کیا جاتا ہے اس لئے کہ اگر دونوں کو مخلوط کر دیا جائے یا پہلے حنا کا اور پھر کتم کا خضاب کیا

[1] النهاية في غريب الأثر، باب الكاف مع التاء، جزء ۴ صفحه ۲۵۹.

جائے گا تو سیاہ رنگ نکلے گا۔ [۱]

یہ توجیہ قطع نظر اس سے کہ ظاہرِ حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ظاہری الفاظ حنا اور کتم کے اجتماع کو مقتضی ہیں۔

اور نیز مختلف روایات اور ان کے متعدد طرق میں تمام جگہ واؤ ہی آیا ہے نہ کہ ''او''۔ [۲]

صحیح مسلم کی اس حدیث کی وجہ سے مخدوش بھی ہے:

'' اِخْتَضَبَ اَبُوْبَکْرٍ بِالْحِنَاءِ وَالْکُتْمِ وَعُمَرُ بِالْحِنَاءِ بَحْتًا '' [۳]

ترجمہ: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حنا اور کتم کا خضاب کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے صرف حنا کا''

کیونکہ یہ حدیث صراحتاً اس معنیٰ پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حنا اور کتم کو جمع کیا۔

پس اس روایت کی رُو سے انفراداً ایک چیز کے استعمال کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ [۴]

مسئلہ ۷۸ : عورتوں کو ہاتھ پاؤں اور ناخنوں پر خضاب (مہندی) لگانا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں تماثیل وتصاویر نہ ہوں، مردوں اور بچوں کے لئے مکروہ ہے۔ [۵]

---

[۱] قال الخطابی ان کل واحد من الحناء والکتم یستعمل علی الانفراد لانہ لو خلط او خضب بالحناء ثم بالکتم یکون لونہ اسود وھو منھی فی تغییر الشیب کذافی المظھر (شرح شرعۃ الاسلام ص ۲۹۵)

[۲] ویشبہ ان یراد بہ استعمال الکتم مفردا عن الحناء فان الحناء اذا خضب بہ مع الکتم جاء اسود وقد صح النھی عن السواد ولعل الحدیث بالحناء او الکتم علی التخییر ولکن الروایات علی اختلافھا بالحناء والکتم (النھایۃ فی غریب الاثر للجزری، باب الکاف مع التاء ج۴ ص ۲۵۹)

[۳] مسلم، باب شیبہ ﷺ حدیث نمبر ۴۳۲۰.

[۴] قالہ المکی علی ماصرح الحنفی فی شرح الشمائل
وایضافی المرقاۃ ج۸ ص ۳۰۴

[۵] **نقش ونگاروالی مہندی لگانا**

آجکل بعض خواتین ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور پشت پر مہندی کے ذریعے نقش ونگار اور مختلف طرح کے ڈیزائن بنالیتی ہیں شرعاً یہ بھی جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

البتہ ایسے کاموں میں حد سے زیادہ انہماک اچھا نہیں ہے اور اجنبی مَردوں کی نگاہوں سے بچنے کا اہتمام بھی ہونا چاہئے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شرعۃ الاسلام میں ہے:

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

کون مہندی کا استعمال

آج کل بازاروں میں کون مہندی اور مہندی سے تیار شدہ محلول دستیاب ہوتے ہیں اس کا استعمال بھی خواتین کے لئے شرعاً درست ہے بشرطیکہ اس کے استعمال میں کوئی اور خرابی نہ ہو۔

کہنیوں تک نقش ونگار بنانا

آج کل بعض خواتین مہندی کے ذریعے ہاتھوں کے علاوہ بازوؤں پر بھی نقش ونگار اور پھولدار ڈیزائن بنالیتی ہیں، اپنی ذات میں تو یہ عمل بھی جائز ہے، لیکن محض زیب وزینت کی خاطر اتنے تکلفات میں پڑنا شرعاً پسندیدہ نہیں ہے، اس اعتبار سے یہ شریعت کے مزاج کے خلاف معلوم ہوتا ہے، علاوہ ازیں یہ عمل چونکہ عموماً بے پردہ اور فاسق فاجر خواتین اجنبی مَردوں کو اپنے بازوؤں کا حسن دکھانے کے لئے کرتی ہیں لہٰذا پابندِ شریعت خواتین کو ان کی مشابہت سے بچنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

تنبیہ: ہاتھوں، پاؤں اور ناخنوں وغیرہ پر مہندی استعمال کرنے سے چونکہ ہاتھ، پاؤں مزین ہو جاتے ہیں اس لئے اجنبی مَردوں کی نگاہوں سے ان کی حفاظت کا اہتمام بھی خواتین کو کرنا چاہئے۔

بعض خواتین نقش ونگار والی مہندی خود لگانے کے بجائے دوکانداروں سے بنے بنائے ٹھپے اپنی ہتھیلیوں پر لگوالیتی ہیں، جس کا شرم وحیا کے خلاف اور گناہ ہونا واضح ہے، لہٰذا اس کام سے بچنا ضروری ہے۔

شادی کے موقع پر مہندی لگانے کی رسم

اوپر حدیث شریف کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے کہ زیب وزینت کی غرض سے خواتین کا مہندی لگانا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اسی اصول کے پیشِ نظر شادی کے موقع پر زینت کی غرض سے دولہن کا ہاتھ پاؤں اور ناخنوں پر مہندی لگوانا بھی درست بلکہ مستحب ہے، مگر شادی کے موقع پر آجکل مہندی کے نام سے جو رسم ہمارے معاشرے میں رائج ہے، وہ ہندوؤں سے لی گئی ہے، مہندی لگانے کے لیے اجتماع اور تقریب اور دعوت کے اہتمام کا کیا تعلق؟ اس کے علاوہ اس طریقے میں کئی اور خرابیاں بھی جمع ہیں اس لئے اس مروجہ طریقے سے بچنا بہر حال سب کے لئے ضروری ہے۔

رسمِ مہندی میں رائج خرابیاں

(۱)......سب سے پہلی خرابی تو یہ ہے کہ دولہن کو مروجہ طریقے پر مہندی لگانے کو حد سے زیادہ ضروری سمجھا جاتا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ مہندی کی رسم پوری نہ کی جائے تو شادی بیاہ کو ہی ناقص اور پھیکا خیال کیا جاتا ہے، نیز اس رسم کو پورا کرنے کے لئے مستقل دن وتاریخ طے کی جاتی ہے اور شادی کارڈوں پر بھی اس کو علیٰحدہ مستقل طور پر لکھنا اور مدعو حضرات کو اس کی علیٰحدہ اطلاع دینا اور دعوت دینا بھی اس کی علامت ہے، کہ اس کو بے حد ضروری سمجھا جا رہا ہے، حالانکہ اوّلاً تو بذاتِ خود مہندی لگانا صرف جائز اور زیادہ سے زیادہ مستحب ہے فرض واجب نہیں ہے، اس لئے اگر سرے سے کوئی لڑکی مہندی لگائے ہی نہیں تب بھی کچھ گناہ نہیں، اور کسی غیر ضروری کام کو ضروری سمجھنا یا اس کے ساتھ ضروری کام جیسا برتاؤ کرنا شرعاً جائز نہیں بلکہ گناہ ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی جائز یا مستحب کام کو انجام دینے کا شریعت نے کوئی طریقہ متعین نہ کیا ہو تو اپنی طرف سے کسی متعینہ طریقے کو لازم سمجھ لینا بھی شرعاً گناہ ہے،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

" اَلْحِنَاءُ سُنَّةٌ لِلنِّسَآءِ وَيُكْرَهُ لِغَيْرِهِنَّ " [۱]

ترجمہ: " حنا عورتوں کے لئے سنت ہے اوروں کے لئے مکروہ "

بزازیہ میں ہے:

﴿ گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ ﴾

اور رسمِ مہندی کے مروجہ طریقے کو بھی آج کل لازم سمجھا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی لڑکی شادی کے موقع پر سادگی کے ساتھ مہندی لگالے تب بھی لوگ اس کو مہندی کی رسم پوری نہ کرنے کا طعنہ دیتے ہیں

(۲)...... مہندی کی رسم پورا کرنے کے لئے آج کل جو طریقہ رائج ہے اس میں یہ بھی لازم سمجھا جاتا ہے کہ مہندی لگانے کے لئے دولہا کے گھر یا خاندان کی عورتیں ہی اہتمام کریں اور دولہا کی رشتہ دار خواتین بھی یہ ذمہ داری اپنے اوپر ہی سمجھتی ہیں، حالانکہ شرعاً ایسا سمجھنا غلط اور گناہ ہے

(۳)...... مہندی لگانے کے موقع پر بہت ساری متعلقہ وغیر متعلقہ خواتین جمع ہو جاتی ہیں جن میں اکثر عورتیں عموماً بے پردہ اور بن ٹھن کر آئی ہوتی ہیں اور کئی مَردوں کا بھی وہاں آنا جانا لگا رہتا ہے یہ بذاتِ خود گناہ ہونے کے ساتھ کئی گناہوں کا ذریعہ بھی ہے، اور یہ سارے گناہ مہندی کی رسم کا مروجہ طریقے سے اہتمام کرنے سے لازم آتے ہیں

(۴)...... بعض جگہ اس موقع پر مَردوں عورتوں کا مخلوط اجتماع بھی ہوتا ہے جو اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے

(۵)...... بعض اوقات اس موقع پر آتش بازی بھی کی جاتی ہے جو بذاتِ خود گناہ ہونے کے ساتھ کئی دنیوی خرابیوں کا سبب بھی بنتی ہے

(۶)...... بعض گھرانوں میں اس موقع پر ڈھول باجا بجانے اور ناچ گانا کرانے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، جس کا حرام اور گناہ ہونا واضح ہے۔

(۷)...... عموماً ایسے مواقع پر تصویر کشی اور مووی بنانے کا بھی اہتمام ہوتا ہے، یا بعض نوجوان بطورِ خود اس مشغلے میں لگ جاتے ہیں، یہ بھی حرام اور سخت گناہ ہے

(۸)...... بعض گھرانوں میں مہندی کی تقریب کے لیے دولہا، دولہن اور گھرانے کے بعض دوسرے افراد سُرخ مہندی کے رنگ کا خاص لباس اور گلوں میں پٹیاں ڈال لیتے ہیں جو کہ سراسر گناہ ہے

(۹)...... سب سے بڑھ کر یہ خرابی ہے کہ مہندی کا مروّجہ طریقہ ہندو مذہب کے لوگوں کا ہے، لہٰذا اس ہندوانہ طریقہ سے بچنا ضروری ہے۔

یہ چند ایک خرابیاں ہیں جو سرِ دست ذہن میں آئی ہیں اگر مزید غور کیا جائے تو اور بھی کئی خرابیاں واضح ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی ہر قسم کے گناہوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین

(" خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام)

[۱] مرقاۃ المفاتیح، باب الترجل، ج۸ ص ۲۹۹

شرعة الاسلام ص ۲۰۱، الفصل السابع والثلاثون من افعال الزينة. وشرح شرعة الاسلام ص ۳۰۱

"لَهَا تَخْضَبُ يَدَيْهَا وَرِجْلَيْهَا لِلتَّزْيِيْنِ خِضَابًا بِـلَا تَمْثِيْلٍ" ۱؎

ترجمہ: "عورتوں کے لئے جائز ہے کہ ہاتھ پاؤں پر زینت کی غرض سے خضاب کریں بغیر تصویر کے"

اور ظہیریہ میں ہے:

وَلَا يَنْبَغِيْ لِلصَّغِيْرِ اَنْ يُخْتَضَبَ يَدُهُ اَوْرِجْلُهُ" ۲؎

ترجمہ: "بچے کے حق میں جائز نہیں کہ اس کے ہاتھ یا پاؤں پر خضاب کیا جائے"

اس کراہت کی علت تزئین ہے جو عورتوں کے لئے جائز ہے اور مردوں کے لئے ان کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ ۳؎

اور بظاہر بچوں کے حق میں کراہت کا حکم ان کے اولیاء (سرپرست، والدین وغیرہ) کے لئے ہے۔

صاحبِ طریقہ محمدیہ نے لکھا ہے کہ مردوں کا یہ عذر لنگ کہ ہم تو نہیں چاہتے لیکن مائیں بچوں کو (ہاتھ پاؤں میں مہندی) لگادیتی ہیں، معتبر نہیں۔ ۴؎

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ" ۵؎

ترجمہ: "مرد عورتوں پر حاکم ونگہبان ہیں"

اور نہی عن المنکر فرض ہے، تفسیر معالم التنزیل میں آیت "وَمَأْوَا كُمُ النَّارُ" کے ذیل میں لکھا ہے:

"عَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ مِنْ اَخْـلَاقِ قَوْمِ لُوْطٍ تَصْبِيْغُ الْاَصَابِعِ بِالْحِنَاءِ" ۶؎

۱؎ بزازية على هامش الهندية ج۶ ص۳۷۷، فی نوع من كتاب الاستحسان)

۲؎ فی الهندية: ولا ينبغی ان يخضب يدی الصبی الذكر ورجله الا عندالحاجة الخ (ج۵ ص۳۵۹)

۳؎ كذا فی كنز العباد

۴؎ ولا يخضب ايدی الذكور وارجلهم بالحناء ولا يفيد فی دفع الاثم قوله امهم فعلت وانا غير راض به لان الرجال قوامون على النساء (بريقه محموديه فی شرح طريقه محمديه ج۲ ص۱۵۷)

۵؎ سورة نساء آيت نمبر ۳۴۔

۶؎ قـال مكحول: فی هذه الامة عشرة من أخلاق قوم لوط: مضغ العلک وتطريف الاصابع بالحناء الخ (تفسير القرطبی، جزء ۱۳، صفحه ۳۴۲)

ترجمہ: ”مکحول (تابعی) سے مروی ہے کہ قومِ لوط کی عادات میں سے انگلیوں کو حنا کے ساتھ رنگنا (بھی) تھا“

سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ ایک عورت نے ہاتھ میں خط لئے ہوئے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا گیا تھا) پردے کے پیچھے سے ہاتھ آگے کیا۔

نبی علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے خط نہیں لیا اور فرمایا!

میں کیا جانوں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا

جواب ملا کہ عورت کا ہاتھ ہے، تو آپ نے فرمایا

”اگر عورت ہوتی تو عورتوں کے طریقہ کی رعایت کرتی اپنے ناخنوں کو رنگِ حنا سے متغیر کرتی“ [۱]

اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ناخنوں کو حنا سے رنگنا عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے پس مردوں کو ان کے ساتھ مشابہت کرنا مکروہ ہے؛ البتہ دواء اور علاج کے طور پر جائز ہے۔

محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ مرد کو ہاتھ پاؤں میں حنا کا استعمال عذر کی صورت میں جائز ہے (مثلاً بعض لوگ ہاتھ پاؤں میں جلن ہونے کی صورت میں بطور علاج کے لگاتے ہیں، مترجم) بلا عذر مکروہ ہے۔ [۲]

مسئلہ ۷۹: چہرے کو سرخ کرنا (میک اپ کرنا) اور بالوں کو خضاب لگانا بے شوہر والی عورت کو اور اسی طرح شوہر والی کو بلا اجازت شوہر حرام ہے اور ان کے غیر کے لئے حرام نہیں ہے۔ [۳]

---

[۱] عن عائشة رضی اللہ عنها قالت أومت امرأة من وراء ستر بیدها کتاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم یده فقال ما ادری اید رجل ام ید امرأة قالت بل امرأة قال لو کنت امرأة لغیرت اظفارک یعنی بالحناء (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۶۳۵ کتاب الترجل باب الخضاب للنساء)

[۲] وفی شرح شرعة الاسلام: والحناء سنة للنساء ویکره لغیرهن من الرجال الا ان یکون لعذر ۰ ص ۳۰۲)

[۳] کذا فی اشعة اللمعات و نظیره (فی وصل الاشعار) فی مرقاة شرح المشکوٰة او اما الشعر من غیر الادمی فان لم یکن لها زوج ولا سید فحرام ایضاً وان کان فثلٰثة اوجه اصحها ان فعلته باذن الزوج والسید جاز. ج۸ ص ۲۹۵

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ ۸۰: اور ''ترغیب الصلوٰۃ'' میں متفق سے نقل کیا ہے کہ دانتوں کو رنگین کرنا مردوں، عورتوں دونوں کو جائز نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

بظاہر یہ حکم بصورتِ فتنہ ہے کہ عورت خصوصاً کنواری زیب وزینت، میک اپ وغیرہ میں غیر معمولی تکلف واہتمام کرے اور زینت کر کے بے پردہ وبے محابا باہر نکلے، ورنہ گھر میں رہتے ہوئے اور عفت وحیا کی حدود کی رعایت کرتے ہوئے بقدرِ ضرورت زینت کرنے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔

احسن الفتاویٰ میں اس سوال کے جواب میں کہ عورت کا اپنے محارم کے سامنے زیب وزینت بناؤسنگار کرنے کا کیا حکم ہے؟ لکھا ہے:

''فی نفسہٖ جائز ہے مگر اس زمانہ میں قلوب میں فساد غالب ہے اور ٹی وی اور وی سی آر (بلکہ اب تو کیبل، نیٹ وغیرہ بھی) کی لعنت نے اخلاقی قدروں کو پائمال کر دیا ہے، بے حیائی اور بے باکی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ باپ کے اپنی بیٹی اور بھائیوں کے اپنی بہنوں کے ساتھ منہ کالا کرنے کے واقعات پیش آ رہے ہیں، اس لئے شوہر کے علاوہ کسی بھی محرم کے سامنے بناؤسنگھار کر کے آنا خطرے سے خالی نہیں'' (احسن الفتاویٰ ج۸ص ۶۸، احکامِ لباس وزینت)

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں مجملہ باقی تفصیل کے مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے:

''البتہ غیر شادی شدہ عورت کو زیادہ زیب وزینت کرنا بوجہ خوفِ فتنہ جائز نہیں'' (احسن الفتاویٰ ج۸ص ۷۲)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم معلل بعلتِ فتنہ ہے اور اس زمانے میں احتمالِ فتنہ عام اور غالب ہے، لہٰذا حدود کی رعایت کرتے ہوئے کم سے کم زینت کنواری لڑکی اختیار کرے۔

پلکوں پر رنگ لگانا

بعض خواتین خوبصورتی کے لئے اپنی پلکوں پر رنگ یا رنگ نما کوئی چیز لگاتی ہیں اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ جو خواتین محض زینت کے لئے یا شوہر کو خوش کرنے کے لئے کوئی ایسا رنگ لگائیں جو پانی کو بالوں تک پہنچنے سے نہ روکے تو یہ جائز ہے۔

لیکن اگر اس رنگ لگانے سے مقصود اجنبی مردوں کے سامنے اپنے حسن کی نمائش ہو یا عورتوں پر بڑائی جتلانا مقصود ہو تو بالکل جائز نہیں۔

اور اگر رنگ ایسا ہے جس کی تہہ جم جاتی ہے اور پانی بالوں تک نہیں پہنچتا تو عام حالات میں اس کا لگانا تو جائز ہے جبکہ کسی ناجائز غرض سے نہ لگایا جائے، لیکن وضو اور فرض غسل کرتے وقت کسی کیمیکل کے ذریعے اس کو دور کر کے وضو غسل کرنا ضروری ہے ورنہ وضو غسل نہ ہوگا اور وضو غسل نہ ہونے کی صورت میں نماز بھی درست نہ ہوگی۔

لہٰذا مسلمان خاتون کو اس کی گنجائش کی بجائے خرابیوں پر نظر رکھتے ہوئے بچنا ہی چاہئے۔

(''خواتین کی زیب وزینت کے شرعی احکام)

اشکال: جن احادیث میں بڑھاپے کو متغیر کرنے اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرنے کی تلقین ہے وہ مطلقاً خضاب کرنے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے یہ حدیث بھی ہے:

”اِنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَاریٰ لَایَصْبَغُوْنَ فَخَالِفُوْھُمْ“[۱]

ترجمہ: ”تحقیق یہود ونصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم ان کی مخالفت کرو“

اور اس معنیٰ کی دیگر احادیث بھی جیسا کہ پیچھے گزر چکی ہیں۔

ان کی وجہ سے بہت سے جلیل القدر صحابہ جیسے حضرت عثمان اور حضراتِ حسنین وغیرہ رضی اللہ عنہم خضاب فرماتے تھے۔

لیکن وہ احادیث جو بڑھاپے کی سفیدی کی فضلیت پر دلالت کرتی ہیں وہ ان احادیث کے معارض ومخالف ہیں۔

جیسے ترمذی وابنِ ماجہ میں کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

”مَنْ شَابَّ شَیْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ“ [۲]

ترجمہ: ”جو شخص حالت اسلام میں بوڑھا ہوجائے تو اس کا بڑھاپا اور بالوں کی سفیدی اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا“

اور طبری کی ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکْرَہُ تَغْیِیْرَ الشَّیْبِ“ [۳]

ترجمہ: ”تحقیق نبی علیہ السلام بڑھاپا متغیر کرنے کو ناپسند فرماتے تھے“

اس لئے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خضاب نہ کرتے تھے، جیسے حضرت علی المرتضیٰ، سلمہ بن اکوع، ابی بن کعب وغیرہ رضی اللہ عنہم، پس ان دونوں قسم کی روایات میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

---

[۱] بخاری، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۲۰۳ واللفظ لہٗ، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجه، مسند احمد.

[۲] ترمذی، باب ماجاء فی فضل من شاب شیبة فی سبیل اللہ، حدیث نمبر ۱۵۵۸ واللفظ لہٗ، نسائی، مسند احمد، مصنف ابنِ ابی شیبة .

[۳] هذا الحدیث منقول فی المستدرک علی الصحیحین للحاکم (حدیث نمبر ۷۴۱۸) بهذه الالفاظ ”ان نبی اللہ ﷺ کان یکره عشرة خصال: الصفرة یعنی الخلوق، وتغییر الشیب الخ“.

حلِ اشکال : بعض علماء کے نزدیک خضاب کرنے کا حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کو بالوں کی سفیدی انتہائی درجہ تک پہنچ چکی ہو اور جن لوگوں کی اس سے کم درجہ کی سفیدی ہو ان کے لئے اس کے برعکس حکم فرمایا (بڑھاپے کے بالوں کی سفیدی متغیر کرنے کو ان کے حق میں ناپسند فرمایا)

ملاعلی قاری نے شرح شمائل میں فرمایا ہے کہ ظاہر حدیث علی الاطلاق خضاب کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

جس کی دلیل اہلِ کتاب کی مخالفت پر ابھارنا ہے مگر یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر کسی علاقے والوں کی عام عادت ترکِ خضاب کی ہو جائے تو اس کا ترک اولیٰ ہے ورنہ نہیں۔

اور مرقاۃ میں فرمایا ہے کہ بعض علماء کا قول ہے کہ اہلِ کتاب کے ساتھ مشابہت کی نہی ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے بال دو رنگوں والے ہوں (یعنی کچھ کالے، کچھ سفید) تاکہ اھل نفاق کے ساتھ صوری مشابہت نہ ہو (کیونکہ یہ دو رنگی صورت ہے اور اھل نفاق میں حقیقی معنوں میں دو رنگی اور دوغلا پن پایا جاتا ہے) اور اگر تمام بال یک رنگ سفید ہوں تو تغیر کی حاجت نہیں۔ [۱]

اور یہ بھی احتمال ہے کہ بڑھاپے کو متغیر کرنے کا یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہو جو حالتِ کفر میں بوڑھے ہوئے ہوں تاکہ اسلام (قبول کرنے) کے بعد وہ قوی معلوم ہوں۔ [۲]

اس پر حضرت ابوقحافہ کا واقعہ دلالت کرتا ہے کہ ان کی داڑھی نہایت سفید تھی اور نبی علیہ السلام نے صرف اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں خضاب لگانے کا حکم فرمایا۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ خضاب کا حکم مجاہدین کے ساتھ مخصوص ہو، دشمنوں پر ہیبت طاری کرنے اور قوت ظاہر کرنے کے لئے۔ [۳]

---

[۱] قال بعض العلماء يحتمل ان يكون النهى عنه بالحالة التى يختلط الشعر الابيض فيها بالاسود لما فى اختلاف اللونين من قبح التضاد ومشابهة الموافقة باهل النفاق فاما اذا ابيض كله وصار اللون واحدا فلايغير (مرقاة ج۸ ص ۳۰۶، باب الترجل)

[۲] واحتمل ان يكون تغيير الشيب يختص بمن شاب فى الكفر ثم اسلم ليشيب فى الاسلام بعد التغيير (مرقاة ج۸ ص ۳۰۶، باب الترجل)

[۳] واحتمل ان يكون مختصا باهل الجهاد اظهاراللهيبة وترهيبا للعدو (مرقاة ج۸ ص ۳۰۶، باب الترجل)

راقم الحروف (مصنف) کہتا ہے کہ یہ احتمالات بعیدہ ہیں، اس لئے کہ خضاب مطلقاً جائز ہے اگر چہ حالتِ جہاد نہ بھی ہو۔

البتہ سیاہ خضاب مجاہدین کے ساتھ مخصوص ہے (کما سبق)

اشکال : جب آنحضرت علیہ السلام نے بڑھاپے کو نور فرمایا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استفسار پر اس کو وقار سے تعبیر فرمایا تو پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں؟

" مَاشَانَهُ اللّٰهُ بِالشَّيْبِ "[۱]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بڑھاپے کا عیب نہیں لگایا"

جو متعدد روایات میں آیا ہے؟

حلِ اشکال : جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خضاب اور بڑھاپے کی سفیدی کو متغیر کرنے کے متعلق تاکید انہوں نے سنی اور شاید حُسنِ شیب والی احادیث انہوں نے نہ سنی ہوں گی اس لئے عدمِ تغیر کو معیوب سمجھا۔

یا بڑھاپے کو متغیر کرنے کے متعلق احادیث کو سفیدی کو بڑھاپے کا نور قرار دینے والی احادیث کے لئے ناسخ سمجھا۔ [۲]

مسئلہ ۸۱ : خضاب زرد بہتر ہے خضابِ حنا وکتم سے اور حنا وکتم سے مرکب خضاب بہتر ہے تنہا حنا کے خضاب سے۔

سنن ابی داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضِبَ لِحْيَتَهُ بِالْحِنَاءِ فَقَالَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا ثُمَّ مَرَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ بَعْدَهُ قَدْ خَضِبَ بِالْحِنَاءِ وَالْكُتْمِ

---

[۱] مسند احمد، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۱۳۱۶۹۔

[۲] کذا فی المدارج ناقلا! عن المواهب

وفی المرقاة: واما قول ابن حجر رواية انس لم يخضب بناء على علمه فبعيد جدا فانه خادمه اللازم له بحيث لايخفى (ج۸ص۳۰۵)

فَقَالَ هٰذَا اَحۡسَنُ مِنۡ هٰذَا الۡأَوَّلِ وَ مَرَّ عَلَيۡهِ رَجُلٌ قَدۡخَضِبَ بِصُفۡرَةٍ فَقَالَ هٰذَا اَحۡسَنُ مِنۡ هٰذَا كُلِّهٖ "[1]

ترجمہ: ''نبی علیہ السلام کے پاس سے ایک شخص کا گذر ہوا جس نے حنا کا خضاب کیا تھا آپ نے تصویب وتعریف فرمائی، دوسرا گزرا جس نے حنا وکتم سے مرکب خضاب کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا خضاب اس (پہلے سے) سے بھی اچھا ہے پھر ایک اور صاحب گزرے جس نے زرد خضاب کیا تھا تو آپ نے اس کی تحسین فرماتے ہوئے پہلے دونوں پر اس کے خضاب کو ترجیح دی'' [2]

---

[1] ابوداؤ د میں تو یہ روایت نہیں ملی البتہ بعض دوسری کتب میں مندرجہ ذیل مقامات پر یہ حدیث موجود ہے:
مشکل الآثار للطحاوی، باب قد خضب بالحناء والکتم ، حدیث نمبر ۳۱۲۵،مصنف ابنِ ابی شیبة ج۳ص ۴۰.
وایضا فی المرقاة ج۸ص ۳۰۵

[2] خضاب کے متعلق مختلف صورتوں اور مختلف حالات کے اعتبار سے احکام میں کچھ تفصیل ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیارہ رنگ کے سوا دوسرے رنگوں کا خضاب علماء مجتہدین کے نزدیک جائز بلکہ مستحب ہے، اور سرخ خضاب حنا کا یا کچھ سیاہی مائل جس میں کتم شامل کیا جاتا ہے، مسنون ہے، اور جو خضاب خالص سیاہ ہو اس کی تین صورتیں ہیں، ایک بالاتفاق جائز ہے، ایک بالاتفاق ناجائز، اور ایک میں اختلاف ہے، جمہور علمائے امت کے نزدیک ناجائز اور بعض ائمہ کے نزدیک گنجائش ہے، پہلی صورت (جو بالاتفاق جائز ہے) یہ ہے کہ سیاہ خضاب کوئی مجاہد وغازی بوقتِ جہاد لگائے تاکہ دشمنوں پر رعب ظاہر ہو، دوسری صورت (جو بالاتفاق ناجائز ہے) یہ ہے کہ کسی کو دھوکہ دینے کی غرض سے سیاہ خضاب کریں، جیسے مرد عورت کو یا عورت مرد کو دھوکہ دینے اور اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرے وغیرہ، تیسری صورت یہ ہے کہ محض زینت کے لئے سیاہ خضاب کرے تاکہ اپنی بیوی کو خوش کرے، جمہور ائمہ ومشائخ اس صورت کو مکروہ فرماتے ہیں، اور امام ابو یوسف اور بعض مشائخ جائز قرار دیتے ہیں (تلخیص بتغیر من: جواہر الفقہ ج۲ص۴۲۷، وایضاً احسن الفتاویٰ ج۸ رسالہ ''طریق السداد لمحل الخضاب بالسواد'' وتقریرِ ترمذی ج۲ص۳۵۴)

فصل دوم

﴿خِتَامُہٗ مِسْکٌ﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق بحث

جمہور محدثین کا یہ قول ہے کہ نبی علیہ السلام نے خود خضاب استعمال نہیں فرمایا۔ [۱]

بدلیلِ حدیثِ صحیحین وغیرہما جو متعدد طرق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

”اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَخْضِبْ وَلَمْ یَبْلُغْ شَیْبُہٗ اِلَی الْخِضَابِ“ [۲]

ترجمہ: ”بے شک نبی علیہ السلام نے خضاب نہیں لگایا اور نہ آپ کے بالوں کی سفیدی خضاب لگانے کی حد تک پہنچی تھی“

اور بدلیلِ حدیثِ مسلم جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے:

”لَمْ یَخْتَضِبْ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اِنَّمَا کَانَ الْبَیَاضُ فِیْ عَنْفَقَتِہٖ وَفِی الصُّدْغَیْنِ وَفِی الرَّأْسِ نَبْذٌ“ [۳]

ترجمہ: ”پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے خضاب نہیں کیا اور آپ کی سپیدی صرف ریش بچہ، صدغین (کنپٹی کے بال) اور کچھ معدودے چند سر کے بالوں میں تھی“

نیز یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نبی علیہ السلام کے سفید بال اس قدر کم تھے، کہ تیل لگانے سے معلوم ہی نہ ہوتے تھے۔

---

[۱] والاصح انہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یفعلہ لانہ لم یحتج الیہ لانہ توفی ولم یبلغ شیبۃ عشرین شعرۃ فی رأسہ ولحیتہ بل کان سبع عشر کما فی البخاری وغیرہ (شامی ج۶ ص ۴۲۲، کتاب الحظر والاباحۃ)

[۲] ھذا الحدیث منقول فی المسلم بھذا اللفظ ”سألت انس بن مالک ھل کان رسول اللہ ﷺ خضب؟ فقال: لم یبلغ الخضاب کان فی لحیتہ شعرات بیض (مسلم، باب شیبہ ﷺ حدیث نمبر ۴۳۱۸)

[۳] مسلم، باب شیبہ ﷺ حدیث نمبر ۴۳۲۱۔

اور کہا گیا ہے کہ بیس تک بھی نہ پہنچے تھے، اور بعض نے سترہ یا اٹھارہ شمار کئے ہیں۔ [۱]

اور بعض محدثین نے اور بعض فقہاء نے نبی علیہ السلام کے خضاب کرنے کو ترجیح دی ہے۔

وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّهٗ ﷺ خَضَبَ فَاَشَارَ اِلٰی دَفْعِهٖ بِاَنَّ مُرَادَ اَنَسٍ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ فِيْ شَعْرِهٖ مَايَحْتَاجُ اِلَی الْخِضَابِ وَهُوَ لَايُنَافِي الْخِضَابَ الثَّابِتَ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ اَنَّهٗ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَصْبَغُ بِالصُّفْرَةِ [۲]

جس کی دلیل حدیثِ صحیحین وابوداؤد ونسائی کی وہ حدیث ہے جو عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ:

"يُصَفِّرُ لِحْيَتَهٗ بِالْوَرَسِ وَالزَّعْفَرَانِ" [۳]

ترجمہ: "نبی علیہ السلام ریش مبارک کو زرد خضاب کرتے تھے ورس (یعنی ایک قسم کی گھاس) سے اور زعفران سے"

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے صحیحین میں مروی ہے:

"رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَصْبَغُ بِالصُّفْرَةِ" [۴]

ترجمہ: " میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ زرد خضاب فرماتے تھے"

اور اسی طرح ابورمثہ سے مروی ترمذی کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے:

---

[۱] وکان اذاادهن لم يتبين فان لم يدهن تبين (مرقاة المفاتيح ج۸ ص ۳۰۵)
وفي الشامية: لانه توفي ولم يبلغ شيبه عشرين شعرة في رأسه ولحيته بل كان سبع شعرة كمافي البخاري وغيره (ج۲ ص ۴۲۲)

[۲] وحاصل الجمع انه ﷺ صبغ تلك الشعرات القليلة في حين من الاوقات وتركه في معظم الاوقات فاخبر كل بمارأى وكلاهما صادقان ويمكن ان يقال في نفس الصبغ اراد نفيه لصفة الدوام والاغلبية ومن اثبته اراد ثباته على سبيل الندرة (مرقاة ج۸ ص ۳۰۵)

[۳] وجد في النسائي بهٰذا اللفظ:
"رأيت ابن عمر يصفر لحيته بالخلوق فقلت يا أباعبد الرحمن انك تصفر لحيتك بالخلوق؟ قال اني رأيت رسول الله ﷺ يصفر بها لحيته "الخ (نسائی، باب الخضاب بالصفرة، حديث نمبر ۴۹۹۸)

[۴] وجد في الموطأ بهٰذا اللفظ "أما الصفرة فاني رأيت رسول الله ﷺ يصبغ بها" باب العمل في الاهلال حديث نمبر ۶۴۶.

" رَأَیْتُ الشَّیْبَ اَحْمَرَ " [۱]

ترجمہ: " میں نے (آپ کے) سفید بالوں کو سرخ (خضاب کیا ہوا) دیکھا "

اور حاکم نے اس حدیث کو بایں الفاظ نقل کیا ہے:

" وَشَیْبُهٗ اَحْمَرُ مَخْضُوْبٌ بِالْحِنَاءِ " [۲]

ترجمہ: " ان کے بڑھاپے کی سفیدی حنا سے خضاب کی ہوئی سرخ تھی "

اور ابنِ جوزی نے کتاب الوفا میں ابو رمثہ سے روایت کی ہے

" کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَخْضَبُ بِالْحِنَاءِ وَالْکُتْمِ " [۳]

ترجمہ: " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنا اور کتم سے خضاب فرماتے "

اور عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ سے بخاری میں منقول ہے:

" دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلْمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَخْرَجَتْ شَعْرًا مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَخْضُوْبًا " [۴]

ترجمہ: " میں ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے نبی علیہ السلام کے بالوں میں سے ایک بال نکالا جو خضاب شدہ تھا "

اور نیز شمائلِ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" رَأَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَخْضُوْبًا " [۵]

ترجمہ: " میں نے نبی علیہ السلام کے بال مبارک خضاب کئے ہوئے دیکھے "

اور بظاہر نبی علیہ السلام کے خضاب کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں منقول یہ روایات آپس میں متعارض ہیں۔

---

[۱] مسند احمد، باب حدیث ابی رمثة عن النبی ﷺ حدیث نمبر ۶۸۱۶.

[۲] مستدرک علی الصحیحین للحاکم، باب ذکر اخبار سید المرسلین ﷺ حدیث نمبر ۴۱۶۸.

[۳] دلائل النبوة للبیھقی، باب یخضب بالحناء والکتم، حدیث نمبر ۱۸۰. وکذا فی جمع الوسائل

[۴] بخاری، باب مایذکر فی الشیب ، حدیث نمبر ۵۴۴۷.

[۵] الشمائل المحمدیه للترمذی، باب رأیت شعر رسول اللّٰه ﷺ ، حدیث نمبر ۴۸.

خضاب کے مانعین اس تعارض کا دفیعہ یوں کرتے ہیں کہ ”شَیْبُهٗ اَحْمَرُ“ سے مراد یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے بال مبارک بذاتِ خود بڑھاپے کی وجہ سے سرخ ہو گئے تھے۔

چنانچہ (بسا اوقات) بال سفید ہونے سے پہلے سرخ ہو جاتے ہیں پھر سفید ہوتے ہیں۔

اور بعض روایات میں اس کے بعد جو ”مخضوبًا“ کا لفظ بھی آیا ہے وہ تشبیہ کے لئے ہے، یعنی یہ ذاتی سرخی خضاب کی طرح تھی۔

اور ورس وزعفران کے ساتھ داڑھی کو زرد کرنے سے مراد یہ ہے کہ نظافت کی غرض سے داڑھی کو ان خوشبودار چیزوں کے ساتھ دھوتے تھے، کیونکہ آپ خوشبو کو محبوب رکھتے تھے۔

اس استعمال سے بالوں کو رنگنا مقصود نہ تھا، جیسا کہ خضاب کے ثبوت کے قائلین نے گمان کیا ہے۔

اور نیز نبی علیہ السلام کبھی کبھار دفعِ حرارت اور صداع (سردرد کے علاج) کے لئے سر مبارک پر مہندی لگاتے تھے تو دیکھنے والوں نے جب نبی علیہ السلام کے بالوں کے رنگ کو متغیر دیکھا تو خضاب لگانے سے تعبیر کیا۔

اور اس امر کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے

يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ يَنْفَضُ رَأْسَه وَقَدِ اغْتَسَلَ وَ بِرَأْسِهٖ رَدْعٌ مِنْ حِنَاءٍ [1]

ترجمہ: ”آپ علیہ السلام اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ اپنے سر مبارک کو غسل کرنے کے بعد جھاڑ رہے تھے اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر مہندی لپی ہوئی تھی“

مدارج السالکین میں عبدالوہاب متقی سے منقول ہے کہ یہ خضاب کی غرض سے نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ کے بال مبارک سیاہ تھے اور سیاہ بالوں کو خضاب کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

بلکہ یہ مہندی لگانے سے مقصود صفائی اور بالوں کی پراگندگی کو دور کرنا تھا۔

اس غرض سے مہندی لگا کر پھر بالوں کو دھو دیا گیا اور پانی سے صفائی حاصل کر لی گئی تو جو چند بال سفید ہو گئے تھے وہ مہندی کے رنگ سے رنگ گئے۔

---

[1] الشمائل المحمدیه للترمذی، باب رأیت شعر رسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۴۷.

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس جو خضاب شدہ بال تھے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے خود ان کو خضاب کیا تھا۔

بلکہ حضرت امِّ سلمہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے تبرک کی غرض سے ان بالوں کو خوشبو میں بسایا تھا، جس کی وجہ سے یہ رنگین ہوگئے یا بالوں کو مضبوط و پائیدار کرنے کی غرض سے انہوں نے ان بالوں کو کوئی رنگ دیدیا۔

جس کی تائید دار قطنی میں منقول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے

"لَمّا مَاتَ النبِیُّ صَلَّی اَللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ خَضَّبَ مَن کَانَ عِندَهُ شَیئٌ مِنُ شَعُرِهٖ لِیَکُونَ اَبُقٰی" [1]

اور ملا علی قاری (ان متعارض روایات میں) تطبیق یوں کرتے ہیں کہ راوی نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اس حالت میں دیکھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو تیل لگائے ہوئے تھے تو اس وقت وہ چند سفید بال سیاہ بالوں میں اوجھل ہوگئے تھے نظر نہ آتے تھے جس سے راوی یہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا ہے۔

راقم الحروف (مؤلفِ کتاب) کہتا ہے کہ اس صورت میں تو سیاہ خضاب کا ہی احتمال ہوسکتا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ خضاب استعمال کرنا کسی روایت میں ثابت نہیں بلکہ آپ ﷺ نے سیاہ خضاب کی ممانعت فرمائی ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

اور جو اہلِ علم آپ علیہ السلام کے خضاب کرنے کے قائل ہیں۔

وہ تطبیقِ روایات یوں کرتے ہیں کہ یہ اختلاف بسببِ وقت اور زمانے کے اختلاف کے ہے یعنی خضاب کی نفی کرنے والوں نے جب آپ ﷺ کے بالوں کو خضاب کیا ہوا نہیں دیکھا جیسا کہ عام عادت آپ علیہ السلام کی یہی رہی تو انہوں نے خضاب استعمال نہ کرنے کی خبر دی۔

اور خضاب کے ناقلین نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو کسی وقت میں مخضوب (رنگا ہوا) دیکھا تو اس وقت کی خبر دی۔

---

[1] فتح الباری لابن حجر، باب صفة النبی ﷺ جزء ۱۰ صفحہ ۳۵۶.

کیونکہ بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا ہے۔

پس ہر ایک نے اپنے مشاہدے کے وقت کی خبر دی اور ہر ایک اپنی خبر میں سچا اور حق بجانب ہے۔ [1]

رہا عسقلانی کا یہ نقل کرنا:

''لَمْ يَبْلُغِ الْخِضَابَ''

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک خضاب لگانے کی حد تک پہنچے ہی نہ تھے (یعنی سفید نہ ہوئے تھے)''

اس سے خضاب کے استعمال کی نفی نہیں ہوتی کہ باوجود بالوں کا قابل خضاب نہ ہونے کے بھی آپ ﷺ نے خضاب استعمال فرمایا ہو۔

راقم الحروف (مؤلفِ کتاب) کہتا ہے کہ اس توجیہ سے حدیث ''لم یخضب'' کی تطبیق نہیں ہوتی (کیونکہ بعض روایات میں ''لم یبلغ الخضاب'' کی جگہ ''لم یخضب'' آیا ہے)

اور امام نووی علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا ہے کہ مختار یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت خضاب استعمال فرمایا ہے، جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے۔ اس روایت کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ [2]

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں عمومی سفیدی باوجود عمر کے تقاضے کے نہ آنے میں محدثین نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ عموماً عورتیں (طبعاً) بڑھاپے کو ناپسند کرتی ہیں اور جو کوئی نبی علیہ السلام کی کسی بھی حالت کو ناپسند کرے (خواہ طبعاً ہی ہو) اس کا اسلام کیونکر باقی رہے گا (پس اس میں گویا کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات، امہاتُ المومنین رضی اللہ عنہن کی رعایت اور ان پر شفقت بھی ملحوظ تھی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ہے کہ بلاشبہ جوانی قوت وطاقت

---

[1] وحاصل الجمع انه ﷺ صبغ تلک الشرعات القليلة فی حين من الاوقات وتركه فی معظم الاوقات فاخبر كل بمارأى وكلاهما صادقان ويمكن ان يقال فی نفس الصبغ اراد نفيه لصفة الدوام والاغلبية ومن اثبته اراد ثباته على سبيل الندرة(مرقاة ج۸ص۳۰۵)

[2] وقال النووی:والمختارانه ﷺصبغ فی وقت، وتركه فی معظم الاوقات ،فاخبر كل بمارأى ، وهو صادق وهذاالتاويل كالمتعين ،فحديث ابن عمر فی الصحيحين ولايمكن تركه، ولاتاويل له ،والله اعلم(شرح النووی على مسلم تحت حديث رقم ۴۳۱۸، كتاب الفضائل)

اور رعب و ہیبت کے اعتبار سے دین کے دشمنوں کی نظر میں ایک کمال کی صفت وحالت ہے۔
اور اس کو دین کی تقویت اور اسلام کی شان وشوکت کے اظہار میں بھی دخل ہے خصوصاً دورِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کیونکہ اس وقت اللہ کے راستے میں جہاد اور کافروں کے ساتھ جنگ وقتال کی آئے دن نوبت آتی رہتی تھی۔
اس بناء پر خداوند قدوس کی حکمتِ بالغہ کا تقاضہ یہ ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑھاپے کی حالت میں جو عجز وکمزوری کی صورت نظر آتی ہے، اس سے متصف نہ فرمائیں۔
اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خضاب لگانے کی ترغیب اور اجازت دینا بھی اسی غرض سے تھا کہ جوانوں کی سی حالت وصورت ہی باقی رہے۔
باقی کچھ گنے چنے بالوں کا سفید ہو جانا وہ خوف وخشیت کے غلبے کی وجہ سے تھا۔
جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

شَيَّبَتْنِي هُودُ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتِ وَعَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ وَاِذَالشَّمْسُ كُوِّرَتْ(ترمذی حدیث نمبر ۳۲۱۹)

ترجمہ: ''مجھے ان مذکورہ صورتوں نے بوڑھا کر دیا''

اور یہ اس حد تک سفیدی نہ تھی کہ شباب وجوانی کی حالت اور شکل وصورت میں خلل اور تبدیلی پیدا کر دے اور نہ ہی یہ بڑھاپے کی نورانیت اور وقار کے منافی حالت تھی (بلکہ اسی قدر قلیل سفیدی سے بڑھاپے کی نورانیت ووقار بھی حاصل ہو گیا)
اور ختم کرتے ہیں ہم اس رسالہ کو اللہ جل شانہٗ کی شکرگزاری کے ساتھ جو کہ بے راہ روی اور گمراہی سے بچانے والے ہیں اس نعمت پر کہ اس نے ہمیں یہ رسالہ لکھنے کی توفیق بخشی اور ہم درود بھیجتے ہیں، اس (ذات بابرکات نبی علیہ السلام) پر جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے چنا، اور آپ ﷺ کے گھرانے پر اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر جو کہ بزرگی اور مرتبے والے ہیں فقط۔

ختم شد رسالہ ھدایۃ النور۔

مترجم

تلمیذ محمد امجد حسین متخصص فی الفقہ دارالافتاء ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی محرم ۱۴۲۰ھ اپریل 1999ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ نمبر (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد [۱]

اس سلسلہ میں روایات میں بہت ہی اختلاف ہے۔

معروف، معتمد اور مرجح علماء کے نزدیک وہ ہے جو سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے، عمرۂ حدیبیہ دوسرا جبکہ کفار نے آئندہ سال آپ ﷺ کے عمرہ کرنے پر اتفاق کیا، تیسرا جعرانہ سے اور چوتھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے ساتھ کیا۔''

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بالفاظ مختلفہ نقل کی ہے۔

اور زرقانی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔

چنانچہ صحیحین، سنن ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ (تابعی) سے روایت ہے کہ:

''میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کئے؟

---

[۱] ملحوظہ: کتاب کے شروع کے حصے میں حضور نبی کریم ﷺ کے حج وعمروں کے مواقع پر بال منڈوانے کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو ص ۳۳)

لیکن اس میں بجائے حدیبیہ کے فتح مکہ کے موقع پر بال منڈوانے کا ذکر کیا ہے، جس کی وضاحت وہاں موقعہ پر حاشیہ میں بھی مختصراً کر دی گئی ہے، چونکہ آپ ﷺ کے بال منڈوانے کا ثبوت آپ کے عمروں اور حج کے مواقع پر ہی ملتا ہے۔

ذیل کا مضمون آپ علیہ السلام کے عمروں کے متعلق محقق ومحدثِ وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمۃ کی نہایت بلیغ تحقیق ہے، جو افادہ مزید کے لئے کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ کا یہ مضمون آپ کی عربی تصنیف ''حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ'' کا ایک باب ہے، جس کا ترجمہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے (مترجم)

فرمایا ایک! اور آپ ﷺ نے عمرے چار کئے۔'' الحدیث

اور حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے جو سب کے سب ذوالقعدہ میں ہوئے۔

پہلا: عمرۂ حدیبیہ؛ یہ سب سے پہلا عمرہ تھا جو ۶ھ میں ہوا، مگر مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام حدیبیہ میں آگے جانے سے روک دیا۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر قربانی کے اونٹ (بُدْنہ) نحر کئے (اور حلق بھی کیا، مترجم)

دوم: عمرۃُ القضاء؛ جو اگلے سال ہوا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے وہاں تین دین قیام فرمایا، اور عمرہ پورا کرکے واپس لوٹ آئے۔

سوم: وہ عمرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ ادا کیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔

چہارم: وہ عمرہ جو جعرانہ سے ادا فرمایا جبکہ آپ ﷺ حنین تشریف لے گئے تھے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے مکہ کی جانب واپس آئے پس جعرانہ سے عمرہ کیا۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے جو سب کے سب ذوالقعدہ میں ہوئے، سوائے اس عمرہ کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ ادا فرمایا'' الخ

اور اس روایت کے وہ روایت مناقض نہیں جو صحیحین میں حضرت برّا ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے قبل ذوالقعدہ میں دو عمرے کئے''

کیونکہ حضرت برّا ابن عازب رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ ایسے دو مستقل عمرے کئے جو پورے بھی ہوئے اور کوئی شک نہیں کہ وہ دو ہی تھے، کیونکہ عمرہ قران مستقل نہیں تھا، اور عمرہ حدیبیہ پورا نہیں ہو سکا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ سلم کو اس سے روک دیا گیا تھا۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔'' الحدیث۔

یہ حدیث امام احمد نے روایت کی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے درمیان کہ:

''سب عمرے ذوالقعدہ میں ہوئے سوائے عمرہ قران کے۔''

اور حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کے درمیان کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ نہیں کیا مگر ذوالقعدہ میں''

کوئی تناقض نہیں، کیونکہ عمرہ قران کی ابتدا ذوالقعدہ میں ہوئی تھی، اور انتہا ذوالحجہ میں اس وقت ہوئی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج پورا ہوا۔

پس حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابتداء کی خبر دی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انتہا کی۔

لیکن ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ:

''آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے، ان میں سے ایک رجب میں ہوا''

یہ ان کا وہم ہے (رضی اللہ عنہ)، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمرہ بھی کیا وہ (ابنِ عمر) اس موقع پر موجود تھے، مگر آپ ﷺ نے کبھی رجب میں عمرہ نہیں کیا''

باقی رہی وہ روایت جو دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے کہ:

''میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں عمرہ کے لئے نکلی، پس میں نے روزہ رکھا اور آپ ﷺ نے افطار کیا۔ آپ ﷺ نے نماز قصر کی اور میں نے پوری پڑھی، پس میں نے عرض کیا کہ:

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ﷺ نے افطار کیا اور میں نے روزہ رکھا،

آپ ﷺ نے قصر کیا اور میں نے پوری نماز پڑھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ! تو نے اچھا کیا۔''

پس یہ حدیث غلط ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی رمضان میں عمرہ نہیں کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد اور ان کا وقت دونوں طے شدہ چیز ہیں۔

اس لئے اس حدیث کے جواب میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ام المومنین رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں کبھی عمرہ نہیں کیا، اور خود عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

آپ ﷺ نے صرف ذوالقعدہ ہی میں عمرہ کیا ہے۔

ان کا یہ قول ابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے؛ اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کے عمرے چار سے زائد نہیں تھے۔

اب اگر رجب کا عمرہ بھی ہوتو پانچ اور اگر رمضان المبارک میں بھی کیا تو چھ ہوگئے، اور یہ کہنا کہ بعض عمرے رجب اور بعض رمضان میں اور بعض ذوالقعدہ میں ہوئے، خلاف واقعہ ہوگا، جبکہ واقعہ یہی ہے کہ آپ ﷺ کے عمرے ذوالقعدہ ہی میں ہوئے۔

جیسا کہ حضرات انس، ابن عباس اور سیدہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا۔

امام مالک موطا میں نقل فرماتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کئے ہیں، حدیبیہ والے سال، قضا والے سال، جعرانہ والے سال۔

علامہ باجی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کا تین عمرے بتانا ان کے اپنے مذہب کے موافق ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران ادا فرمایا تھا، وہ چار عمرے شمار کرتے ہیں''

مطلب یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے حج والا عمرہ اسی لئے ذکر نہیں کیا کہ وہ حج میں ہی داخل ہے۔

حاصل یہ کہ جو حضرات چار عمروں کے قائل ہیں وہ حدیبیہ والا عمرہ بھی شمار کرتے ہیں، کیونکہ اس میں

عمرہ کے بہت سے احکام مثلاً احرام، شکار، خوشبو، میقات، لباس، احصار، فدیۂ اذیٰ، حلق، قصر اور نحر وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

علامہ باجی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسے عمرہ کہنا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ عمرہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تام سمجھا جائے، اگرچہ اس میں بیت اللہ شریف سے روک ہی دیا گیا اور ایسے شخص پر قضا نہیں ہوتی جسے بیت اللہ شریف سے روک دیا گیا ہو۔

حافظ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن التین فرماتے ہیں کہ لوگوں کا عمرۂ حدیبیہ کو شمار کرنا جس میں بیت اللہ شریف سے روک دیا گیا تھا، اس کے کامل عمرہ ہونے کی دلیل ہے اور اس میں جمہور کے اس قول کی صحت کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ جو شخص بیت اللہ شریف سے روک دیا گیا ہو اس پر قضا واجب نہیں، اور یہ قول احناف کے خلاف ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ اس بحث کی تفصیل عمرۃ القضا کے بیان میں آئے گی اور اسی طرح حضرات علماء نے عمروں کی فہرست میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمرہ بھی شامل کرلیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج مبارک کیساتھ تھا، اس لئے کہ قارن وہی ہوتا ہے جو حج وعمرہ اکٹھے ادا کرتا ہے، اور جو حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین عمرے بتلاتے ہیں، ممکن ہے کہ وہ حج والے عمرے کو اسی میں داخل اور تابع سمجھ کر شمار نہ کرتے ہوں، یا جعرانہ والے عمرے کو شمار نہ کرتے ہوں، کیونکہ وہ رات میں ہونے کی وجہ سے مخفی رہا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں بوقت صبح ایسے ہی موجود تھے گویا رات وہیں گزاری تھی، یا پھر حدیبیہ والے عمرے کو شمار نہ کرتے ہوں گے کہ وہ پورا ادا نہ ہوسکا تھا۔

اور جو حضرات کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو بار عمرہ کیا تو انہوں نے عمرۃ الحج کو (داخل حج) اور عمرۃ الحدیبیہ کو ناتمام سمجھتے ہوئے شمار نہیں کیا، بلکہ صرف ان دو عمروں کو شمار کیا جو مستقل اور کامل واقع ہوئے، جیسا کہ حافظ ابن قیّم کے کلام میں گزرا۔

اور ممکن ہے کہ انہوں نے حدیبیہ اور قضا والے عمروں کو شمار کیا ہو اور جعرانہ والا ان پر مخفی رہا ہو، البتہ یہ توجیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں درست نہ ہوگی کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو بار عمرہ کیا''

کیونکہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمرہ بھی کیا، ان کی موجودگی میں کیا اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے......الخ''

جیسا کہ لامع کے حاشیہ میں امام احمد اور ابوداؤد رحمہما اللہ کی روایت سے منقول ہے۔

پس ظاہر یہی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں صرف ان دو عمروں کو شمار کیا ہے جو مستقل طور پر پورے ادا کئے گئے، یعنی عمرۃ القضا اور عمرۂ جعرانہ۔

(ماخوذ از ''حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ، مترجم مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ نمبر (۲)

مآخذ ومراجع اور مصنفین کا اجمالی تعارف

رسالہ ھدایۃ النور میں جن کتب کے حوالے اور عبارات دی گئی ہیں ان کا اوران کے مصنفین کا اجمالی تعارف ملاحظہ ہو۔ بعض کتابیں جو غیر معروف ہیں یا ان کا حال معلوم نہ ہوسکا ان کے علاوہ تقریباً تمام قابل ذکر کتب کا تعارف شامل ہے (مترجم)

(......الف......)

(۱)......التجنیس والمزید

صاحب ھدایہ ابوالحسن علی بن ابوبکر المعروف برہان الدین مرغینانی علیہ الرحمہ کے فتاوٰی کا مجموعہ ہے۔ ولادت ۵۱۱ھ وفات ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ کو ہوئی۔

(۲)......احیاءُ العلوم

حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی علیہ الرحمہ کی مشہور تصنیف ہے۔

دین کے احکام اور شریعت کے اسرار وحقائق پر نادر روزگار تصنیف ہے، امام موصوف جامع الکمالات امام وقت اور مجدد ملت تھے۔

صوفی، فقیہہ، متکلم، حکیم وفلسفی سب کچھ تھے۔

وفات ۵۰۵ھ میں ہوئی۔

(۳)......خزانۃُ الروایات

گجرات (ہند) کے ایک حنفی قاضی کا فروعات پر مشتمل مجموعہ ہے (کشف الظنون ۷۰۲/۱)

(۴)......خلاصۃ الفتاویٰ

شیخ طاہر بن احمد بخاری متوفی ۵۴۲ھ کی تالیف ہے۔
فقہ حنفی کے مسائل میں معتمد و معتبر کتاب شمار ہوتی ہے۔

(۵)......السراج الوھاج

اس نام کی چار کتابوں کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے کیا ہے:

اوّل السراج الوھاج فی ازدواج المعراج حافظ شمس الدین دمشقی متوفی ۸۴۳ھ کی، دوم طرسوسی کی، سوم امام کمال الدین کاشانی متوفی ۷۳۰ھ کی جو کہ فارسی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ چہارم مختصر قدوری کی شرح ہے۔

یہاں یہی موخرالذکر مراد ہے، پورا نام اس کتاب کا ''**السراج الوھاج لکل طالب و محتاج**'' ہے۔ مئولف علامہ حداد ابوبکر بن علی الزبیدی متوفی ۸۰۰ھ ہیں یہ کتاب آٹھ جلدوں میں تھی پھر خود شارح موصوف نے اس کی تلخیص الجوہرۃ النیرہ کے نام سے کی (کشف الظنون ۲/۹۸۴)

(۶)......الکافی

اس نام کی بہت سی کتابیں ہیں۔ چاروں فقہی مذاہب میں سے ہر مذہب کے مسائل وفروعات پر اس نام سے کتاب موجود ہے جیسے:

الکافی فی فروع الحنفیه، الکافی فی فروع المالکیه، الکافی فی فروع الشافعیه، الکافی فی فروع الحنبلیه.

ان کے علاوہ خود مذہب حنفیہ میں شروحات اور کتابیں اس نام سے لکھی گئیں مثلاً الکافی شرح اصول بزدوی، الکافی فی شرح الوافی، الکافی فی القراآت السبع، الکافی فی النحو وغیرہ۔ ان سب کتب کا صاحب کشف الظنون نے تذکرہ کیا ہے۔

یہاں غالباً الکافی للحاکم الشہید حنفی متوفی ۳۳۴ھ مراد ہے، حاکم شہید نے یہ کتاب امام محمد کی کتابوں کی جمع وترتیب اور تلخیص کے طور پر لکھی ہے۔

اس طرح اس کتاب میں امام محمد کی چھ کی چھ کتب اصول کا جو ظاہر الروایہ سے موسوم ہیں خلاصہ

آ گیا، حاکم شہید کی دوسری کتاب المنتقٰی ہے جو فقہ حنفی کی سینکڑوں کتابوں کا عطر ہے۔ اور نوادر، نوازل اور واقعات کا عظیم مجموعہ ہے۔

(۷)......المنہاج

امام نووی علیہ الرحمہ کی مسلم شریف کی معروف شرح ہے۔

(۸)......المنسک لعلی قاری

حج وعمرہ کے مسائل کا عظیم مجموعہ ملا علی قاری حنفی کی ہے (جن کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے) مناسک ملا علی قاری کے نام سے مشہور ہے جو علامہ سندھی کی لباب المناسک کی شرح ہے۔ مناسک ملا علی قاری کا پورا نام ''المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط'' ہے۔

(۹)......ابوداؤد

حدیث شریف کی مشہور کتاب صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔

صحیحین کے بعد بہت سوں نے اسی کو تیسرے نمبر پر رکھا ہے۔ اس کے مولف امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث علیہ الرحمہ ہیں۔

آپ کی ولادت ۲۰۲ھ اور وفات ۲۷۵ھ میں ہوئی۔ آپ کی جلالت شان اور علم حدیث میں سیادت وامامت امت میں مسلّم ہے۔ ابوداؤد کے چار نسخے آپ کے راویوں سے نقل ہوئے ہیں جن میں تھوڑا تھوڑا اختلاف واقع ہوا وہ چار نسخے یہ ہیں۔ ابن داسہ کا نسخہ متوفی ۳۴۵ھ۔ عمرو لؤلؤی بصری متوفی ۳۲۱ھ کا نسخہ۔ پاک وہند اور زیادہ تر بلادِ مشرق میں یہی نسخہ رائج ہے۔ اس نسخے کو دوسرے نسخوں پر ترجیح وامتیاز حاصل ہے کیونکہ یہ نسخہ امام کا آخری سال کا املاء کردہ ہے۔ ۲۷۵ھ میں امام کی وفات ہوئی اسی سال لؤلؤی نے آپ سے اس کا سماع کیا۔

تیسرا نسخہ حافظ ابوعیسٰی اسحاق بن موسٰی رملی متوفی ۳۲۰ھ کا لکھا ہے جو امام موصوف کے کاتب بھی تھے۔

چوتھا نسخہ حافظ ابن اعرابی متوفی ۳۴۰ھ کا ہے یہ نسخہ بہت مختصر ہے مکمل نہیں۔ ان چار نسخوں کے علاوہ کچھ غیر معروف نسخے بھی ابوداؤد کے تھے۔

(۱۰)......النہایہ فی غریب الحدیث (یا غریب الاثر)

امام ابن اثیر جزری (مبارک بن ابی بکر) متوفی ٦٠٦ھ کی ہے۔

اس کتاب پر بعد میں صفی الدین محمود متوفی ۷۲۳ھ نے اضافہ کیا۔ پھر اس کا اختصار عیسٰی بن محمد صفوی متوفی ۹۵۳ھ نے کیا نیز علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے بھی الدر النثیر کے نام سے اس کا اختصار لکھا (کشف الظنون ۲/۱۹۸۹)

(۱۱)......المطالبُ المومنین

فقہ حنفی کے مسائل پر ایک کتاب ہے۔

(۱۲)......الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب

علامہ ابن عبد البر القرطبی متوفی ۴۶۳ھ کی عظیم وضخیم کتاب ہے۔

اس کی ایک شرح روضۃ الاحباب فی مختصر الاستیعاب کے نام سے شہاب الدین احمد بن یوسف علیہ الرحمہ نے لکھی۔ فن جرح وتعدیل پر ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے الاصابہ میں فرمایا ہے کہ اسماء اور کنیتوں کو ملا کر تقریباً ساڑھے تین ہزار اصحاب کا اس میں تذکرہ ہے پھر ابو بکر بن فتحون مالکی نے اس کا تکملہ استدراکاً لکھا جس میں مزید اتنے حضرات کے حالات جمع کئے جتنے اصل کتاب میں تھے امام ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جتنے حضرات کے احوال اس میں مذکور ہیں شائدان کی تعداد آٹھ ہزار کے لگ بھگ ہے (کشف الظنون ۱/۸۱)

(۱۳)......الاصابہ فی تمیز الصحابہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر المعروف بابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ الشافعی (متوفی ۸۵۳ھ) کی فن رجال پر مشہور ضخیم کتاب ہے۔

اس کا اختصار علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے عین الاصابہ کے نام سے کیا تھا، الاصابہ میں الاستیعاب اور اس کے تکملہ اور اسد الغابہ کے رجال کے احوال اپنے طریق پر جمع کئے ہیں اور بہت کچھ اضافات بھی مولف علیہ الرحمہ نے فرمائے ہیں استدراکاً۔

(۱۴)......الشمائل للترمذی

امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی (پیدائش ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ) کی ہے۔

آپ کی شہرہ آفاق تصنیف سنن الترمذی ہے جو صحاح ستہ میں تیسرے یا چوتھے نمبر پر ہے۔ شمائل ترمذی بھی آپ کا ایسا کارنامہ ہے کہ امت محمدیہ اس کے لئے بھی آپ کی بہت ممنون احسان ہے۔ نبی علیہ السلام کے عادات وخصائل اور صورت وسیرت اور رفتار وگفتار اور معمولات زندگی کے بیان پر یہ کتاب دریا بکوزہ ہے۔ اس میں آپ نے چار سو حدیثوں میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا صورت وسیرت بیان فرمایا ہے۔ اس کی متعدد شروحات ہیں۔ جزا اللہ عنا وعن جمیع المسلمین۔

(۱۵)......الاختیار لتعلیل المختار

متن وشرح دونوں امام عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی (متوفی ۶۸۳ھ) کی ہیں، فقہ حنفی کی اہم کتب میں اس کا شمار ہے۔

(۱۶)......الغریبین (غریب القرآن والحدیث)

احمد بن محمد الحصروی (متوفی ۴۰۱ھ) کی ہے۔

قرآن مجید واحادیث مبارکہ کی نادر لغات کی شرح ووضاحت میں عمدہ کتاب ہے۔ بعد میں اس کا اختصار وزیر ابوالمکارم علی بن محمد (متوفی ۵۶۱ھ) نے کیا۔ پھر اس پر ابن عسکر (متوفی ۶۳۶ھ) نے اضافات کئے، محمد بن عمر الاصبھانی المدینی (متوفی ۵۸۱ھ) نے اس کا تکملہ وتتمہ بھی لکھا تھا۔

(۱۷)......المغرب (فی اللغۃ)

امام ناصر بن عبدالسید المطرزی متوفی ۶۱۰ھ کی ہے۔

لغت کی اہم کتابوں میں شمار ہوتی ہے، یہ مصنف علام کی دوسری ضخیم کتاب المعرب کا اختصار ہے جیسا کہ ابن شہنہ نے الجواھر کے حاشیہ پر لکھا ہے جبکہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے معرب کو مغرب کی شرح بتلایا ہے (کشف الظنون ۲/۱۷۴۷)

(۱۸)......المجموع (فی فروع الشافعیہ)

حسین بن شعیب المعروف بابن سنجی متوفی ۴۳۰ھ کی کتاب ہے (کشف۲/۱۶۰۶)

(۱۹)......الروضہ فی الفروع (روضۃ الطالبین)

امام نووی علیہ الرحمہ کی ہے یہ امام رافعی کی فتح العزیز شرح الوجیز کا اختصار ہے۔

(۲۰)......المحیط (سرخسی)

امام رضی الدین محمد بن محمد سرخسی علیہ الرحمہ متوفی ۵۷۱ھ کی ہے۔

آپ فقہائے احناف میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔محیط کے نام سے آپ کی تین الگ الگ کتابیں ہیں کبیر،صغیراور متوسط،محیط میں اصول وفروع،نوازل اورنوادر سب کوجمع کیا ہےاس لئے یہ نام رکھا

(۲۱)......المؤطالالامام مالک علیہ الرحمہ

امام مالک علیہ الرحمہ کی علم حدیث پر عظیم کتاب جس کو اپنے زمانے میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا تھا بعد میں یہ لقب صحیح بخاری کو ملا اس لئے کہ موطا کی تمام احادیث بخاری میں آ گئی ہیں۔امام مالک علیہ الرحمہ کا سن وفات ۱۷۹ھ ہے۔

(۲۲)......المواھب

شاید المواھب اللدنیہ بالمنح المحمد یہ مراد ہے جو امام ابو العباس احمد بن محمد القسطلانی المصری متوفی ۹۲۳ھ کی ہے۔

(۲۳)......البزازیہ فی الفتاوٰی

شیخ الامام محمد بن محمد المعروف ابن بزاز الکردری الحنفی (متوفی ۸۲۷ھ) کی ہے۔

یہ فتاوٰی کا عمدہ ذخیرہ ہے جو فقہ وفتاوٰی کی بڑی اور معتبر کتب سے انتخاب کیا گیا ہے۔اصل نام کتاب کا الجامع الوجیز ہے۔

(۲۴)......القاموس المحیط

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیر وزآبادی الشیرازی علیہ الرحمہ متوفی ۸۱۷ھ۔

عربی لغت وادب کا عظیم ذخیرہ اور مہتم بالشان کتاب ہے۔ صنعانی کی العباب اور ابن سیدہ کی المحکم کو بنیاد بنا کر ساٹھ جلدوں میں لغت کا عظیم دفتر مرتب ہوا پھر خود مصنف نے اس کا اختصار کر کے یہ قاموس ترتیب دی (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کشف الظنون ۲/۱۳۰۷)

(۲۵)......الصراطُ المستقیم (نجاۃ الطالبین فارسی)

عبدالوھاب صابونی اور امیر حسین بن حسن المتوفی ۸۱۷ھ کی ہے۔

(۲۶)......المدخل لابنُ الحاج (پورا نام مدخل الشرع الشریف علی المذاہب الاربعہ)

امام ابن الحاج ابوعبداللہ محمد بن محمد العبدری المالکی علیہ الرحمہ متوفی ۷۳۷ھ کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں اس کتاب کی تعریف کی ہے:

”هو كثير الفوائد كشف فيه من معائب و بدع فعلها الناس ويتساهلون فيها و اكثرها مما ينكر و بعضها مما يحتمل“

اس کی تالیف ۷۳۲ھ میں ہوئی ہے۔

(۲۷)......ابنِ ماجہ

ابوعبداللہ محمد ابن ماجہ قزوینی (ماجہ نسبت زیادہ مشہور قول کے مطابق ماں کی طرف ہے)

پیدائش ۲۰۹ھ وفات ۲۷۳ھ، آپ بالفاظ ذہبی حافظ الحدیث، صدوق اور وافر العلم تھے، سنن، تاریخ، تفسیر وغیرہ علوم کے عارف تھے۔

آپ کی سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل اور بقول حافظ ابن حجر سنن احکام میں عمدہ اور جامع کتاب ہے۔ حافظ ابن کثیر البدایہ میں فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ابن ماجہ کے علم وعمل، تبحر، اطلاع اور اصول و فروع میں ان کی اتباع سنت پر دلیل ہے۔ حفاظ حدیث اس کو سنن ابوداؤد، اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں (کما قال المحدث ابوالقاسم قزوینی فی تاریخہ)

(۲۸)......اسدُ الغابہ فی معرفۃ الصحابہ

عزالدین علی بن محمد الجزری المعروف ابن اثیر رحمہ اللہ پیدائش ۵۵۵ھ وفات ۶۳۰ھ کی ہے۔

آپ حدیث، سیر اور تاریخ کے جلیل القدر امام تھے۔ یہ کتاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوانح اور تعارف کا دائرۃ المعارف ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوانح کے باب میں تمام کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے، سیرت طیبہ کے علاوہ تقریباً ساڑھے سات ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات اس میں زیر بحث آئے ہیں، صحت وجامعیت میں بھی یہ کتاب لاجواب ہے۔

المیزان نے قریبی عرصہ میں اس کا اردو ترجمہ تین ضخیم جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اس کے سات حصوں کا ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنوی علیہ الرحمہ کا کیا ہوا تھا اس وقت یہ اتنی ہی ملتی تھی۔ باقی حصوں کا ترجمہ ایک اور صاحب علم جناب پروفیسر غلام ربانی مرحوم کا کیا ہوا ہے۔ ادارہ المیزان نے ازسر نو اس کے ترجمہ کو اپ ٹو ڈیٹ کیا ہے اور اس کی بیروت کے شائع شدہ نسخے کے مطابق تجدید و ترتیب قائم کی ہے۔ جزاﷲ عنا وعن جمیع المسلمین.

(۲۹)......الطریقۃ المحمدیہ

مواعظ حسنہ اور اسلامی آداب پر مشتمل معروف جلیل القدر کتاب ہے۔

شیخ محمد بن پیر علی المعروف برکلی متوفی ۹۸۱ھ کی تالیف ہے۔

کتاب تین بابوں میں ہے پہلے باب میں تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل الاعتصام بالکتاب والسنہ، دوسری فصل اصول واحکام البدعۃ تیسری فصل الاقتصاد پر ہے، دوسرے باب میں بھی تین فصلیں تصحیح العقیدہ، العلوم المقصودہ بالغیر اور تقویٰ پر ہیں۔ اس طرح پوری کتاب بہت اہم شرعی مباحث پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کی تلخیصات اور شروح آئندہ زمانوں میں بہت علماء نے لکھیں بعض شرحیں اس کی ترکی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اس کے شارحین میں علامہ عبدالغنی نابلسی دمشقی متوفی ۱۱۴۴ھ بھی ہیں، ان کی شرح ''الحدیقۃ'' نامی ہے۔

مولانا رجب بن احمد کی شرح ''الوسیلۃ الاحمدیہ والذریعۃ السرمدیہ'' ہے۔ قطب العارفین ابوسعید الخادمی متوفی ۱۱۶۸ھ کی شرح بریقہ محمودیہ ہے۔ یہ بریقہ محمودیہ دو جلدوں میں کوئٹہ (پاکستان) کی چھپی ہوئی ہمارے پیش نظر ہے۔

(۳۰)......اشعۃُ اللمعات

شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین بخاری محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ کی فارسی زبان میں مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ہے۔

(۳۱)......السنن البیہقی

ابوبکراحمد بن حسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کی علم حدیث پرمعروف کتاب ہے۔

(۳۲)......الغرائب

شائدغرائب المسائل مراد ہے احمد بن محمد صاحب مجمع الفتاوٰی کی ہے۔
یہ مجمع الفتاوٰی سے ہی غریب ونادر مسائل کا اختصار کے ساتھ انتخاب ہے (کشف الظنون)

(......ب......)

(۳۳)......بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی معروف بہ ملک العلماء کاسانی المتوفی ۵۸۷ھ کی ہے۔
یہ تحفۃ الفقہاء کی سات ضخیم جلدوں میں شرح ہے،تحفۃ الفقہاء علامہ علاء الدین محمد بن احمد حنفی سمرقندی متوفی ۵۴۰ھ کی ہے۔علامہ علاء الدین مؤلف تحفۃ الفقہاء کی لائق عالمہ فاضلہ،فقیہ بیٹی فاطمہ تھی جن کی شادی ملک العلماء کاسانی صاحب بدائع والصنائع سے ہوئی۔
مشہور ہے کہ صاحب تحفۃ الفقہاء نے اپنی اس قابل بیٹی کے رشتے کے لئے یہ شرط لگائی تھی کہ جو عالم فقیہ میری کتاب تحفۃ الفقہاء کی شرح لکھے گا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا۔علامہ کاسانی بدائع الصنائع لکھ کراس شرط پر پورے اترے۔واللہ اعلم۔
فاطمہ کی سعادت مندی کے لئے خوداس کا فقیہ ہونا کیا کم تھا کہ شوہر بھی فقیہ ملا اوروالد بھی وقت کے امام وفقیہ تھے۔لکھا ہے کہ ان کے ہاں سے جب فتویٰ صادر ہوتا تو فاطمہ کے والداورشوہر کے ساتھ ساتھ خود فاطمہ کے دستخط بھی اس پر ثبت ہوتے تھے۔

و كانت الفتوىٰ تاتى فتخرج و عليها خطها و خط ابيها و خط زوجها

(بحوالہ خواتین اسلام کی علمی و دینی خدمات لمبار کپوری ص ۶۰)

(......ت......)

(۳۴)......تبیینُ الحقائق

کنز الدقائق کی شرح امام فخر الدین الزیلعی متوفی ۷۴۳ھ کی ہے۔

کنز الدقائق فقہ حنفی کا مشہور متن ہے اس کے مصنف ابوالبرکات عبداللہ بن محمد نسفی علیہ الرحمہ ہیں جو امام نسفی کے نام سے معروف ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

درس نظامی میں آپ کی کتابوں میں سے کنز الدقائق، عقائد نسفیہ اور نور الانوار کا متن المنار شامل ہے۔ ان کے علاوہ بھی فقہ، اصول فقہ، عقائد اور تفسیر وغیرہ موضوعات پر آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ کا زمانہ ساتویں صدی ہجری ہے۔ وفات ۷۱۰ھ یا ۷۱۱ھ کو ہوئی۔ آپ مفتی الثقلین کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ یعنی جن وانس دونوں کے مفتی وپیشوا کیونکہ منقول ہے کہ مسلم جنات بھی آپ سے احکام شرع میں رہنمائی لیتے تھے۔

(۳۵)......تہذیبُ الاسماء واللغات

امام محی الدین یحیٰی بن شرف المعروف بامام النووی علیہ الرحمہ متوفی ۶۷۶ھ کی اسماء ولغات کی تشریح پر قابل قدر کتاب ہے۔

اس کی تلخیص شیخ عبدالرحمان بن محمد البسطامی نے الفوائد السنیہ کے نام سے کی اور علامہ سیوطی علیہ الرحمہ (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی اس کا اختصار لکھا۔

(۳۶)......تاتارخانیہ

مولانا عالم بن علاء انصاری اندریتی دہلوی متوفی ۷۸۶ھ کی ہے۔

اس کا ماخذ محیط برہانی، ذخیرہ، خانیہ اور ظہیریہ جیسی فقہ حنفی کی اہم کتابیں ہیں۔ ایک نام تاتارخانیہ کا زاد السفر بھی ہے۔ امیر تاتارخان جو فیروز تغلق کے وزیر تھے اس کے حکم اور تعاون سے لکھی گئی اس

لئے مصنف علام نے ان کے نام سے موسوم کی۔ارباب فقہ وفتاوٰی کے ہاں اس کی اہمیت اب تک مسلّم چلی آ رہی ہے۔حکومت وقت کے تقاضے اور خواہش پر لکھے جانے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی سلطنت ھند کی عدالتی اور قانونی ضروریات کے پیش نظر ترتیب دی گئی۔اس لحاظ سے یہ فتاویٰ عالمگیری کے مثل ہے۔

(۳۷)......تنویرُالابصار (وجامع البحار)

شیخ محمد بن عبداللہ تمرتاشی الحنفی (متوفی ۱۰۰۴ھ) کی فقہ حنفی کے مسائل پر عمدہ، مشہور اور معتبر و متداول تصنیف ہے۔

یہ کتاب آپ کا عظیم شاہکار ہے، بعد کے ادوار میں بہت سے فقہاء نے اس کی شروحات لکھیں، علامہ حصکفی رحمہ اللہ کی شرح الدرالمختار ہے،اس کو شرح التنویر بھی کہہ دیتے ہیں، علامہ حصکفی رحمہ اللہ عظیم فقیہ اور اپنے زمانے میں شام کے مفتی تھے،آپ کا سنِ وفات ۱۰۸۸ھ ہے، یعنی علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ کے متصل بعد آپ کا زمانہ ہے، الدرالمختار، تنویرالابصار کے لئے سونے پر سہاگہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس سلسلے کا آخری کارنامہ علامہ محمد امین المعروف ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کا حاشیہ ردالمحتار ہے، یہ درمختار کا لافانی حاشیہ اور لازوال شرح ہے، اور ہر فقیہ ومفتی کی ضرورت اور ہر دارالافتاء کی زینت ہے،جس شان کے علامہ ابنِ عابدین محقق تھے، ایسے شاذ ونادر ہی زمانے میں ہوا کرتے ہیں، خاتمۃ المحققین کے لقب سے آپ ملقب ہیں، سنِ وفات آپ کا ۱۲۵۲ھ ہے، جزاالله عنا وعن جميع المسلمين۔

(......ج......)

(۳۸)......جمعُ الوسائل

شمائل ترمذی پر ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی شرح ہے۔

(۳۹)......جمہرہ ابن درید

ابوبکر محمد بن حسن بن درید لغوی متوفی ۳۲۱ھ کی ہے۔

ادب عربی میں پائے کی کتاب شمار ہوتی ہے جس میں اولاً حروف معجم، پھر خلیل بصری کی کتاب العین کا بیان ہے پھر ثنائی، ثلاثی، رباعی، خماسی، سداسی اور ابواب ملحقہ سے بالترتیب کلمات لائے ہیں۔ مولف نے یہ کتاب فارس، بصرہ، بغداد میں یکے بعد دیگرے لوگوں کے مجمع میں املاء لکھوائی ہے اس لئے اس کے مختلف نسخے ہوئے۔

(......د......)

(۴۰)......دررُالحکام فی شرح غررالاحکام المعروف دررو غرر لملاخسرو

یہ متن وشرح دونوں ملاخسرو متوفی ۸۸۵ھ کی ہیں۔

فقہ حنفی کے مسائل کا یہ بہت عظیم القدر ذخیرہ ہے یہی وجہ ہے کہ بعد کے زمانے میں دسیوں فقہاء نے اس کتاب کی شروحات، حواشی اور تعلیقات لکھیں۔ ان حواشی وتعلیقات کا تفصیلی تذکرہ کاتب چلپی نے کشف الظنون میں نام بنام کیا ہے۔

(......ر......)

(۴۱)......ریاض الصالحین

امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی علیہ الرحمہ (۶۳۰ھ تا ۶۷۷ھ) کا معروف مجموعہ حدیث ہے۔

اہل علم میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔

درس نظامی میں شامل نصاب ہے۔ ایمانی زندگی کے آداب اور طریقوں پر نہایت قابل قدر انتخاب احادیث ہے۔

آپ کی دیگر بیسیوں کتب میں سے چند مشہور یہ ہیں:

المنہاج شرح صحیح مسلم، تہذیب الاسماء والصفات (فن رجال)، الروضہ، شرح المھذب، الاربعین، کتاب الاذکار، کتاب المناسک، مختصر الارشاد، التیسیر، التبیان فی آداب حملۃ القرآن (ظفر المحصلین)

(......ز......)

(۴۲)......زادُ المعاد (فی ھدی خیر المعاد)

امام ابن قیم (شمس الدین محمد بن ابی بکر) الجوزی الحنبلی متوفی ۷۵۱ھ کی معروف کتاب ہے۔

(۴۳)......زاہدی

شائد علامہ زاہدی (نجم الدین مختار بن محمود) متوفی ۶۵۸ھ کی قنیۃ المنیہ مراد ہے جو منیۃ الفقہاء کا خلاصہ ہے۔

(......ش......)

(۴۴)......شفاءُ الاسقام ودواءُ الآلام

طب میں حضر بن علی بن خطاب المعروف حاجی پاشا متوفی ۸۰۰ھ کی کتاب ہے۔

پوری کتاب چار مقالوں پر مشتمل ہے پہلا مقالہ کلیات طب میں، دوسرا غذاؤں اور مشروبات کے متعلق، تیسرا ہر عضو کے الگ الگ امراض کے متعلق، چوتھا پورے جسم کے عمومی امراض کے متعلق ہے (کشف الظنون ۲/۱۰۴۹)

(۴۵)......شرح مہذب

امام نووی کی مھذب پر شرح ہے۔

مھذب امام ابو اسحٰق شیرازی شافعی متوفی ۴۷۶ھ کی فقہ شافعی کے مسائل وفروعات کا مہتم بالشان مجموعہ ہے جس پر متعدد علماء شافعیہ نے شروحات لکھیں انہیں میں سے امام نووی کی شرح بھی ہے۔

(۴۶)......شرح منہاج

جلال الدین محلی شافعی صاحب تفسیر جلالین نے نووی کی منھاج کی یہ شرح لکھی اور اس منہاج سے غالبًا منہاج الطالبین مراد ہے نہ کہ المنہاج شرح مسلم کیونکہ نووی کی المنہاج کے علاوہ منہاج الطالبین بھی ہے۔

(۴۷)......شرعۃ الاسلام الیٰ دار السلام

امام الواعظین، رکن الاسلام محمد بن ابی بکر حنفی المعروف امام زادہ متوفی ۵۷۳ھ کی کتاب ہے۔
کئی علماء نے بعد کے زمانوں میں اس کی شروحات لکھی ہیں کتاب ایک جلد میں اکسٹھ ابواب میں ہے۔ مصنف نے خود کتاب کا تعارف آغاز کتاب میں یوں کیا ہے:

’’فھذہ عقود منظومۃ من سنن سید المرسلین منتقدۃ من کتب ا لائمہ من علماء الدین فانہ اولیٰ ما یلقن بہ اطفال اھل الایمان انتھیٰ‘‘

کتاب کی نافعیت کا اندازہ لگانے کے لئے اتنا کافی ہے کہ بچوں کی دینی تعلیم کے لئے لکھی جانے والی یہ کتاب بعد میں چھوٹے بڑوں عوام اور خواص سب کی توجہ اور دلچسپی کا مرکز بن گئی اور اس سے استفادہ سب کرنے لگے۔

(۴۸)......شرح طحاوی

امام طحاوی حنفی علیہ الرحمۃ (ولادت ۲۲۹ھ وفات ۳۲۱) کی شرح معانی الآثار مراد ہے جو احادیث و آثار اوران کی روایت ودرایت پر نہایت محققانہ اور معرکۃ الآراء کتاب ہے۔
اس کتاب کی فضیلت وعظمت شان کا اعتراف محدثین سلف وخلف نے کیا ہے، درسِ نظامی میں شامل درس ہے اور طحاوی شریف کے نام سے معروف ہے،اس کی متعدد شروحات بڑے بڑے محدثین نے لکھی ہیں جن میں سے علامہ عینی، علامہ زیلعی، علامہ ابن عبدالبر کی شروحات کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ امام طحاوی مشہور شافعی فقیہ اور فقہ شافعی کے امام وقت امام اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی کے بھانجے تھے پہلے شافعی مذہب کے حامل تھے بعد میں فقہائے احناف کی کتب میں نظر کرنے سے مذہب حنفی اختیار فرمایا۔
معانی الآثار فقہ حنفی کے اصول اور مسائل کے موافق احادیث وآثار پر مشتمل ہے۔ فقہی اختلافی مسائل پر اختلافی روایات وآثار کا محاکمہ اور روایۃً ودرایۃً تطبیق وترجیح اس کتاب کا موضوع ہے۔
پیدائش آپ کی ۲۲۹ھ اور وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی (بروایت وفیات الاعیان لابن خلکان بحوالہ ظفر المحصلین)
شیخ حضری بک ’’التشریع الاسلامی‘‘ میں شرح معانی الآثار کے متعلق فرماتے ہیں:

”قد اطلعنا علیٰ هٰذا الکتاب فوجد ناہ کتاب رجل ملئی علما و تمکن من حفظ سنة رسول اله صلی اللهع لیه وسلم مع تمام الاطلاع علیٰ اقاویل الفقهاء و مستندا تهم فیما ذهبوا الیه (ظفر المحصلین)

(۴۹)......شرح السنة

صاحب مصابیح امام بغوی کی علم حدیث شریف میں تصنیف ہے۔
اسی کتاب کی وجہ سے آپ کا نام محی السنہ پڑا،منقول ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت خواب میں آپ کو محی السنہ لقب عطا فرمایا۔

(۵۰)......شرح مشارق

شائد مشارق الانوار کی کوئی شرح ہے جس کا پیچھے تذکرہ ہوا ہے۔

(۵۱)......شرح سفر السعادہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۰۵۲ھ) کی تصنیف ہے۔
اصل کتاب سفرالسعادہ امام مجدالدین محمد بن یعقوب شیرازی علیہ الرحمہ متوفی ۸۱۷ھ کی ہے۔

(۵۲)......شرح عین العلم

علی القاری الملکی (متوفی ۱۰۱۴ھ) کی عین العلم نامی لطیف کتاب کی شرح ہے۔

(......ص......)

(۵۳)......صحیح بخاری

پورانام”**الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول الله ﷺ وسننه و ایامه**“ہے۔
امیرالمومنین فی الحدیث ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرہ بن البردزبہ الجعفی المعروف امام بخاری علیہ الرحمہ کی ہے۔
آپ کی ولادت ۱۹۴ھ اور وفات ۲۵۴ھ میں ہوئی۔ بخاری شریف کی کل مرویات بمع تکرار،

تعلیقات ومتابعات علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق ۹ ۸۰۷ ہیں اور غیر مکرر ۲۵۱۲ ہیں۔ بخاری شریف کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

(۵۴)......صحیح مسلم

ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری نیشاپوری کی ہے۔

آپ کی ولادت ۲۰۶ھ اور وفات ۲۶۱ھ کی ہے۔ بخاری شریف کے بعد مسلم شریف کا درجہ ہے۔ دونوں کتابیں صحیح احادیث کے سب سے معتبر ومستند مجموعے ہیں اس لئے صحیحین کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اوران کے مصنفین شیخین کے نام سے۔ علامہ طاہر جزائری نے مسلم کی مرویات کی تعداد مکررات کو حذف کر کے چار ہزار بیان کی ہے۔ مکررات کے ساتھ آٹھ ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہے۔

(۵۵)......صحیح ابنِ حبان

ابو حاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ کی علم حدیث پر معروف کتاب ہے۔ ابن ملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس کی تلخیص کی۔

(......ع......)

(۵۶)......عمدۃ القاری

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی الحنفی متوفی ۸۵۵ھ کی بخاری شریف کی شرح ہے۔

مطبوعہ ۱۶ جلدوں میں ہے ۲۵ سال سے زیادہ عرصہ میں مکمل ہوئی، فتح الباری سے زیادہ ضخیم ہے بعض محققین کی تحقیق ہے کہ فتح الباری کا مقدمہ نہ ہوتا تو عمدۃ القاری کو اس پر واضح فوقیت حاصل ہوتی۔ بہر حال فتح الباری وعمدۃ القاری دونوں بخاری کی سب سے عظیم شرحیں ہیں۔ دونوں شروحات ایک ہی زمانے میں لکھی گئیں۔ دونوں کے مصنفین آپس میں قریبی عزیز اور ہم عصر تھے یعنی علامہ عینی حنفی اور صاحب فتح الباری ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) تھے۔ فتح الباری کا زمانہ تالیف ۸۱۷ھ تا ۸۴۲ھ ہے۔

(......غ......)

(۵۷)......غایۃ البیان ونادرۃ الاقران

ھدایہ (شرح البدایہ) کی بیسیوں شروحات میں سے ایک شرح ہے (کشف الظنون ۱۱۹۱/۲)

(......ف......)

(۵۸)......فتح العزیز علی کتاب الوجیز

الوجیز فقہ شافعی کے مسائل وفروعات پر امام غزالی علیہ الرحمہ کی گرانقدر تصنیف ہے۔

فتح العزیز اس کی شرح ہے جو امام ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد القزوینی المعروف امام رافعی الشافعی متوفی ۶۲۳ھ نے لکھی ہے۔

(۵۹)......فتاویٰ قاضی خان

امام فخر الدین قاضی خان حسن بن منصور اوزجندی فرغانی علیہ الرحمہ کا مجموعہ فتاوٰی ہے۔ خانیہ بھی یہی کتاب کہلاتی ہے۔ آپ کا زمانہ چھٹی صدی ہجری ہے وفات ۵۹۶ھ ہے۔

(۶۰)......فتاویٰ حمادیہ

شیخ ابوالفتح رکن بن حسام مفتی ناگور (ہندوستان) کی ہے۔ گجرات کے قاضی حماد کے منشاء پر لکھی گئی اس لئے ان کے نام سے موسوم کی گئی۔

(۶۱)......فتاویٰ عالمگیری

فتاویٰ ہندیہ بھی کہلاتا ہے۔

سلطان اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے زمانہ حکومت (وفات ۱۱۱۸ھ بمطابق ۱۷۰۷ء) میں ان کی سرپرستی واہتمام اور انتظام سے مولانا نظام اور اس وقت کے سربرآوردہ فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے یہ عظیم کتاب اسلامی سلطنت کی عدالتی ضروریات، ملکی قانون، مسلمانوں کے معاشرتی وعائلی مسائل اور اسلامی زندگی کے سب عملی شعبوں کو ملحوظ رکھ کر مدوّن فرمائی۔

(......ق......)

(۶۲)......قنیه

نجم الدین زاہدی متوفی ۶۵۸ھ کی تالیف ہے۔

مصنف اصول واعتقادیات میں معتزلی ہونے سے متہم ہیں۔ فروعات میں حنفی تھے (کشف الظنون ۱۳۵۷/۲)

(...... ک ......)

(۶۳)......کتابُ الآثار

امام ربانی محمد بن حسین الشیبانی حنفی کی فقہی ترتیب پر احادیث وآثار کا مجموعہ ہے۔

یہ سب روایات آپ نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے ان کی سند سے نقل کی ہیں، علم حدیث میں اس کتاب کا مقام بہت بلند ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے ان روایات کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے فرمایا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ کے علاوہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان آثار کی روایت امام ابو یوسف، امام زفر بن ہذیل اور امام حسن بن زیاد علیہم الرحمہ نے بھی کی ہے۔

اس طرح اس کتاب کے کئی نسخے ہو جاتے ہیں لیکن زیادہ معروف، متداول اور درس نظامی میں شاملِ درس امام محمد علیہ الرحمہ ہی کا روایت کردہ مجموعہ ہے اور یہی عام ملتا ہے۔

یہ کتاب مؤطا امام مالک سے بھی زمانے کے اعتبار سے مقدم ہے جس طرح کہ موطاء امام مالک صحیح بخاری سے مقدم ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی تالیفات سے استفادہ بھی کیا اس لئے موطاء امام مالک کے فقہی طرز تالیف کی اصل بھی یہی کتاب الآثار بنتی ہے۔ امام محمد کا سن وفات ۱۸۷ھ ہے (درس ترمذی ۹۶/۴۶/۱، ایضاً کشف الظنون)

(......م......)

(۶۴)......مشکوٰۃ المصابیح

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف خطیب تبریزی علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے۔
اصل کتاب امام بغوی کی مصابیح تھی خطیب تبریزی نے اس پر اضافات کر کے مشکوٰۃ المصابیح ترتیب دی۔ زمانہ آپ کا آٹھویں صدی ہجری ہے۔ سن وفات باختلاف روایات ۷۴۰ یا ۷۴۸ھ ہے۔
المصابیح: محی السنۃ حسین بن مسعود المعروف امام بغوی کی تالیف ہے۔ امام بغوی کا زمانہ ۴۳۵ھ یا ۵۱۶ھ ہے۔ بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بیان کردہ روایت کے مطابق مصابیح کی احادیث کی تعداد ۴۴۸۴ ہے، صاحب مشکوٰۃ نے اس پر ۱۵۱۱/احادیث کا اضافہ کیا اس طرح مشکوٰۃ المصابیح کی کل احادیث ۵۹۹۵/ہوئیں۔ احادیث کی تعداد میں اور بھی روایتیں ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے مصابیح میں اضافوں کے ساتھ احادیث کی تخریج اور راویوں کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں بہت قابل قدر کام کئے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کشف الظنون ۱۷۲/۱/۲، وظفر المحصلین ۱۷۲/۱)

(۶۵)......مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

شیخ نورالدین علی بن سلطان محمد ہروی الحنفی المعروف ملاعلی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ کی ہے۔
مشکوٰۃ کی ضخیم، مفصل اور محققانہ شرح ہے۔

(۶۶)......مسند احمد

امام اھل السنۃ احمد بن حنبل علیہ الرحمہ (متوفی ۲۴۱ھ) کی علم حدیث پر عظیم ضخیم، معتبر و مستند کتاب ہے۔ تیس ہزار احادیث کا مجموعہ ہے۔

(۶۷)......مجمعُ البحار (فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار)

شیخ محمد طاہر پٹنی ہندی علیہ الرحمہ (متوفی ۹۸۱ھ) کی علم لغات واصطلاحات الحدیث پر عظیم وضخیم

کتاب ہے۔
جس میں انہوں نے اس فن میں اپنے سابقین کے کام میں جو کمی رہ گئی تھی اس کا بھی احاطہ کیا ہے۔
امام ابن اثیر کی نہایہ اس فن کی اہم کتاب تھی۔ شیخ طاہر پٹنی اپنی اس کتاب میں ابن اثیر کی نہایہ ہی کے طرز وطریق پر چلے ہیں (کشف الظنون ۲/۱۵۹۹)

(۶۸)......مجمع الزوائد و جمع الفوائد

مجمع الزوائد کتب الجمع میں سے ہے یہ احادیث کا معروف مجموعہ محدث علامہ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ متوفی ۸۰۷ھ کا ہے۔
جس میں مسند احمد، مسند بزاز، مسند ابی یعلیٰ اور طبرانی کی معاجم ثلاثہ کی ان زائد احادیث کو بحذف تکرار یکجا کیا گیا ہے جو صحاح ستہ میں نہیں آئیں۔
اس سے پہلے حافظ رزین بن معاویہ ۵۳۵ھ نے ''تجرید الصحاح الستہ'' کے نام سے صحاح ستہ کی احادیث کو بحذف تکرار یکجا کیا تھا لیکن رزین نے صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی بجائے مؤطا امام مالک کو شمار کیا ہے، اس کے بعد حافظ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ ۶۰۶ھ نے جامع الاصول کے نام سے اسی طرح صحاح ستہ کی تجرید لکھی اور اس میں رزین سے جو احادیث چھوٹ گئی تھیں وہ بھی شامل کر لیں لیکن ابن ماجہ کو انہوں نے بھی صحاح میں شمار نہ کیا اس طرح ابن ماجہ کی تجرید نہ رزین کی کتاب میں آ سکی نہ جامع الاصول میں اور نہ ہی مجمع الزوائد میں۔ کیونکہ صاحب مجمع الزوائد علامہ ہیثمی نے صحاح ستہ کے علاوہ مسانید ثلاثہ مذکورہ اور معاجم ثلاثہ کی احادیث جو صحاح کے علاوہ تھی ان کی تجرید کی اور ان کی اصطلاح میں صحاح میں ابن ماجہ شامل تھی نہ کہ مؤطا۔ تجرید اور جامع الاصول کی مزید تنقیح و تہذیب اور ترتیب قاضی القضاۃ شرف الدین ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم البازری ۷۳۸ھ نے کی۔
قاضی موصوف نے اس کا نام تجرید الاصول رکھا۔
اس کے بعد ۸۹۰ھ میں شیخ عبدالرحمان المعروف ابن الدیبع الشیبانی الیمنی متوفی ۹۴۴ھ نے تجرید الاصول (قاضی موصوف کی) میں مزید تہذیب وتنقیح یوں کی کہ اس کے مشکل رموز و علامات اور اصطلاحات کی تسہیل کی، جو مکررات ان کو نظر آئیں وہ ساقط کیں، کچھ اضافات کئے اور بعض مشکل

لغات حدیث کی تشریح کی اور اس کتاب کے نفع کو زیادہ عام اور تام کر دیا اور اس کا نام تیسیر الوصول الیٰ جامع الاصول رکھا۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی علماء نے اس جامع الاصول کے مختصرات اور خلاصے لکھے جن میں علامہ مجدالدین الفیروز آبادی امام اللغہ المتوفی ۸۱۷ھ بھی ہیں۔ خدمت حدیث کے اس سلسلۃ الذهب کی آخری کڑی یا آخری کوشش عظیم محدث محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی المغربی المالکی متوفی ۱۰۹۴ھ کی ہے۔

آپ نے ابن اثیر الجزری کی جامع الاصول اور علامہ ہیثمی کے مجمع الزوائد کو یکجا کر کے اور ساتھ سنن ابن ماجہ کی غیر مکرر احادیث (جو ان کتب میں نہیں آئیں) بھی جمع کر کے جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد کے نام سے کتاب لکھی۔

یہ جمع الفوائد ایک عرصہ سے نایاب تھی ۱۳۴۳ھ میں مولانا عاشق الٰہی میرٹھی علیہ الرحمہ کا دمشق (شام) جانا ہوا۔

وہاں محدث کبیر بدرالدین شامی کے ہاں دارالحدیث میں قیام رکھا وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ کتاب جمع الفوائد کا ایک نسخہ محمود بن رشید عطار کے پاس محفوظ ہے جو دمشق کے مضافات میں کسی بستی میں رہتے تھے آپ شیخ محمود کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے یہ نسخہ نقل کرنے کے لئے مانگا انہوں نے عنایت فرمایا۔

ہندوستان مراجعت پر اتفاق سے یہاں ایک بزرگ شیخ احسان اللہ سندی سے بھی اس کتاب کا ایک نسخہ آپ کو مل گیا آپ نے دونوں نسخوں کا تقابل کیا اور اصول سے اس کو ملایا پھر مطبع خیریہ میرٹھ سے اس کو ۱۳۴۵ھ میں شائع کروایا۔

اس کے بعد سے یہ عرب وعجم کے کئی مکتبوں سے شائع ہوتی رہی پس مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اس مخفی خزانے کو از سر نو منصۂ شہود پر لانیوالے بزرگ ہیں۔

جزاللہ عنا وعن المسلمین۔

ملحوظہ: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے عالم فاضل کا مختصر تین سالہ

نصاب"ضمان التکمیل فی زمان التعجیل" ترتیب دیا تو اس میں بھی کتاب تیسیر الوصول کو شامل فرمایا۔اوراب حضرت اقدس سیدی مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم نے ادارہ غفران کے پانچ سالہ مختصر عالم فاضل کے نصاب میں بھی آخری سال میں حدیث کی کتاب کے طور پرجمع الفوائد کوشامل فرمایا ہے۔پس جمع الفوائد جامع الاصول کے صحاح ستہ،مجمع الزوائد کے معاجم ثلاثہ و مسانید ثلاثہ،زوائدابن ماجہ اورسنن امام دارمی کل چودہ حدیث کی امہات الکتب کی غیرمکرراحادیث کا بحذف اسناد مجموعہ عظمیٰ ہے۔

(۶۹)......مفتاح النجاۃ

(لما تنفتح بہ ابواب البر والسعادات) محمد بن محمود شروانی کی کتاب ہے جو قرآن مجید کی آیات کے خواص وغیرہ پر ہے۔

مفتاح النجاۃ کے نام سے کئی کتابیں ہیں جن میں سے ایک شیخ احمد النامقی الجامی (متوفی ۵۳۶ھ) کی بھی ہے۔

(۷۰)......مفید المستفید

فقہ حنفی کے مسائل کی معروف کتاب ملتقی الابحر کی شرح ہے۔

ملتقی الابحر شیخ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ متوفی ۹۵۶ھ کی فقہ حنفی کے فروعات پرشہرہ آفاق کتاب ہے جس میں قدوری،مختار،کنز،وقایہ کوسامنے رکھ کرمسائل جمع کئے گئے ہیں اورھدایہ سے بھی اس میں انتخاب کیا گیا ہے۔

مذکورہ چاروں کتابوں کے مسائل کا احاطہ اس میں کیا گیا ہے اورارجح،اصح اوراقویٰ کو متعین کیا گیا ہے۔

(۷۱)......معاجم ثلاثہ للطبرانی

امام سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ کی علم حدیث میں تین معاجم معروف ہیں حروف تہجی کی ترتیب پر ہیں۔

کبیر میں حروف تہجی کی ترتیب پرصحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات جمع کی ہیں اوراوسط وصغیر میں حروفِ

تہجی کی ترتیب پر اپنے اساتذہ وشیوخ کی روایات جمع کی ہیں۔

(۷۲)......مشارق الانوار

اس نام کی کئی کتابیں ہیں:

(الف)...... مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ: جو ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی ابتدائی صدیوں میں علم حدیث کی نصابی اعتبار سے مرکزی کتاب تھی۔ امام رضی الدین حسن بن محمد الصنعانی لاہوری متوفی ۶۵۰ھ کی ہے۔

(ب)......مشارق الانوار علی صحاح الآثار: جو مؤطا بخاری اور مسلم کی احادیث کی ایک صنف پر تحقیق ہے۔ قاضی عیاض یحصبی متوفی ۵۴۴ھ کی ہے۔

(ج)...... مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العھو د المحمدیہ: امام عبدالوہاب شعرانی کی ہے جو دسویں صدی ہجری کی عظیم ہستی اور اہل سنت کے پیشوا ہیں۔

(د)......مشارق الانوار المضیئہ: شیخ شہاب الدین ابوبکر الخطیب القسطلانی الشافعی متوفی ۹۲۳ھ کی ہے۔

(۷۳)......مدارج النبوہ

سیرت اور حقیقت نبوت پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی عظیم وضخیم کتاب ہے شیخ کا زمانہ گیارھویں صدی ہجری عہد مغلیہ ہے۔

(۷۴)......منتہی الارادات (فی الفقہ الحنابلہ)

شیخ محمد ابن نجار الفتوحی الحنبلی کی ہے۔

(......ن......)

(۷۵)......نصاب الاحتساب (فی الفتاویٰ)

امام عمر بن محمد الشامی الحنفی، یہ مجموعہ محکمہ احتساب (حسبہ) جیسے نیم عدالتی ادارے کے لئے شرعی دستور وضوابط پر مشتمل ہے۔

(۷۶)......نہایہ

ہدایہ کا حاشیہ ہے۔معروف ہے۔

(۷۷)......نسائی

امام نسائی احمد بن شعیب ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے، ۳۰۵ میں وفات ہوئی، شافعی یا حنبلی مذہب رکھتے تھے۔

سنن نسائی جو درس نظامی میں شامل درس ہے یہ آپ کی اصل سنن جو سنن کبریٰ کے نام سے موسوم ہے اس کا اختصار وانتخاب ہے اسی وجہ سے اس سنن صغریٰ کو ''مجتبیٰ'' کا نام دیا؛ چنانچہ اس درسی نسائی کا اصل نام مجتبیٰ ہی ہے۔سنن نسائی میں آپ نے صحیحین بخاری ومسلم دونوں کے اسلوب و طریقوں کو جمع کیا ہے عللِ حدیث کا بھی ایک خاص درجے میں بیان اس کتاب میں ہوا ہے۔

(......ھ......)

(۷۸)......ھدایہ

امام برہان الدین مرغینانی حنفی (جن کا پیچھے ذکر ہوا) کا مشہور زمانہ فقہی شاہکار ہے۔
آپ نے قدوری اور امام محمد کی جامع الصغیر کو سامنے رکھ کر بدایۃ المبتدی کے نام سے کتاب لکھی جس کی شرح خود ہی کفایۃ المنتھی کے نام سے لکھی۔صاحب مفتاح السعادہ کے بیان کے مطابق کفایۃ المنتھی ۸۰ جلدوں میں تھی پھر اختصار کیا جو ھدایہ کہلاتی ہے۔ھدایہ کی تالیف تیرہ سال میں ہوئی آغاز ۵۷۳ھ میں ہوا۔

باسمہٖ تعالیٰ

صدقۂ جاریہ

و

ایصالِ ثواب

کے فضائل واحکام

صدقۂ جاریہ کی حقیقت اور نیکی کا ذریعہ بننے کی صورتیں

ایصالِ ثواب کا قرآن وسنت، اجماع اور شرعی قیاس سے ثبوت

مطلَق اور عام ایصالِ ثواب کے منکِر کا حکم

فقہ کے چاروں ائمہ کے سلسلہ کی کتابوں سے

مالی اور بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کا ثبوت

دعا واستغفار، ذکر وتلاوت، نماز، روزہ، صدقات وخیرات، حج وعمرہ

اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب پر احادیث وروایات

ایصالِ ثواب کی شرائط، ایصالِ ثواب سے متعلق بدعات ورسوم

ایصالِ ثواب کے طریقے اور اس سے متعلق مختلف مسائل واحکام

اور ایصالِ ثواب کے منکرین کے شبہات واعتراضات کا جائزہ

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

اداہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

باسمہٖ تعالیٰ

جمعۃُ المبارک

کے

فضائل واحکام

جمعۃُ المبارک کی رات اور دن اور جمعۃُ المبارک کی نماز کے فضائل واحکام

جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا، اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا اہم کام انجام دیئے گئے؟

اور اس دن آئندہ کیا کیا اہم کام انجام دیئے جائیں گے؟

جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز وخطبہ کے متعلق قرآن وسنت

اور فقہ میں بیان شدہ مفصل فضائل واحکام ومنکرات۔

خواتین اور مرد حضرات کے لیے جمعہ کے دن ورات

کے مسنون ومستحب اعمال، اور منکرات کا تحقیقی جائزہ

خواتین وحضرات کے لئے یکساں مفید

مصنّف

مفتی محمد رضوان

اداہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی